# کتاب لاجواب

# تناقض و اختلاف


خادم الشریعۃ المطہرہ
السید علی الرضوی قمی


در

اترولہ ضلع گونڈہ

۱۱ اکتوبر ۱۹۷۲ء
مطابق ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ حبیبہ ونبیہ محمد و
آلہ الطیبین الطاہرین اما خداوند عالم سورہ نساء پارہ ۵ رکوع میں ارشاد فرماتا
ہے کہ افلا یتدبرون القرآن ط ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا
کثیرا ۝ یعنی تو کیا وہ لوگ غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے
ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

قرآن مجید کے کلام خدا ہونے کی دلیلوں میں سے ایک بڑی محکم اور واضح دلیل یہ ہے
کہ وہ ہر طرح کے اختلاف و تناقض سے پاک ہے نہ اس کی فصاحت و بلاغت میں
اختلاف ہے نہ اس کی خبروں اور پیشگوئیوں میں۔ نہ اس کے احکام میں
اور یہ صرف دعویٰ ہی نہیں ہے بلکہ آج چودہ سو برس گزر جانے کے بعد بھی دشمنان
اسلام جس طرح قرآن کی فصاحت و بلاغت کے مقابلہ میں کوئی کلام بنا کر پیش کرنے
میں ناکامیاب رہے اسی طرح قرآن میں تناقض و اختلاف ثابت کرنے میں بھی
ناکام رہے۔

ائمہ اہلبیت علیہم السلام میں سے گیارہویں امام حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا
زمانہ تھا عراق کے ایک بڑے فلسفی اسحاق کندی نے قرآن مجید میں اختلاف و تناقض
ثابت کرنے کی کوشش کی اور کتاب "تناقض القرآن" لکھنا شروع کیا اور اس میں اتنا منہمک
ہوا کہ لوگوں سے ملنا جلنا اور گھر سے نکلنا ترک کر دیا یہ خبر مشہور ہوئی یہاں تک حضرت
امام حسن عسکری علیہ السلام تک پہونچی ایک روز اس کا ایک شاگرد حضرت کی خدمت
میں حاضر ہوا حضرت نے اس سے فرمایا کہ کیا تمہاری جماعت میں کوئی شخص ایسا

نہیں ہے جو اسحاق کو کتاب تناقض القرآن کے لکھنے سے روکے۔ اس نے عرض کیا
کہ میں اس کا شاگرد ہوں اس کو کیونکر روک سکتا ہوں حضرت نے فرمایا کہ میں جو
تدبیر بتاؤں کر سکتے ہو اس نے عرض کیا کہ فرمائیے حضرت نے فرمایا کہ پہلے تم
اس سے پوری موانست پیدا کرو کہ وہ تم پر اعتماد کرنے لگے پھر کسی روز اس
سے کہو کہ آپ جو کتاب لکھ رہے ہیں مجھ کو اس میں ایک شبہ پیدا ہو رہا ہے
جب وہ پوچھے تو کہو کہ آپ قرآن کی آیات کے جو معنی سمجھ کر اس میں تناقض
ثابت کر رہے ہیں کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اگر قرآن کا نازل کرنے والا آپ کے
پاس آئے اور کہے کہ تم جو معنی قرآن کے سمجھے ہو وہ درست نہیں ہیں بلکہ اس کے
معنی یہ ہیں جس میں کوئی تناقض لازم نہیں آتا۔ تمہارے اس اعتراض پر اسحاق
کہے گا کہ ہاں ہو سکتا ہے تو کہنا کہ پھر آپ جو اس کتاب کے لکھنے میں زحمتیں
اٹھا رہے ہیں اس کا کیا فائدہ۔ اس شاگرد نے ایسا ہی کیا۔ اسحاق اس
کے اعتراض کو سن کر پہلے تو متحیر ہو کر خاموش ہو گیا پھر کہا کہ ذرا اپنا شبہ پھر سے بیان
کرنا جب اس نے بیان کیا تو کہا کہ یہ اعتراض تم کو کس نے سکھایا ہے اس نے کہا کہ
خود میرے دماغ میں پیدا ہوا اسحاق نے کہا کہ ہرگز نہیں یہ اعتراض تمہاری صلاحیت
سے بلند ہے سچ بتاؤ کس نے سکھایا اس نے کہا کہ حضرت امام حسن عسکری نے
مجھ کو بتایا اسحاق نے کہا کہ اب تم نے ٹھیک کہا ایسی دقیق باتیں اسی گھر سے
پیدا ہو سکتی ہیں اس کے بعد اس نے کتاب تناقض القرآن کا سارا مسودہ
جلا ڈالا (مناقب شہر آشوب ج ۴ ص ۱۲۷)

مخلوق کا کلام کتنا ہی فصیح و بلیغ کیوں نہ ہو اسمیں یکسانیت نہیں ہوتی کچھ
بلیغ ہوتا ہے اور کچھ رکیک جیسا کہ شعراء اور ادیبوں کے کلام میں دیکھا جاتا ہے
نیز چونکہ انسان سہو و نسیان سے مرکب ہے اسلئے اس کے کلام میں کبھی تو قہرا
اختلاف و تناقض پیدا ہو جاتا ہے خصوصاً جبکہ زیادہ کلام طویل ہو کیونکہ وہ
سابق باتوں کو بھولتا جاتا ہے۔ اور کبھی عمداً بمصلحت وہ متناقض باتیں
کرتا ہے۔

لیکن خدا کا کلام ان عیوب سے پاک ہے اور یہی اس کے کلام خدا ہونے کی دلیل ہے
آج مذاہب عالم کی کتابیں جو یا خاطی انسانوں کی تصنیف کردہ ہیں یا محرف ہیں
تضاد اور اختلافات سے پر ہیں جیسا کہ صاحبان نظر سے پوشیدہ نہیں ہے اور
یہ اختلاف بیان ایک ایسا عیب ہے جس سے سچا اور جھوٹا پکڑ لیا جاتا ہے۔
بڑے بڑے باکمال شعراء و مصنفین برسوں مشق سخن کرتے ہیں اور استاد کے سامنے
زانوے ادب تہہ کرتے ہیں پھر بھی جب وہ کچھ لکھتے ہیں تو بار بار اس پر نظر کرتے ہیں۔
اس کو سمجھتے ہیں۔ ارباب سخن کو سناتے ہیں۔ اصلاح و ترمیم کرتے ہیں تب کہیں
اس پر اعتماد کرتے ہیں اور شائع کرنے کی جرات کرتے ہیں پھر بھی یہ دعویٰ
کرنے کی جرات نہیں کرتے کہ کوئی شخص میرے کلام کا جواب نہیں لا سکتا یا نقص و
اختلاف و تناقض ثابت نہیں کر سکتا۔ اور اگر کسی نے کبھی جرات کی تو شرمندہ ہوا
لیکن مکہ کے جبل نور کے حرہ نامی ایک غار کے اندر چالیس سال خاموش زندگی
گزارنے والے ایک امی پیغمبر نے جس نے کسی انسان سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا
نہ کبھی مشق سخن کیا نہ کسی سے کبھی اصلاح لی نہ پہلے سے کوئی کتاب لکھ کر رکھی
یک بیک جب زبان کھولی اور موقع اور محل کے اقتضاء سے برجستہ بولنا شروع کیا تو

ایسا کلام پیش کیا کہ بڑے بڑے فصحائے عرب اس کے سامنے سر عجز جھکا
دیا اور بیساختہ بول اٹھے - ما ھذا کلام البشر - یعنی یہ انسان کا کلام
نہیں ہے پھر بائیس برس کی طویل مدت میں جو کتاب اسنے پیش کی کہیں
بھی حد اعجاز سے پست نہیں نہ اس کے معانی میں تناقض و اختلاف
پایا جاتا ہے اور باوجود تحدی و چیلنج کے نہ کوئی اس کے ایسا کلام
پیش کر سکا نہ اسمیں تناقض و اختلاف ثابت کر سکا بیشک یہ قرآن کریم
کے کلام خدا ہونے کی عظیم الشان دلیل ہے خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ اگر
یہ قرآن محمد کا یا کسی دوسرے انسان کا بنایا ہوا ہوتا تو یقینا اسمیں بڑا اختلاف
ہوتا -

اس دلیل سے جہاں یہ بات ثابت ہوئی کہ کلام خدا میں اختلاف نہیں یہ
بات بھی ثابت ہوگی کہ خدا کا بھیجا ہوا دین اسلام بس بس ایک ہے اور
اس میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ اسلام اسی دین کا نام ہے جو قرآن لے کر
آیا اور جو قرآن سے ثابت ہے اور اسی بنا پر حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ
اذا بلغکم عنی حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ فان وافقہ فاقبلوا
والا فردوہ (جاء الحق ص ۱۳ بحوالہ مقدمہ تفسیرات احمدیہ ص ۲) یعنی جب
تم کو میری کوئی حدیث پہونچے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو اگر موافق ہو
تو قبول کرو ورنہ رد کر دو - کیونکہ کلام خدا اور کلام رسول میں کوئی اختلاف
نہیں اور انہیں دونوں پر دین اسلام کی بنیاد قائم ہے -
اس بیان سے واضح ہوگیا کہ خدا اور خدا کے رسول کا کلام اختلاف و تناقض

سے پاک ہے جسمیں کسی مسلمان کو شک و شبہ نہیں ہو سکتا لیکن خدا اور اسکے رسول
کو علم تھا کہ جس طرح امم سابقہ نے تحریف و تصرف کر کے انبیائے ما سبق کے
دین کو بدل ڈالا اور بہت سے اختلافات اور بہت سے فرقے پیدا کر لئے
یہ آخری امت بھی انہیں کے قدم بقدم چلے گی بلکہ ان سے دو قدم آگے چنانچہ
خدا کے رسول نے خود فرمادیا کہ لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر و ذراعا
بذراع حتی لو دخلوا جحر ضب تتبعوھم قلنا یا رسول اللہ الیھود والنصاریٰ
قال فمن (بخاری جلد ۲ ص ۱۷۹ چھاپہ مصر) یعنی تم لوگ ضرور اپنے پہلے والوں
کی بالشت بالشت اور ہاتھ ہاتھ پیروی کروگے یہاں تک کہ اگر وہ لوگ
سوسمار کے سوراخ میں گھسے ہوں گے تو تم بھی گھسوگے - صحابہ نے عرض کی
یا رسول اللہ پہلے والوں سے یہود و نصاریٰ مقصود ہیں فرمایا پھر کون مقصود ہے
نیز حضرت نے فرمایا کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کے دین میں اکہتر فرقوں پر
متفرق ہو گئے پھر وہ حضرت عیسیٰ کے دین میں بہتر فرقوں پر متفرق ہو گئے
اور میری امت تہتر فرقوں پر تقسیم ہو جائے گی سب جہنمی ہونگے سوا ایک کے
جو اسلام اور جماعت پر باقی رہے گی (غنیۃ الطالبین ص ۱۸۹ مطبوعہ لاہور)
پس خدا اور اس کے رسول نے اس امت کو اختلاف و افتراق سے بچانے کا
بڑا انتظام و اہتمام فرمایا -

**دین اسلام میں اختلاف کی ممانعت** خداوند عالم نے سورہ آل عمران پارہ
۴ رکوع ۲ میں ارشاد فرمایا ہے کہ ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا
من بعد ما جاءھم البینات ط واولئک لھم عذاب عظیم ہ یعنی اے مسلمانو

تم انلوگوں (یہود و نصاریٰ) کے ایسے نہ ہو جانا جو متفرق ہو گئے اور روشن دلیلیں آنے کے بعد بھی اختلاف میں پڑ گئے اور ایسے ہی لوگوں کے واسطے بڑا بھاری عذاب ہے۔

اور سورہ مائدہ پارہ ۶ میں ارشاد فرماتا ہے کہ الی اللہ مرجعکم جمیعا فینبئکم بما کنتم فیہ تختلفون ○ یعنی تم سب کی بازگشت خدا ہی کی طرف ہے تو وہ تم کو بتادے گا جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے۔

اور سورہ اعراف پارہ ۸ رکوع ۷ میں فرماتا ہے کہ ولا تزر وازرۃ وزر اخری ثم الی ربکم مرجعکم فینبئکم بما کنتم فیہ تختلفون ○ یعنی کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا پھر تم سب کو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں لوٹ کر جانا ہے پھر وہ تم کو جن باتوں میں اختلاف رکھتے تھے بتادے گا۔

اس آیت میں خداوند عالم نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ دیکھو اپنے علماء کی اندھی تقلید نہ کرو کہ جس کو وہ سفید کہہ دیں اس کو سفید مان لو اور جس کو سیاہ کہہ دیں اس کو سیاہ مان لو اور خود اپنی آنکھیں بند کر لو یہ علماء تمہارے روز محشر تمہارے گناہوں کا بار نہ بٹائیں گے خدا کی بارگاہ میں یہ نہ کہیں گے کہ پروردگارا اس کو ہم نے گمراہ کیا تھا لہذا اس کا عذاب ہم کو دے اور اس کو آزاد کر دے

اور سورہ حج پارہ ۱۷ رکوع ۱۵ میں ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ یحکم بینھم یوم القیمۃ فیما کنتم فیہ تختلفون ○ یعنی جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے قیامت کے دن خدا تملوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا۔

## قرآن مجید اختلاف دور کرنے کے لئے نازل ہوا ہے نہ کہ اختلاف پیدا کرنے کے لئے

خداوند عالم پارہ ۱۴ سورہ نحل میں ارشاد فرماتا ہے کہ وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ وھدی ورحمۃ لقوم یومنون ○ یعنی ہم نے یہ کتاب تم پر نہیں اتاری مگر صرف اس لئے کہ لوگوں پر تم واضح کر دو جس بات میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور ہدایت و رحمت ایمان والوں کے لئے

**اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر نہ کرو** حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ من قال فی القرآن برایہ فلیتبوء مقعدہ من النار (مشکوۃ کتاب العلم فصل ۲) یعنی جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ اپنی جگہ جہنم میں بنالے۔

نیز حضرت نے فرمایا کہ من قال فی القرآن برایہ فاصاب فقد اخطا (مشکوۃ بحوالہ بالا) یعنی جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا اور صحیح کہا تب بھی اس نے خطا کی۔

اور حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوء مقعدہ من النار (ترمذی جلد ۲ باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برایہ) یعنی جو شخص قرآن میں کوئی بات بغیر علم کے کہے وہ اپنی جگہ جہنم میں بنالے

**تفسیر بالرائے کے معنی** قرآن مجید کے متعلق پروردگار عالم نے ارشاد فرمایا ہے منہ آیات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابہات فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ و الراسخون فی العلم (پارہ ۳ ال عمران) یعنی اس قرآن میں کچھ تو محکم آیتیں ہیں جو

اصل کتاب ہیں اور کچھ متشابہات ہیں - پس وہ لوگ جنکے دلوں میں کجی ہے متشابہات
کے پیچھے جاتے ہیں تاکہ فتنہ قائم کریں اور طرح طرح کی تاویلیں کریں حالانکہ اس
کی حقیقی تاویل کو سواے خدا کے اور راسخون فی العلم کے کوئی نہیں جانتا -
اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے دو حصے ہیں کچھ آیتیں محکم ہیں جن
کا مفہوم واضح ہے اس سے وہی معنی مقصود ہیں جو ان کے الفاظ سے ظاہر
ہیں خداوند عالم نے ان ایات میں غور و خوض کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ ارشاد
فرمایا ہے کہ افلا یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوبہم اقفالھا (پارہ ۲۶ سورہ محمد)
یعنی یہ لوگ قرآن میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر قفل
لگے ہیں - لیکن ہر شخص کو قرآن مجید میں غور و فکر کرنے کا حق حاصل نہیں ہے
بلکہ مفسر کو اولا زبان و محاورات عرب سے پوری واقفیت ضروری ہے نیز
اینکہ چونکہ قرآن مجید میں تقدیم و تاخیر - ابہام - تبدیل - اختصار - حذف
اضمار - ناسخ و منسوخ - خاص و عام - مطلق و مقید - رخصت و عزیمت
وغیرہ بکثرت ہیں جو باتیں بغیر بیان محمد و آل محمد علیہم السلام کے معلوم نہیں کی
جا سکتی ہیں لہذا احادیث معصومین ؑ اور درایت و رجال کا علم بھی ضروری
ہے تاکہ احادیث کو پرکھ سکے - اور جن آیات کے متعلق احادیث نہ مل
سکیں مفسر کیلئے لازم ہے کہ آثار و مذہب اہلبیت سے اتنی واقفیت رکھتا
ہو کہ قرآن کی تفسیر مذہب و طریقہ اہلبیت کے موافق کر سکے ورنہ خود بھی
ہلاک ہوگا اور دوسرون کو بھی ہلاک کرے گا - یہی معنی ہیں قول حضرت
رسول اللہ ص من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوء مقعدہ من النار - کا

[illegible]

یعنی جو شخص قرآن میں کوئی بات بغیر علم کے کہے وہ اپنی جگہ جہنم میں بنالے

اور دوسری قسم متشابہات ہیں جنکے متعلق ارشاد پروردگار ہے کہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم ط یعنی ان کی حقیقی تاویل کو سوائے خدا اور راسخون علم کے کوئی نہیں جانتا - ان میں کسی شخص کو غور و فکر کرنے کی اجازت نہیں ہے -

پس چونکہ قرآن مجید کے دونوں حصوں محکمات و متشابہات میں بعد حضرت رسول اللہ بغیر اہلبیت کی رہبری کے آگے بڑھنا سبب ہلاکت ہے کیونکہ اہل البیت ادری بما فی البیت یعنی گھر والے گھر کی چیزوں کو بہتر جانتے ہیں اسی سبب سے حضرت رسول اللہ صلعم نے دنیا چھوڑنے کے وقت امت کے ہاتھوں میں قرآن اور اہلبیت کا دامن دیا اور فرمایا -

**میرے بعد قرآن و اہلبیت کی پیروی کرنا وہ تم کو اختلاف و گمراہی سے بچانے والے ہیں**

حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہلبیتی ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی و انہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض - (مسلم جلد ۲ چھاپہ دہلی ۲۷۹ و ترمذی باب فضائل اہلبیت ۲۲۰ وغیرہ) یہ حدیث متواتر ہے اور انتالیس سندوں سے وارد ہوئی ہے جس کا منکر کافر ہے -

یعنی میں تم لوگوں کے درمیان میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک کتاب خدا اور اپنی عترت اپنے اہلبیت اگر تم لوگوں نے ان دونوں کا دامن پکڑا تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہونچیں - یعنی کبھی تم لوگ قرآن سے

[illegible]

سمجھنے میں اہلبیت سے بے نیاز نہ ہوگے۔

خدری

اسلئے کہ پورے قرآن کا علم سواء اہلبیت کے کسی کے پاس نہیں ہے ابو سعید
سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلعم سے آیت کریمہ ومن عندہ علم الکتاب
یعنی وہ شخص جس کے پاس (پوری) کتاب کا علم ہے۔ کے متعلق دریافت کیا کہ
اس سے کون شخص مقصود ہے تو حضرت نے فرمایا کہ وہ ہمارے بھائی علی بن
ابیطالب ہیں (ینابیع المودۃ باب ۳۰ صفحہ ۱۰۴ بحوالہ عطیہ عوفی)
اور حضرت امام جعفر صادق ع سے منقول ہے کہ آپ نے اپنے سینہ مبارک کی طرف
اشارہ فرمایا اور فرمایا کہ قرآن کا پورا علم ہم لوگوں کے پاس ہے خداوند عالم ارشاد
فرماتا ہے بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم (پارہ ۲۱ سورہ عنکبوت)
یعنی قرآن مجید روشن نشانی ہے ان لوگوں کے سینہ میں جن کو علم دیا گیا
اور انس بن مالک سے منقول ہے کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ یا علی انت تبین
لامتی ما اختلفوا فیہ (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۲۲) یعنی اے علی تم میرے بعد امت
کے لئے ان باتوں کو واضح کروگے جن میں وہ اختلاف کرے گی۔ حاکم نے
لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کے معیار پر صحیح ہے لیکن انہوں نے نہیں
لکھا۔ یہی حدیث دیلمی نے بھی روایت کی ہے دیکھئے (ینابیع المودۃ صفحہ ۱۰۵) اور
اسی مضمون کی حدیث ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں انس سے روایت کی ہے
اور ابن حجر نے صواعق محرقہ صفحہ ۹۱ میں اور حاکم نے مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۴۹ میں حضرت
رسول اللہ صلعم سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ النجوم امان لاھل الارض
من الغرق واھلبیتی امان لامتی من الاختلاف فاذا خالفتھا قبیلۃ من

العرب اختلفوا وصاروا حزب الشیطان۔ یعنی ستارے امان ہیں زمین والوں
کے لئے غرق ہونے سے اور ہمارے اہلبیت امان ہیں ہماری امت کے لئے اختلاف
سے جبکہ عرب کا کوئی قبیلہ اہلبیت کی مخالفت کرے گا تو ان میں اختلاف پیدا
ہو جائے گا اور وہ شیطان کا گروہ بن جائیں گے۔
نیز حضرت نے فرمایا کہ فی کل خلف من امتی عدول من اھلبیتی ینفون عن ھذا الدین
تحریف الضالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین الا ان ائمتکم وفدکم
الی اللہ فانظروا من توفدون (صواعق محرقہ ابن حجر باب افضل اھلبیت) یعنی
ہماری امت کی آنے والی ہر نسل میں کچھ عادل امام ہمارے اہلبیت سے موجود
رہیں گے جو دین اسلام سے گمراہوں کی تحریف اور باطل پرستوں شبہات اور
جاہلوں کی تاویل کو دور کرتے رہیں گے آگاہ رہو کہ تمہارے امام پروردگار کی بارگاہ
میں تمہارے شفیع بنیں پس دیکھو کہ خدا کی بارگاہ میں تم کس کو اپنا شفیع بنا رہے
ہو۔
لیکن باوجود خدا و رسول کی اتنی تاکید بلیغ کے مسلمانوں نے اہلبیت کا دامن
چھوڑ دیا اور علم قرآن وشریعت یا تو ان لوگوں سے لیا جو خود قرآن وشریعت
سے بے بہرہ تھے جس کی تفصیل میں نے اپنی کتاب (کتاب وعترت) میں مستحکم
دلیلوں کے ساتھ لکھی ہے۔ یا خود اپنے غرض کے مطابق معانی پر قرآن مجید
کو توڑ مروڑ کر مطابق کیا جیسا کہ آج بھی مفسرین و مقررین و واعظین کا
عام طریقہ ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کلام اللہ جس کا دعوی ہے کہ وہ اختلاف
سے پاک ہے اختلاف معانی سے پر کر دیا گیا اور ایک قرآن کی مختلف تفسیریں

اور ایک دین اسلام میں بہت سی جھوٹی شریعتیں اور بہت سے فرقے پیدا کر لئے گئے۔

**خدا اور اس کے رسول پر جھوٹ نہ باندھو** زر نے عبد اللہ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار۔ (ترمذی جلد ۲ باب فی تعظیم الکذب علی النبی ۳ و مسند امام ابو حنیفہ صٓ ۲۰) یعنی جس نے جان کر مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں تلاش کرے۔

حراش نے حضرت علی بن ابی طالب ؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ ؐ نے ارشاد فرمایا کہ لا تکذبوا علی فانہ من کذب علی یلج النار (ترمذی بحوالہ بالا) یعنی تم لوگ مجھ پر جھوٹ نہ باندھو اسلئے کہ جو جھوٹی بات کو میری طرف منسوب کرے اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اس روایت سے معلوم ہوا کہ بعض صحابہ حضرت رسول اللہ کی زندگی ہی میں حضرت پر جھوٹ باندھا کرتے تھے۔

رافع ابن خدیج سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ لا تکذبوا علی فانہ لیس کذب علی ککذب علی احد (موضوعات علی قاری صٓ ۶) یعنی تم لوگ مجھ پر جھوٹ نہ باندھا کرو اسلئے کہ مجھ پر جھوٹ باندھنا دوسروں پر جھوٹ باندھنے کے برابر نہیں ہے۔ اس باب میں بہت سی حدیثیں بہت سے صحابہ سے وارد ہوئی ہیں

دارقطنی نے رافع بن خدیج سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ کنا عند رسول اللہ فجاء رجل فقال یا رسول اللہ ان الناس یحدثون عنک کذا و کذا قال ما قلتہ ما اقول الا ما ینزل من السماء ویحکم لا تکذبوا علی فانہ لیس کذب علی ککذب علی غیری۔ (موضوعات علی قاری صٓ ۶) یعنی ہم لوگ حضرت رسول اللہ صلعم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ لوگ فلاں فلاں باتیں آپ کی طرف منسوب کر کے بیان کرتے ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ میں نے یہ باتیں نہیں کہی ہیں میں تو وہی بات کہتا ہوں جو آسمان سے نازل ہوتی ہے وائے ہو تم پر دیکھو تم لوگ ہمارے اوپر جھوٹ نہ باندھا کرو اسلئے کہ ہم پر جھوٹ باندھنا ویسا نہیں ہے جیسا کہ میرے غیر پر۔

ابن قانع نے اپنے معجم میں اسامہ بن زید سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے حدیث من تقول علی ما لم اقل فلیتبوء مقعدہ من النار اس وقت فرمائی جب آپ نے ایک شخص کو کسی جگہ کسی ضرورت سے بھیجا اس نے وہاں جا کر جھوٹی باتیں حضرت کی طرف نسبت دیکر بیان کیں تو حضرت نے اس کے لئے بد دعا کی پس وہ مردہ پایا گیا اس کا پیٹ پھٹا ہوا تھا اور اس کو زمین نے بھی قبول نہ کیا۔

اور ابن جوزی نے عبد اللہ بن زبیر سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ حدیث رسول من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار کی تاویل کیا ہے۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ ایک شخص ایک عورت پر عاشق ہوا اور ایک روز شام کے وقت وہ اس کے گھر گیا اور لوگوں سے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے مجھ کو بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں تم لوگوں میں سے جس کے گھر چاہوں شب بسر کروں۔

یہ سن کر وہ شخص حضرت رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کیا آپ نے فلان شخص کو حکم دیا ہے کہ وہ ہم لوگوں میں سے جس کے گھر میں چاہے شب بسر کرے حضرت نے فرمایا اس نے جھوٹ کہا اے فلان اس شخص کے ساتھ جاؤ اور اس کو قتل کر دو ناگاہ بارش ہونے لگی اور وہ شخص وضو کرنے کی غرض سے باہر نکلا پس اس کو سانپ نے کاٹ لیا اور وہ مر گیا جب اس کے مرنے کی خبر حضرت کو ہوئی تو فرمایا کہ وہ جہنم میں گیا۔ (موضوعات علی قاری صث بحوالہ ابن جوزی) عرض اس قسم کی مثالیں بکثرت ہیں اگر سب لکھی جائیں تو ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے۔

ابن سعد اور امام طبرانی نے مقنع تمیمی سے روایت کی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ یکذب علیہ فی حیاتہ فکیف بعد وفاتہ (موضوعات علی قاری صلا) یعنی حضرت رسول اللہ پر ان کی زندگی میں جھوٹ باندھا جاتا تھا تو حضرت کی وفات کے بعد کیا پوچھنا ہے۔ اور مقنع تمیمی نے بالکل سچ کہا۔

چنانچہ بعد وفات حضرت رسول اللہ صلعم حدیث سازی کا وہ طوفان شروع ہوا کہ پہلی ہی صدی کے اندر اندر فضائل صحابہ اور تنقیص محمد و آل محمد علیہم السلام اور ترغیب و ترہیب اور احکام حلال و حرام وغیرہ سے متعلق جھوٹی حدیثوں کا وہ انبار تیار ہو گیا جس کا شمار ممکن نہیں۔

حدیث سازی کا طوفان: علامہ شبلی نے سیرۃ النعمان صث۱۲ میں لکھا ہے حضرت عثمان کے اخیر زمانے میں بغاوت ہوئی جس کا خاتمہ خلیفہ وقت کی شہادت پر ہوا اور یہ پہلا موقع تھا کہ اسلام میں فرقہ بندیاں[ع]

---

ع سب سے پہلے اسلام میں فرقہ بندی اسوقت قائم ہوئی جب آنحضرت صلعم کے مرض موت میں حضرت عمر نے آنحضرت کو دوات و قلم دینے سے انکار کیا اور حسبنا کتاب اللہ کہہ کر حکم رسول کو ٹھکرا دیا۔

قائم ہوگئیں۔ حضرت علی کی خلافت شروع ہوئی سے پرآشوب رہی ان اختلافات وفتن کے

ساتھ وضع احادیث (حدیثیں گڑھنے) کی ابتدا ہوئی اور اگرچہ کثرت اور انتشار

زیادہ تر زمانہ مابعد میں ہوا لیکن خود صحابہ ہی کے عہد میں اہل بدعت نے سیکڑوں

ہزاروں حدیثیں ایجاد کر لی تھیں۔

پھر آگے لکھا ہے کہ زبانی روایت سے گزر کر تحریروں میں بھی جعل شروع ہوگیا تھا

پھر صفحہ ۸۳ میں لکھا ہے کہ ارباب روایت کا دائرہ اسقدر وسیع تھا کہ اسمیں مختلف

خیالی۔ مختلف عادات۔ مختلف عقائد۔ مختلف قوم کے لوگ شامل تھے اہل بدعت

جابجا پھیل گئے تھے اور اپنے مسائل کی ترویج میں مشغول تھے سب سے زیادہ یہ کہ

پوری ایک صدی تک کتابت کا طریقہ مروج نہیں ہوا تھا۔ ان اسباب سے روایتوں

میں اس قدر بے احتیاطیاں ہوئیں کہ اغالیط (غلط باتیں) اور موضوعات (گڑھی

ہوئی حدیثوں) کا ایک دفتر بے پایاں تیار ہوگیا یہاں تک کہ امام بخاری نے جب

اپنے زمانے میں (۲۵۶ھ سے پہلے) صحیح حدیثوں کو جمع کرنا چاہا تو کئی لاکھ حدیثوں میں

سے انتخاب کرکے جامع صحیح (بخاری) لکھی جسمیں کل ۷۳۹۷ حدیثیں ہیں ان میں بھی

اگر مکررات نکال ڈالی جائیں تو صرف ۲۷۶۱ حدیثیں باقی رہتی ہیں[ع] – سیکڑوں ہزاروں

حدیثیں لوگوں نے دانستہ وضع کر لیں – حماد بن زید کا بیان ہے کہ چودہ ہزار حدیثیں

صرف ایک فرقہ زنادقہ نے وضع کر لیں (فتح مغیث ص۱۰۸) عبدالکریم وضاع نے

---

ع انہیں کئی لاکھ حدیثوں میں سے منتخب کی ہوئی حدیثوں میں سے یہ حدیثیں ہیں کہ روز قیامت

جب جہنم کا پیٹ نہ بھرے گا تو خدا اسمیں اپنی ٹانگ ڈال دے گا (بخاری جلد ص چھاپہ مصر) اور

حضرت رسول اللہؐ نے حضرت عائشہ کو حبشیوں کا ناچ دکھایا (بخاری جلد ص) وغیرہ اس قسم

کی بہت سی حدیثیں ہیں۔

خود تسلیم کیا کہ چار ہزار حدیثیں اس کی موضوعات سے ہیں (فتح مغیث ص۱۰۸)
علامہ شبلی نے اپنی تحریر میں بار بار اہل بدعت کی لفظ استعمال ہے جو
حدیثیں بنایا کرتے تھے لہٰذا میں خود علامہ موصوف ہی کے قلم سے اس کی بھی
توضیح کر دوں کہ وہ اہل بدعت کون تھے جو حدیثیں گڑھا کرتے تھے۔
شبلی صاحب لکھتے ہیں کہ۔ بہت سے پارسا و ثقات تھے جو نیک نیتی
سے فضائل (صحابہ) اور ترغیب میں (اہلسنت کے مذہب کی طرف مائل کرنے
کی غرض سے) حدیثیں گڑھا کرتے تھے۔ حافظ زین الدین نے کہا کہ
ان حدیثوں نے بہت ضرر پہنچایا کیونکہ واضعین (حدیث بنانے والوں)
کے تتقہ اور تورع اور زہد (یعنی ان کے تقویٰ اور پرہیزگاری اور اعتبار
کی بناپر یہ حدیثیں مقبول ہوگئیں اور رواج پاگئیں۔
پھر لکھتے ہیں کہ وضع کے بعد مسامحات غلط فہمیاں نے احتیاطوں کا
درجہ تفاحش کی وجہ سے ہزاروں اقوال رسول اللہ صلعم کی طرف بے قصد
منسوب ہوگئے۔ بعض محدثین کا قاعدہ تھا کہ حدیث کے ساتھ حدیث کی
تفسیر بھی بیان کرتے تھے اور اکثر حروف تفسیر حذف کر دیا کرتے تھے جس
سے سامعین کو دھوکا ہوتا تھا اور وہ ان کے تفسیری جملوں کو بھی حدیث
سمجھ لیتے تھے۔ تعجب ہے کہ اس قسم کے مسامحات بڑے بڑے ائمہ فن سے
صادر ہوئے۔
پھر لکھتے ہیں کہ بڑی آفت تدلیس کی تھی جس کا ارتکاب بڑے بڑے ائمہ فن
کرتے تھے اس تدلیس نے اسناد کے اتصال کو بالکل مشتبہ کر دیا۔

(سیرۃ النعمان چھاپہ دہلی ص۸۳) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت رسول اللہ صلعم کی
وفات کے بعد ہی زور و شور کے ساتھ حدیث سازی کا کارخانہ جاری ہوگیا اور
ایک صدی کے اندر اندر جھوٹی حدیثوں کا ایک دفتر بے پایاں تیار ہوگیا جنمیں
سے جھوٹی اور سچی حدیثوں کا جدا کرنا مشکل ہوگیا کیونکہ بڑے بڑے متقی اور پرہیزگار
اور قابل اعتبار محدثین حدیثیں بناتے تھے لہذا ان کی بزرگی و اعتبار کی بنا پر وہ
حدیثیں قبول کر لی گئیں اور عام طور پر عوام و خواص میں رائج ہو گئیں اور یقینا یہ سب
اہلسنت والجماعت سے تھے کیونکہ علامہ شبلی جیسا شخص اہل بدعت کو متقی اور پرہیزگار اور ثقہ
نہیں لکھ سکتا تھا نہ ان کی پرہیزگاری سے کوئی محدث دھوکہ کھا سکتا تھا۔ یہی حدیثیں اہلسنت کی کتابوں میں
بھری پڑی ہیں اور انہی پر ان کے مذہب کا مدار ہے چنانچہ مولانا عبدالحی
صاحب لکھنوی نے نافع کبیر مقدمہ جامع صغیر ص۱۳ میں لکھا ہے کہ کم من معتمد
اعتمد علیہ اجلہ الفقہاء مملوۃ من الاحادیث الموضوعۃ ولاسیما الفتاوی
یعنی کتنی ہی ایسی معتمد کتابیں ہیں جن پر بڑے بڑے فقہاء نے اعتماد کیا ہے
جو گھڑی ہوئی حدیثوں سے بھری پڑی ہیں ۔ جس کا ایک واضح ثبوت اہلسنت
اس کا ایک واضح ثبوت یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلعم سے صحابہ نے جو صحیح حدیثیں
روایت کی ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے چنانچہ علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ امام مالک
نے جب موطا لکھی تو اسمیں دس ہزار حدیثیں تھیں پھر امام مالک تحقیق کرتے
گئے تو یہ تعداد کم ہوتی گئی یہانتک کہ چھ سات سو رہ گئیں ۔ امام شافعی نے
صاف لفظوں میں امام ابوحنیفہ کے خیالات ظاہر کئے ہیں ۔ امام بیہقی نے
روایت کی ہے کہ ایک دن ہرم قرشی نے امام شافعی سے کہا کہ آپ وہ

حدیثیں لکھوائیے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں انہوں نے جواب دیا کہ ارباب معرفت
کے نزدیک صحیح حدیثیں کم ہیں کیونکہ ابوبکر صدیقؓ نے جو حدیثیں رسول اللہ سے روایت
کی ہیں ان کی تعداد سترہ سے زیادہ نہیں ہے عمر بن خطاب باوجود اس کے کہ رسول اللہ
کے بعد بہت مدت تک زندہ رہے ان کی روایت سے پچاس حدیثیں بھی ثابت نہیں
حضرت عثمان کا بھی یہی حال ہے حضرت علی اگرچہ لوگوں کو حدیث سیکھنے کی ترغیب
دلاتے تھے لیکن ان سے بھی حدیثیں کم ہیں کیونکہ وہ مطمئن نہیں رہے ان سے جو
حدیثیں مروی ہیں اکثر حضرت عمر اور حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت کی ہیں ان لوگوں کے
علاوہ اور صحابہ سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں لیکن اہل معرفت کے نزدیک وہ
حدیثیں صحیح سند سے ثابت نہیں۔ (سیرۃ النعمان ص ۸۵ بحوالہ مناقب الشافعی
از امام رازی فصل ۸ شرح مذہب شافعی)

امام ابوحنیفہ کا انتقال ۱۵۰ھ میں ہوا اور امام مالک کا انتقال ۱۷۹ھ میں اور
امام شافعی کا انتقال ۲۰۴ھ میں امام ابوحنیفہ کو حضرت رسول اللہ کی کل ستّرہ
حدیثیں پہنچی تھیں اور امام مالک نے موطا میں کل چھ سات سو حدیثیں صحیح پائیں اور
امام شافعی نے صاف کہدیا کہ یوں تو صحابہ سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں لیکن
ارباب معرفت کے نزدیک وہ حدیثیں صحیح سندوں سے ثابت نہیں اور امام بیہقی
بھی اپنے لوگوں کے ہم خیال تھے جس سے ثابت ہوا کہ ان تینوں ائمہ اہلسنت
کی تحقیق کے مطابق ۲۰۴ھ تک صحیح حدیثوں کی تعداد بہت کم تھی پھر تیسری
صدی ہجری سے جبکہ صحابہ اور تابعین دنیا سے گزر چکے اور تبع تابعین کا دور
آیا یک بیک حضرت رسول اللہ ﷺ کی لاکھوں حدیثیں صحیح السند کہاں سے نکل پڑیں

حجاز تھا۔

لکھا۔

کہ امام بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ نے حدیثوں کے اسفار تیار کر لئے اور ان کا نام صحاح
امام بخاری کا انتقال ۲۵۶ھ میں اور امام مسلم کا انتقال ۲۶۱ھ میں اور امام ابوداؤد
کا ۲۷۵ھ میں اور ابن ماجہ کا ۲۷۳ھ میں اور ترمذی کا ۲۷۹ھ میں اور نسائی کا انتقال ۳۰۳ھ
میں ہوا یہ سب تیسری صدی کے محدثین تھے پس دس ہزار ہا ہزار حدیثیں جو تیسری صدی میں ان لوگوں کو
مل گئیں وہ دو سو سال تک کہاں پوشیدہ رہیں جو امام ابوحنیفہ اور امام مالک
و امام شافعی کو باوجود کوشش و تلاش کے ہاتھ نہ آئیں نہ اسوقت تک ان اماموں
کے علاوہ کسی کو مل سکیں جو ان کو جمع کر لیتا امام مالک مدینہ میں پیدا ہوئے اور مدینہ ہی
میں وفات پائی جو کہ مرکز حافظان حدیث تھا ابن خلدون نے لکھا ہے کہ انقسم
الفقہ فیھم الی طریقین طریقۃ اھل الرائے والقیاس وھم اھل العراق وطریقۃ
اھل الحدیث وھم اھل الحجاز وکان الحدیث قلیلا فی اھل العراق (ابن خلدون
جلد ۱ ص ۳۷۲) یعنی علم فقہ متقدمین میں دو طریقوں پر منقسم ہوا ایک طریقہ اھل
الرائے اور قیاس کا اور وہ عراق والے ہیں اور ایک طریقہ اھل حدیث کا اور وہ
حجاز (مکہ اور مدینہ) والے ہیں کہ لیکن باوجود سعی و کوشش کے آپ کو صحیح حدیثیں
بہت کم ملیں اور جھوٹی ہزاروں کی تعداد میں — لیکن جب تیسری صدی میں امام بخاری
وغیرہ نے حدیثیں جمع کرنا شروع کیں تو لاکھوں کی تعداد میں صحیح حدیثیں مل گئیں یہاں تک
ان لوگوں کی کتابیں جنہوں نے نہ صحابہ کا زمانہ پایا نہ تابعین کا موطا امام مالک اور مسند احمد بن حنبل
سے بھی زیادہ صحیح اور مستند تسلیم کر لی گئیں اور موطا امام مالک اور مسند احمد بن حنبل
صحاح ستہ میں داخل نہیں کی گئیں علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی تو حدیث
میں کوئی تصنیف نہیں[عہ] تعجب ہے کہ امام مالک اور امام شافعی بھی اس لقب (محدث) سے

(حاشیہ: علم حدیث کا فن ... معلوم ہوا ... اور عراق میں حدیثیں کم تھیں)

عہ مسند جو امام ابوحنیفہ کے نام سے مشہور ہے وہ محمد بن محمود خوارزمی کی تصنیف ہے جن کا انتقال
۶۶۵ھ میں ہوا (سیرۃ النعمان ص ۶۲ و مترجم درمختار جلد ۱ ص ۲۷)

مشہور نہیں ہوئیں نہ ان کی حدیثوں کو وہ قبول عام حاصل ہوا جو صحاح ستہ کو (سیرۃ النعمان ص۷۱) یہی حال امام احمد بن حنبل کی مسند کا ہے

جس سے ظاہر ہے کہ تیسری صدی ہجری اور اس کے بعد کے محدثین کی نگاہ میں یہ لوگ علم حدیث میں قابل اعتبار نہ تھے چنانچہ علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ یہ سچ ہے کہ صحاح ستہ میں مصنفین نے امام (ابو حنیفہ) صاحب سے روایت نہیں کی (دو ایک روایتیں مستثنٰی ہیں) لیکن اس الزام میں اور ائمہ بھی شریک ہیں امام شافعی نے جن کو بڑے بڑے محدثین - مثلاً امام احمد بن حنبل - اسحٰق بن راہویہ - ابو ثور حمیدی ابو ذرعہ رازی - ابو حاتم نے حدیث اور روایت کا مخزن تسلیم کیا ہے ان کی سند سے صحیحین میں ایک بھی موجود نہیں ہے بلکہ بخاری و مسلم نے کسی اور تصنیف میں بھی امام شافعی کی سند سے کوئی روایت نہیں کی (سیرۃ النعمان ص۷۵ چھاپہ دہلی)

غرض یہ کہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی سے صحاح ستہ میں حدیثیں نہیں لی گئیں حالانکہ امام شافعی حدیثوں کے مخزن تھے اور امام مالک کی موطا اور احمد بن حنبل کی مسند بھی صحاح ستہ کے پایہ کو نہ پہونچ سکی بلکہ پہلی صدی اور دوسری صدی کے مصنفین کی کوئی بھی کتاب صحاح ستہ میں داخل نہیں کی گئی اور اہلسنت کی چھ صحیح کتابیں جو صحاح ستہ کہی جاتی ہیں ۱ بخاری ۲ مسلم ۳ ترمذی ۴ نسائی ۵ ابوداؤد ۶ ابن ماجہ - ان میں سے کوئی بھی پہلی یا دوسری صدی کی تصنیف نہیں -

علماء اہلسنت نے اس کی کئی تاویلیں کی ہیں مثلاً یہ کہ حدیثوں کے پرکھنے کے معیار اور اصول میں فرق کی بنا پر محدثین میں احادیث کی جانچ میں اختلاف پیدا ہوا ہے امام بخاری

و مسلم کا معیار بہت پختہ اور قوی تھا لہٰذا ان کی کتابیں سب سے زیادہ اصح
قرار پائیں ان دونوں کے بعد ترمذی و نسائی اور ابوداؤد کا درجہ ہے
ان کے بعد ابن ماجہ و مستدرک وغیرہ کا (دیکھو مقدمہ ہدایہ صـ۱۴ و صـ۱۵)
اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ امام ابوحنیفہ و امام مالک و امام شافعی و
امام احمد بن حنبل وغیرہ کا معیار و اصول صحت و ضعف حدیث کمزور اور ناقابل
اعتماد تھا اسی لئے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی سے صحاح ستہ میں حدیثیں
نہیں لی گئیں اور نہ امام مالک اور احمد بن حنبل کی کتابوں کو صحاح ستہ کا درجہ
حاصل ہو سکا۔

لیکن یہ تاویل قابل قبول نہیں ہے اسلئے کہ اس کو عقل قبول نہیں کرتی کہ بعد رسول اللہ صلعم
دو سو برس کا پورا زمانہ جو بڑے بڑے صحابہ اور تابعین کا دور تھا ایسی
شخصیتوں سے خالی گذرا جو سچی اور جھوٹی اور معتبر اور غیر معتبر حدیثوں کو
پرکھ سکتے نہ ان کے پاس کوئی مضبوط معیار و اصول تھا نہ خود حضرت رسول اللہ صلعم نے
ان کو بتایا تھا حالانکہ خود حضرت کی زندگی ہی میں جھوٹی حدیثیں بنانے کا
سلسلہ شروع ہو چکا تھا اور بقول علامہ شبلی کے صحابہ ہی کے عہد میں سیکڑوں
ہزاروں حدیثیں اہل بدعت نے وضع کر لی تھیں اور پہلی صدی گذرتے گذرتے
جھوٹی حدیثوں کا ایک دفتر بے پایاں تیار ہو گیا تھا، لیکن ایک شخص بھی ایسا نہ تھا
جو جھوٹی اور سچی حدیثوں کو جدا کر سکتا نہ ائمہ اربعہ میں یہ قوت تھی تو پھر الکوں
کے اجتہاد کا خدا ہی حافظ ہے کیونکہ اجتہاد کا دارومدار قرآن اور احادیث رسول
پر ہے پس جبکہ وہ لوگ نہ تو خود حدیث کے عالم تھے نہ ان کے زمانے میں صحاح

ستہ کا وجود تھا تو انہوں نے فتوے کیونکر دے حنفی و مالکی و شافعی و حنبلی
فرقے والے اس پر غور کریں۔

۲ یہ کہ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ احادیث کی صحت و ضعف کے پرکھنے کے
معیار و اصول میں محدثین کے درمیان اختلاف ہوتا ہے جب بھی یہ فیصلہ
کیونکر کیا جا سکتا ہے کہ پہلی اور دوسری صدی کے محدثین و مجتہدین کا معیار و
اصول کمزور تھا اور صحاح ستہ والوں کا قوی تھا۔ اس کا فیصلہ کوئی بھی
نہیں کر سکتا چنانچہ علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ اصول حدیث کے ظنی اور اجتہادی
ہونے ہی کا اثر ہے کہ محدثین کو احادیث کی صحت و عدم صحت میں اختلاف
ہوتا ہے ایک محدث ایک حدیث کو نہایت صحیح مستند اور واجب العمل
قرار دیتا ہے دوسرا اس کو ضعیف بلکہ موضوع کہتا ہے۔ محدث ابن
جوزی نے بہت سی حدیثوں کو موضوعات میں داخل کیا ہے جن کو دوسرے
محدثین صحیح اور حسن کہتے ہیں۔

پھر لکھا ہے کہ ان اصولی اختلافات کی وجہ سے احادیث کی صحت اور
عدم صحت میں جو اختلافات پیدا ہو گئے ہیں ان کا استقصاء کیا جائے
تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ (سیرۃ النعمان صـ 99)

اس تحریر سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ صحیح اور غیر صحیح اور جعلی حدیثوں
کا جدا کرنا کار مشکل ہے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی محدث کے معیار
و اصول کو صحیح اور دوسرے کو غلط کہنا بھی آسان نہیں ہے۔
اسی سبب سے جس طرح امام بخاری و مسلم اور ان کے بعد کے محدثین نے متقدمین کی

اسی سبب سے محدثین اجتک اس کا فیصلہ نہ کر سکے کہ کون سی حدیث سچی اور کون جھوٹی ہے ایک محدث ایک حدیث کو
صحیح اور واجب العمل بتاتا ہے اور دوسرا اس کو موضوع اور جھوٹی بتلاتا ہے۔

روایتوں کو صحاح ستہ کے برابر درجہ نہیں دیا اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی جیسے ائمہ سے
صحاح میں حدیثیں نہیں لیں اسی طرح بڑے بڑے جلیل القدر محدثین اہلسنت نے
خود امام بخاری کو ضعیف و متروک و بدعتی اور صحاح ستہ کو جعلی اور جھوٹی
حدیثوں کا ٹوکرا کہا ہے۔

**صحیح بخاری** ✤ امام اہلسنت سبکی نے کتاب طبقات میں لکھا ہے کہ مسئلہ لفظ کی
وجہ سے ابوزرعہ اور ابوحاتم نے محمد بن اسمعیل بخاری کو چھوڑ دیا تھا اور ان سے
حدیثیں نہیں لیتے تھے۔ (استقصاء جلد ۱ ص ۸۶ بحوالہ طبقات سبکی)
علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ابوزرعہ اور ابوحاتم ان بخاری سے
حدیثیں نہیں لیتے تھے (میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۳ ترجمہ علی بن عبداللہ بن جعفر)
اور خود امام ذہبی نے امام بخاری کو کتاب ضعفاء و متروکین میں درج کیا ہے
(استقصاء جلد ۱ ص ۸۷ بحوالہ فیض قدیر مناوی)
اور امام اہلسنت محمد بن یحییٰ ذہلی امام بخاری کو بدعتی جانتے تھے (طبقات شافعیہ
سبکی ترجمہ بخاری جلد ۲ ص ۱۲) باختصار

**صحیح مسلم** ✤ حفاظ (محدثوں) نے لکھا ہے کہ مسلم نے جب صحیح مسلم لکھ کر (اپنے استاد)
ابوزرعہ کو دکھایا تو ان کو برا معلوم ہوا اور غصہ میں کہا کہ تم نے اس کا نام صحیح
رکھا ہے حالانکہ تم نے اس کو بدعتوں کا زینہ بنایا ہے۔ اور امام اہلسنت
عبدالقادر صاحب نے لکھا ہے کہ خدا رحمت کرے ابوزرعہ پر انہوں نے بالکل
ٹھیک کہا ہے (جواہر مضیئہ جلد ۲ ص ۴۳)
اور ملا علی قاری نے کتاب رجال میں اور ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں لکھا ہے

کہ بخاری و مسلم میں غیر معتبر حدیثیں بہت ہیں۔

~~صحیح ترمذی~~ ۲ علامہ ذو النسبین نے لکھا ہے کہ ابو عیسیٰ ترمذی نے بہت سی جعلی حدیثیں بڑے جھوٹے راویوں سے لیکر اپنی کتاب میں بھر دی ہیں اور ان حدیثوں کا نام حسن رکھا ہے (استقصاء الافحام جلد ا صفحہ ۱۰۴ بحوالہ شرح اسماء النبی)

۰ اسی طرح سنن نسائی اور ابو داؤد اور ابن ماجہ کے متعلق بڑے بڑے محدثین و علماء اہلسنت نے لکھا ہے کہ ان میں جعلی حدیثیں بھری ہوئی ہیں (دیکھئے استقصاء، جلد ا صفحہ ۹۳۶ تا صفحہ ۱۱۱۰)

دوسری تاویل یہ کی ہے کہ مجتہد اور محدث کی حیثیتیں مختلف ہوتی ہیں محدث کا وظیفہ ہر قسم کی حدیثوں کا جمع کرنا ہے اسمیں قوت اجتہاد کا پایا جانا ضروری نہیں ہے اور مجتہد کا وظیفہ استنباط احکام و استخراج مسائل ہے لہٰذا اس کو احادیث سے زیادہ سروکار نہیں رہتا اسی سبب سے ائمہ اربعہ یعنی امام ابو حنیفہ اور امام مالک و امام شافعی اور امام احمد قلیل الروایۃ رہے اور محدثین کی نگاہ میں (جیسا کہ سیرۃ النعمان کے حوالے سے [illegible] گزر چکا۔) ان کی حدیثوں کا کوئی وقار نہیں رہا پھر عوام الناس کو مرعوب کرنے کے لئے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان کی قلت روایت کی مثال دیجاتی ہے لیکن اس مثال سے وہی شخص مرعوب ہو سکتا ہے جو خوش عقیدگی اور اندھی تقلید کی زنجیر میں جکڑا ہوا ہو لیکن جن کی فکر آزاد ہے اور دل میں جذبہ تحقیق ہے اس کے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خلفاء ثلثہ ہوں یا ائمہ اربعہ جب اسلامی کتابیں ان کی روایتوں سے خالی ہیں اور احکام شریعت میں ان کا قیاس و رائے سے فتویٰ دینا اور بیشمار غلطیاں

کرنا اور اپنی جہالت و ناواقفیت کا اعتراف کرنا معروف و مشہور ہے جن کو بڑے بڑے محدثین و علماء و فریقین نے لکھا ہے تو پھر کیونکر عقیدہ کر لیا جائے کہ وہ قرآن اور احادیث رسول کے بڑے عالم تھے لیکن یہ کہ یہ کہئے کہ جو سنی رہنا چاہتا ہے وہ تسلیم کرے کہ وہ لوگ علوم قرآن و احادیث رسول کے بڑے عالم بلکہ اعلم تھے ورنہ اس کو اہلسنت و الجماعت سے خارج کر دیا جائیگا۔

یہ تاویل پہلی تاویل سے بھی زیادہ کمزور ہے کیونکہ باتفاق جملہ علمائے اسلام اجتہاد کا سارا دارومدار قرآن اور احادیث رسول پر ہے جب قرآن و احادیث رسول میں کوئی بات نہ ملے تو مذہب اہلسنت میں اجماع اور قیاس پر عمل کرنے کی اجازت ہے لیکن قرآن اور احادیث رسول میں کسی حکم کے ملنے یا نہ ملنے کا فیصلہ اسی شخص کا قابل قبول ہے جو قرآن و احادیث رسول پر پورا عبور رکھتا ہو لیکن جس کو رسول اللہ کی حدیثیں پہونچی ہی نہیں اس کو اس فیصلہ کا حق نہیں ہے کہ فلاں حکم حدیثوں میں نہیں ملتا ہے اسلئے کہ عدم علم عدم وجود کی دلیل نہیں ہے اور نہ اس کو اجماع و قیاس پر عمل کرنے کی اجازت ہے نہ وہ اجتہاد کر سکتا ہے نہ فتویٰ دے سکتا ہے۔ اور محدثین و علماء اہلسنت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ خلفاء ثلثہ قلیل الروایہ تھے حضرت ابوبکر سے جو حدیثیں ثابت ہیں ان کی تعداد سترہ سے زیادہ نہیں اگرچہ اس سے زیادہ حدیثیں ان سے منقول ہیں لیکن وہ ثابت نہیں اور حضرت عمر و حضرت عثمان سے جو حدیثیں ثابت ہیں ان کی تعداد پچاس سے زیادہ نہیں۔ (حوالہ گزر چکا)

اور امام ابوحنیفہ کو رسول اللہ کی صرف سترہ حدیثیں پہونچیں تھیں (تاریخ ابن خلدون جلد ا صفحہ ۳۷۱) اور امام نسائی نے لکھا ہے کہ ابوحنیفہ لیس بقوی فی الحدیث

وھو کثیر الغلط والخطا علی قلہ روایتہ (کتاب الضعفاء والمتروکین امام نسائی
ص ۳۵ مطبوعہ انوار احمدی) یعنی ابوحنیفہ حدیث میں کچھ قوت نہیں رکھتے تھے
اور بہت غلطی و خطا کرتے تھے بسبب اپنی قلت روایت کے۔
امام مالک کا حال گزر چکا کہ دس ہزار حدیثیں انہوں نے موطا میں لکھیں پھر تحقیق کرتے
گئے تو صرف چھ سات سو حدیثیں رہ گئیں۔ امام شافعی نے صاف لفظوں میں کہہ دیا
رسول اللہ صلعم سے حدیثیں بہت سی مروی ہیں لیکن انمیں سے بہت کم ثابت ہیں
مسند احمد بن حنبل کی حدیثوں کا حال یہ ہے کہ اس کو صحاح ستہ کے صف میں جگہ نہ مل
سکی۔ انہی حدیثوں کی کمی کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے دین خوامیں
قیاس سے کام لینا شروع کیا اور اپنے زمانے کے مفتیوں کو قیاس سے کام لینے کی
حکم دیا چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے (حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۵۴ مطبوعہ بریلی) میں لکھا
ہے کہ حضرت عمرؓ نے شریح قاضی کو لکھا کہ ان جاءک شئی فی کتاب اللہ فاقض
بہ ولا یلفتک عنہ الرجال فان جاءک ما لیس فی کتاب اللہ فانظر سنۃ
رسول اللہ فاقض بہ فان جاءک ما لیس فی کتاب اللہ ولم یکن فیہ سنۃ
رسول اللہ فانظر ما اجتمع علیہ الناس فخذ بہ فان جاءک ما لیس فی
کتاب اللہ ولم یکن فیہ سنۃ رسول اللہ ولم یتکلم فیہ احد قبلک فاختر
ای الامرین شئت ان شئت ان تجتہد برائک ثم تقدم وان شئت
ان تتاخر۔ یعنی اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مسئلہ آئے جس کا فیصلہ تم کتاب
خدا میں پاؤ تو اسی کے مطابق فیصلہ کرو اور کسی دوسرے قول کو نہ دیکھو اور اگر
کتاب خدا میں نہ پاؤ تو سنت رسول میں دیکھو اور اس کے مطابق فیصلہ کرو اور اگر

سنت رسول میں بھی نہ پاؤ تو دیکھو کہ اس کے متعلق لوگوں نے کس بات پر اجماع کیا ہے
اسی کو اختیار کرو اور اگر اجماع بھی نہ پاؤ تو تم کو اختیار ہے چاہے اپنی رائے
سے اجتہاد کرو یا کوئی فیصلہ نہ کرو - لیکن یہ نہیں لکھا کہ جو بات نہ معلوم ہو وہ
مجھ سے پوچھو -

اور علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ امور شریعت میں قیاس کرنا حضرت عمر کی اولیات سے
شمار کیا جاتا ہے حضرت ابوبکر کے زمانے تک مسائل کے جواب میں قرآن مجید اور
حدیث اور اجماع سے کام لیا جاتا تھا قیاس کا وجود نہ تھا قیاس کی بنیاد اول
جس نے ڈالی وہ حضرت عمر ہیں (الفاروق جلد ۲ ص ۲۲) ان تحریروں سے معلوم
ہوا کہ دین میں قیاس وغیرہ کی اجازت خدا و رسول نے نہیں دی نہ حضرت
ابوبکر کو اس کی خبر تھی سب سے پہلے اس کی ایجاد حضرت عمر نے کی - علامہ
شعرانی نے لکھا ہے کہ کان عمر بن الخطاب اذا افتی الناس یقول ھذا رأی
عمر فان کان صوابا فمن اللہ وان کان خطاء فمن عمر (میزان شعرانی جلد ا ص ۲۱)
یعنی حضرت عمر جب کوئی فتویٰ دیتے تھے تو کہہ دیتے تھے کہ یہ عمر کی رائے ہے اگر ٹھیک ہو تو
اللہ کی طرف سے سمجھو اور اگر غلط ہو تو عمر کی طرف سے - جس سے ثابت ہوا کہ وہ خود
کی قیاس سے فتوے دیتے تھے لیکن اپنے فتووں پر مطمئن بھی نہ تھے -

غرض قرآن اور احادیث رسول سے ناواقفیت اور دامن اہلبیت چھوڑ دینے کی
بنا پر صحابہ نے شریعت میں قیاس سے کام لینا شروع کیا اور اپنے قاضیوں کو
قیاس سے کام لینے کی ہدایت کی پھر تو علمائے اہلسنت نے قیاس کو ایسی مقبولیت
حاصل ہوئی کہ سارے ممالک اسلام میں رائج ہو گیا اسلئے کہ یہ ایک سہل نسخہ ہاتھ آگیا

جس نے علماء کو تحقیق و جستجو اور اطاعت قرآن و اہلبیت سے آزاد کر دیا جو مسئلہ
قرآن و حدیث میں نہ ملا یا یہ کہ تھا لیکن علماء کی سمجھ میں نہ آیا فوراً اپنی رائے
سے جو چاہا فیصلہ کر دیا رفتہ رفتہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک اور امام شافعی
نے اس کو کمال تک پہنچا دیا یہاں تک امام ابو حنیفہ نے اپنے فتوے سے جو مسائل
بنائے ان کی تعداد کے متعلق علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ قلائد عقود العقیان
کے مصنف نے کتاب الصیانہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے جس
قدر مسائل مدون کئے ان کی تعداد بارہ لاکھ نوے ہزار سے کچھ زیادہ ہے
(سیرۃ النعمان صفحہ ۱۰۹) یہ تھے قیاس کے کرشمے کہ سترہ حدیثوں کے جاننے والے
نے تیرہ لاکھ فتوے دئے اسی قیاس کے سبب سے یہ گروہ اہل الرائے کے لقب سے مشہور ہوا۔

فرقہ اہل حدیث یا وہابی ⟺ اور اہل حدیث کا ایک بہت بڑا گروہ
ان کے خلاف پیدا ہو گیا جس نے ان پر سخت تنقید شروع کر دی اور تقلید
کا مخالف ہو گیا حالانکہ جس قیاس و تقلید کا وہ مخالف ہے اسی میں گرفتار ہے
امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد بن حنبل کی تقلید کا مخالف ہے لیکن حضرت
ابوبکر و عمر کی تقلید میں گرفتار ہے ائمہ اربعہ کے قیاس کو ناجائز کہتا ہے اور خلفاء
کے قیاس پر عمل کرتا ہے چنانچہ وہابیوں اور غیر مقلدین کے جس قدر بھی مسائل
عملیہ ہیں انہیں سے اکثر صحابہ کے قیاسی یا اجماعی فتوے ہیں اور اس کے
جواز کی دلیل وہ لوگ یہ پیش کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ کا زمانہ اور حضرت کے
فیصلے دیکھے ہوئے تھے لہذا ان کے فتوے حجت اور واجب العمل ہیں۔ لیکن یہ ابلہ فریبی ہے اس لئے کہ اگر یہ آنحضرت کا
ایک معجزہ تھا کہ جس نے بھی چالیس سال پچاس سال ساٹھ سال انتہائی جہالت میں زندگی گزارنے کے بعد ایمان قبول کیا اور چند سال

حضرت کے ساتھ رہا وہ مجتہد اور علامہ دہر ہوگیا تو چاہئے تھا کہ حضرت کی صحبت میں بیٹھنے
والا کوئی شخص کافر یا منافق نہ رہتا حضرت سب کو بقوت اعجاز مومن کامل اور ہر مومن
کو مجتہد مطلق بنا دیتے لیکن معلوم ہے کہ حضرت نے ایسا نہیں کیا نہ حضرت کو اجازت تھی کہ بااعجاز
کسی کو مومن بنائیں یا کسی کے سینہ میں علم و یقین بھر دیں۔

اور اگر علم و اجتہاد کا مدار اپنی صلاحیت پر تھا تو گزر چکا کہ حضرت ابوبکر نے اپنی ساری عمر میں
کل سترہ (۱۷) حدیثیں یاد کیں اور ان سترہ میں بھی بعض وہ حدیثیں ہیں جن کو حضرت امیر المومنین ؑ
اور حضرت خاتون جنت ؑ اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین ؑ نے جھٹلایا جیسے حدیث
نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ہے۔ اور حضرت عمر اور حضرت عثمان سے پچاس حدیثیں بھی
ثابت نہیں۔ علم حدیث کا تو یہ حال تھا۔

اور علم قرآن کا یہ حال تھا کہ شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب قرۃ العینین ص ۵۶ مقدمہ سادسہ
بیان علم شیخین میں لکھتے ہیں کہ یہ لوگ قرآن کے متعلق سوال کرنے والے کو ابی بن کعب کے
پاس بھیج دیتے تھے اور فرائض کے سائلوں کو زید بن ثابت کے پاس بھیجتے تھے اور مالی
سائلوں کو اپنے ذمہ لیتے تھے۔

اور علامہ سیوطی نے تفسیر اتقان جلد ۲ ص ۱۸۷ میں لکھا ہے کہ اشتہر بالتفسیر من الصحابۃ عشرۃ
الخلفاء الاربعۃ - یعنی صحابہ میں سے دس آدمی علم تفسیر میں مشہور تھے۔ جنمیں سے خلفاء اربعہ تھے
اما الخلفاء فاکثر من روی عنہ منہم علی بن ابی طالب ؑ والروایۃ عن الثلثۃ نزرۃ جدا
وکان السبب فی ذالک تقدم وفاتہم کما ان ذالک ہو السبب فی قلۃ روایۃ ابی بکر للحدیث
ولا احفظ عن ابی بکر فی التفسیر الا آثارا جدا لا تجاوز العشرۃ - یعنی خلفاء اربعہ میں
سب سے زیادہ علم تفسیر حضرت علی سے منقول ہے اور خلفاء ثلثہ سے بہت کم۔ اور ان کا

یہ ہے کہ صحابہ کا انتقال بعد رسول اللہ بہت جلد ہو گیا اور حضرت ابوبکر کی روایت کی
کمی کا سبب بھی یہی ہے - حضرت ابوبکر سے علم تفسیر میں جو روایتیں منقول ہیں وہ دس سے
زیادہ نہیں ہیں - علامہ سیوطی نے صحابہ کی روایتوں کی کمی کا سبب یہ قرار دیا ہے
ہے کہ صحابہ کا انتقال بعد رسول اللہ بہت جلد ہو گیا لیکن یہ عذر نا قابل قبول ہے اسلئے
کہ حضرت ابوبکر اگرچہ بعد رسول اللہ صرف دو سال زندہ رہے لیکن اس درمیان میں
بیشمار مسائل و مقدمات ان کے سامنے پیش ہوئے جنکے فیصلے وہ گھر سے نکل کر گلی
کوچوں میں مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر پوچھا کرتے تھے (دیکھئے ازالۃ الخفا اردو حصہ ۲
صـ ۲۲۹ وغیرہ) اگر آپ کے سینے میں علم بھرا ہوتا تو دوسروں سے پوچھنے کی حاجت
نہ ہوتی اور بہت سے علوم آپ سے ظاہر ہوتے - اور حضرت عمر بعد رسول اللہ صلعم بارہ برس
زندہ رہے آپکا انتقال سنہ ۲۳ھ میں ہوا اور حضرت عثمان بعد حضرت رسول اللہ صلعم
چوبیس برس زندہ رہے آپ کا انتقال سنہ ۳۵ھ میں ہوا پس یہ لکھنا کہ یہ لوگ
بعد رسول اللہ بہت جلد دنیا سے اٹھ گئے جاہل مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے .

دوسری دلیل - انلوگوں نے یہ دی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے مسلمانوں کو صحابہ
کی پیروی کا حکم دیا ہے لہٰذا ان کی پیروی بعینہٖ پیروی رسول صلعم ہے -
لیکن وہ حدیثیں جو اس کے ثبوت میں یہ لوگ پیش کرتے ہیں خود اجلہ محدثین و علماء
اہلسنت نے ان کے موضوع ہونے کا اقرار کیا ہے جس کو ہم نے اپنی کتاب الفرقۃ
الناجیۃ فی الاسلام میں بہت تفصیل سے لکھا ہے - حضرت رسول اللہ صلعم نے امت کو
صحابہ کی پیروی کا ہرگز حکم نہیں دیا بلکہ خود صحابہ کو اور ساری امت کو قرآن و اہلبیت
کی پیروی کا حکم دیا ہے جو باب مدینہ علم اور بدلیل آیت تطہیر و احادیث رسول معصوم

اور وارث کتاب اللہ تھے - (دیکھئے حدیث ثقلین)
لیکن اگر فرض کر لیا جائے کہ آنحضرت صلعم نے امت کو صحابہ کی پیروی کا حکم دیا تو غیر معصوم
کی تقلید کا جواز ثابت ہوتا ہے جس کو غیر مقلدین ناجائز و بدعت و کفر قرار دیتے ہیں
چنانچہ امام شعرانی نے لکھا ہے کہ نقل عن الامام داؤد کان رضی اللہ عنہ یقول انظرو
فی امر دینکم فان التقلید لغیر المعصوم مذموم وفیہ عمی للبصیرہ ٥ میزان شعرانی
صـ ۲۲) یعنی امام داؤد فرماتے تھے کہ اپنے دین کے معاملہ میں معصوم کی پیروی کرو
اسلئے کہ غیر معصوم کی پیروی مذموم ہے اور اسمیں اندھا پن ہے - پس سوال یہ ہے
کہ کیا حضرت عمر معصوم تھے اور کیا ان کی تقلید میں اندھا پن نہیں ہے جو کہ خود کہا
کرتے تھے کہ یہ عمر کا فتویٰ ہے اگر صحیح ہو تو خدا کی طرف سے سمجھنا اور اگر غلط ہو تو
تو عمر کی طرف سے - جب حضرت عمر کو خود خبر نہیں تھی کہ ان کا فتویٰ صحیح ہے یا غلط
تو جاہل رعیت کیا سمجھ سکتی تھی اور یہ کہنا کہ مجتہد کی خطا معاف ہے اس کے لئے ہے
جو مجتہد ہو اور اس کا اجتہاد ثابت ہو -
اور ملا معین لاہوری نے دراسات اللبیب میں لکھا ہے کہ والامام لیس بمعصوم
فی یاول لہ کلمات الشریعہ و نترک حقیقۃ الکلام ولم یاذن اللہ و رسولہ
الا فی لبصدہ النصرۃ لا حق وما امرنا باتباع مذہب من المذاہب دائما -
(دراسات اللبیب چھاپہ لاہور صـ ۹۸) یعنی امام کوئی بھی معصوم نہیں ہے تاکہ ہم قرآن
اور حدیث کے حقیقی معنی کو چھوڑ کر اور احکام شریعت کی تاویلیں کر کے اس امام
کے قول کے مطابق کریں (جیسا کہ علماء اہلسنت کا ہمیشہ شعار رہا) اور نہ خدا اور رسول
نے ہم کو کسی امام کی ایسی نصرت کا حکم دیا ہے نہ ہم کو کسی غیر معصوم کی پیروی

کا حکم دیا گیا ہے۔

کیا یہ سب عدم جواز کے فتوے صرف ائمہ اربعہ کی تقلید کیلئے ہیں اور صحابہ کرام اس سے مستثنیٰ ہیں اور کیا صحابہ کرام معصوم تھے اور ائمہ اربعہ غیر معصوم اور یہ دعویٰ کہ صحابہ کی پیروی بعینہٖ پیروی رسول ہے ویسا ہی دعویٰ ہے جیسا کہ مقلدین کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ او امام مالک و شافعی و احمد بن حنبل کی تقلید بعینہٖ پیروی رسول ہے اسلئے کہ وہ خیرون القرون میں تھے اور صحابہ او تابعین کے دور سے نزدیک تر تھے اور ان کے علم سے استفادہ کیا تھا اور اگرچہ ان سے روایتیں بہت کم منقول ہیں لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ وہ حدیث نہیں جانتے تھے اگر حدیث نہ جانتے تو فتوے کیونکر دیتے تھے بعینہٖ یہی معذرتیں ہیں جو صحابہ کرام کی طرف سے اہلحدیث پیش کرتے ہیں پھر کیا سبب ہے کہ صحابہ کی طرف سے یہی معذرتیں قبول کی جائیں اور ائمہ اربعہ کی طرف سے نہ قبول کئے جائیں اور اگر قیاس و رائے زنی اور دین میں بدعتیں قائم کرنا صحابہ کیلئے لائق معافی سمجھا جائے تو ائمہ اربعہ کیلئے کیوں نہ سمجھا جائے اور کیوں نہ ان کی تاویل کی جائے یہ تو بس مذہبی تعصب ہے اور کچھ نہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دو صدیوں تک حضرت رسول اللہ ﷺ کی صحیح المعنیٰ حدیثوں کی کمی رہی لیکن تیسری صدی میں یک بیک حضرت رسول اللہ ﷺ کی اتنی حدیثیں نکل آئیں کہ صحاح ستہ بخاری۔ مسلم۔ صحیح ابوداؤد۔ صحیح ترمذی۔ ابن ماجہ۔ نسائی اور ان کے علاوہ مسند دارمی۔ مسند ابویعلی۔ مسند عبد بن حمید۔ ابن ابی شیبہ۔ طیالسی۔ دار قطنی۔ ابن حبان۔ بیہقی۔ طبرانی۔ طحاوی۔ عبدالرزاق۔ مستدرک حاکم ابن مردویہ۔ خطیب۔ ابن شاہین۔ فردوس دیلمی۔ ابونعیم۔ ابن عساکر وغیرہ بہت سے مسانید تیار کر لئے گئے۔

**مذہبی جھگڑے:** جبتک کہ غیر مقلدین اور وہابیوں کا وجود نہ تھا یہ حنفی اور مالکی و شافعی و حنبلی یہ چاروں فرقے باہم جنگ کرتے رہے اور ایک دوسرے کو گمراہ و بدعتی کہتے اور لعنتیں کرتے رہے۔

**امام ابوحنیفہ:** امام شافعی نے کہا ہے کہ قیل لمالک ھل رایت ابا حنیفۃ فقال نعم رأیت رجلا لو کلمتہ فی ھذہ الساریۃ ان یجعلھا ذھبا لقام بحجتہ۔ (تاریخ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۲۹۵) یعنی امام مالک سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے امام ابوحنیفہ کو دیکھا تھا کہا ہاں وہ ایسا شخص تھا کہ اگر اس سے کہا جاتا کہ اس ستون کو سونا ثابت کر دو تو وہ ثابت کر دیتے

امام احمد بن حنبل نے امام ابوحنیفہ کے متعلق کہا کہ لا رای و لا حدیث (مناقب شافعی مصنفہ امام رازی صفحہ ۱۴۲) یعنی نہ تو ان کی رائے ٹھیک تھی نہ حدیث۔

پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی نے امام ابوحنیفہ کو فرقہ مرجیہ میں یعنی جہنمی فرقوں میں شمار کیا ہے (غنیۃ الطالبین صفحہ ۲۱۰)

اسی طرح علامہ شہرستانی نے کتاب ملل و نحل چھاپہ مصر صفحہ ۱۸۸ میں امام ابوحنیفہ کو مرجی لکھا ہے۔

امام بخاری نے لکھا ہے کہ سفیان ثوری کو جب ابوحنیفہ کی وفات کی خبر پہنچی تو انہوں نے خدا کا شکر کیا اور کہا کہ کان ینقض الاسلام عروۃ عروۃ ما ولد فی الاسلام مولود اشأم منہ (تاریخ صغیر بخاری صفحہ ۱۳۴) یعنی وہ اسلام کو

ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑتے تھے اسلام میں ان سے زیادہ منحوس کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا

بعض محدثین اہلسنت نے امام ابو حنیفہ کے متعلق یہ شعر کہا ہے کہ

وکم من فرج محصنة عفيفة ⁂ احل حرامه بابی حنیفه

یعنی کتنی پاکدامن عورتیں جو حرام تھیں ابو حنیفہ کے فتوے سے حلال کر لی گئیں۔

(معارف ابن قتیبہ مطبوعہ مصر ص۱۷۱)

شافعیوں نے شہر نیشاپور میں ۵۵۴ھ میں بہت سے حنفیوں کو قتل کیا اور ان کے گھر پھونک دیے (مراۃ الجنان یافعی جلد۴ ص۲۴۲)

امام شافعی۔ آپ کو علماء اہلسنت ابلیس سے بھی زیادہ مضر کہتے تھے اور آپ کے مرنے کی دعائیں کرتے تھے آپ کو یمن سے بغداد تک پا بزنجیر قید کر کے لایا گیا بیہقی نے لکھا ہے کہ جب آپ گرفتار کر کے ہارون الرشید (حنفی) کے دربار میں لائے گئے تو قاضی ابو یوسف اور امام محمد (شاگرد رشید ابو حنیفہ) نے ہارون کو آپ کے قتل کر دینے کی رائے دی اور کہا کہ اگر جلد تدارک نہ کیا گیا تو یہ شخص سلطنت کو الٹ دیگا (مذاہب الاسلام ص۳۸ و سیرۃ النعمان ص۱۶۹) بعض علماء حنفیہ نے اس سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ قاضی ابو یوسف اس واقعہ کے قبل انتقال کر چکے تھے لیکن اس کا ثبوت نہیں ہے کیونکہ قاضی ابو یوسف کا انتقال ۱۸۲ھ میں بتایا جاتا ہے اور اس وقت تک ہارون بھی زندہ تھا اور امام شافعی بھی زندہ تھے اور اس کا پختہ ثبوت یہ ہے کہ یہ واقعہ ۱۸۲ھ کے بعد کا ہے۔

شیخ علی بن حسن سیف الدین نے جو پہلے حنبلی تھے جب شافعی مذہب اختیار کیا تو علماء شہر نے ان کے زندیق ہونے کا فتویٰ دیا (مراۃ الجنان یافعی جلد۴

ص ۲۴) امام بخاری ومسلم نے امام شافعی کو ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے اور صحیح بخاری ومسلم میں ان سے کوئی روایت نہیں لی (سیرۃ النعمان ص ۱۷۵)

**امام مالک** ♦ آپ کی کتاب موطا کو صحیح کتابوں میں شمار نہیں کیا گیا چنانچہ آج بھی صحاح ستہ میں مؤطا داخل نہیں ہے۔ اگرچہ ان کے بعض ماننے والوں نے اس کے صحیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے

امام مالک بخلاف ابوحنیفہ کے ایمان میں زیادتی وکمی ہونے کے قائل تھے اور ان کا مذہب تھا کہ ایمان قول باللسان اور اخلاص بالقلب اور عمل بالجوارح کو کہتے ہیں۔ (مذاہب الاسلام ص ۳۲۶ بحوالہ کتاب فقہ مالکی) آپ کے اس قول میں رد ہے امام ابوحنیفہ کی اسلئے کہ ان کا مذہب ہے کہ ایمان میں کمی وزیادتی نہیں ہوتی اور ایمان میں عمل کو کوئی دخل نہیں۔ اسی طرح بہت سے مسائل میں امام مالک نے امام ابوحنیفہ کی مخالفت کی ہے۔ اور علماء حنفیہ کا قول ہے کہ۔ شعر

فلعنۃ ربنا اعداد رمل = علی من رد قول ابی حنیفہ

یعنی ریت کے ذرات کے برابر ہمارے پروردگار کی لعنت ہو اس شخص پر جو ابوحنیفہ کے قول کو رد کرے یعنی اس کی مخالفت کرے (ترجمہ درمختار جلد ۱ ص ۲۶)

مولانا نجم الغنی صاحب رامپوری نے اپنی کتاب مذاہب الاسلام میں لکھا ہے کہ ابن حزم نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور مالک کے مذہب نے عالم میں بوجہ ریاست و سلطنت کے رواج پایا۔ شرف الدین معز بن بادیس بن منصور نے ۴۰۶ھ میں جبکہ وہ والی افریقہ ہوا تو افریقہ کے تمام لوگوں کو مالکی بنا دیا ورنہ اس سے پہلے وہ لوگ حنفی مذہب پر تھے (مذاہب الاسلام ص ۳۷ بحوالہ تیسیر الوصول)

**امام احمد بن حنبل** ♦ علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ علامہ طبری جو خود بھی محدث و مجتہد تھے

ان کے اجتہاد سے انکار کیا ہے اور ابن عبد البر نے کتاب الانتقاء فی ثلاثۃ الفقہاء میں جو مجتہدین کے حالات میں ہے امام ابو حنیفہ اور امام مالک اور امام شافعی پر اکتفا کی ہے اور امام احمد بن حنبل کا ذکر نہیں کیا۔ امام رازی نے مناقب الشافعی میں لکھا ہے کہ امام شافعی کے بعد کوئی مجتہد مطلق پیدا نہیں ہوا۔ ان کل اماموں نے احمد بن حنبل کے اجتہاد سے انکار کیا ہے۔

امام احمد قرآن مجید کے قدیم ہونے کے قائل تھے (اور یہ عقیدہ کھلا ہوا کفر ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ کے علاوہ کوئی قدیم نہیں) لہذا معتصم عباسی نے آپ کو پا بہ زنجیر بلوایا اور قید کر دیا اور اٹھائیس ماہ قید رہے بھاری بھاری زنجیریں پاؤں میں ڈالی گئیں اور ذلت کے لئے محلوں میں بلائے جاتے تھے اور لوگ (اہلسنت) آپ کو طمانچے مارتے تھے اور آپ کے منہ پر تھوکتے تھے اور ہر شام کو قید خانہ سے نکال کر کوڑے لگائے جاتے تھے (مذاہب الاسلام ص ۳۹)

خلیفہ عباسی راضی باللہ نے حنابلہ کو ایک فرمان جاری کیا کہ تم اعتقاد کرتے ہو کہ ہمارے بڑے بڑے چہرے رب العالمین کی صورت پر ہیں۔ اور تمہاری ہیئت (شکل) خدا کی ہیئت (شکل) پر ہے اور تم کہتے ہو کہ اس کے گھونگھر والے بال ہیں اور تم قائل ہو کہ وہ آسمان پر چڑھتا اور اترتا ہے میں قسم کھاتا ہوں اگر تم ان باتوں کو نہ چھوڑو گے تو تم کو قتل کروں گا اور تمہارے گھروں اور محلوں کو برباد کر دوں گا۔ اور ۳۲۳ھ میں بغداد میں حنبلیوں اور شافعیوں میں بڑے فتنے برپا ہوئے (مذاہب الاسلام ص ۲۹)

باختصار یہ مذاہب اربعہ کے اختلافات اور باہمی جھگڑوں کا بیان ہے جو ان کا دعویٰ ہے کہ ہم سب ایک ہیں لیکن اہلسنت کے باقی بہت سے فرقے جیسے ہیں ہر ایک اپنے کو اہلسنت اور دوسرے فرقہ کو گمراہ و بدعتی اور ناجی کہتا ہے ان سب کے اختلافات کے لکھنے کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں نہ

**دین میں اختلاف کی بنیاد صحابہ نے ڈالی ؟** علامہ شہرستانی شافعی نے اپنی کتاب ملل ونحل میں لکھا ہے کہ اول تنازع وقع فی مرضہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیما وقع رواہ محمد بن اسمعیل بخاری باسنادہ عن ابن عباس قال لما اشتد بالنبی مرضہ مات فیہ قال ایتونی بدوات و قرطاس اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدی ابدا فقال عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد غلب علیہ الوجع وفی اخری ان الرجل لیھجر حسبنا کتاب اللہ و کثروا اللفظ فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع قال ابن عباس الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بیننا و بین کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

**حدیث قرطاس ÷** یعنی پہلی نزاع جو حضرت رسول اللہ ص کے مرض میں واقع ہوئی کہ امر میں ہوئی جس کو محمد بن اسماعیل بخاری نے اپنے اسناد سے ابن عباس رض سے روایت کیا ہے ابن عباس رض نے کہا کہ جب حضرت رسول اللہ ص کے مرض میں شدت ہوئی جس میں آپ کی وفات واقع ہوئی تو فرمایا کہ میرے پاس دوات اور کاغذ لاؤ تاکہ تمہارے لئے ایک ایسی تحریر لکھ دوں کہ بعد گمراہ نہ ہو گے پس عمر نے کہا کہ حضرت پر تکلیف غالب ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ یہ مرد ہذیان

بک رہا ہے ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے اس پر (صحابہ کے درمیان) قیل و قال زیادہ
ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ اٹھ جاؤ۔ نکل جاؤ میرے پاس سے میرے پاس جھگڑا سزاوار
نہیں۔ ابن عباس رضی نے کہا کہ یہ دنیا کی ایک عظیم ترین مصیبت تھی جو ہم لوگوں کے اور
حضرت رسول اللہ صلعم کی تحریر کے درمیان حائل ہوگئی۔

ص ۱۳۳

یہ واقعہ باختلاف الفاظ حسب ذیل کتابوں میں موجود ہے (بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۲ و جلد ۲
و جلد ۳ صفحہ ۶۱ و جلد ۴ صفحہ ۵ چھاپہ مصر) و صحیح مسلم کتاب الوصیت و مسند احمد بن حنبل
بروایت جابر ۱ صفحہ ۳۴۶ چھاپہ مصر و تاریخ طبری وغیرہ)

خدا کا آخری رسول رحمۃ للعالمین کا آخری وقت ہے حجرہ مبارک صحابہ کرام سے بھرا ہے
ناگاہ وہ زبان وحی ترجمان پیغمبر کو حرکت ہوئی اور ارشاد ہوا کہ لاؤ میرے پاس کاغذ اور دوات
تاکہ میں تم لوگوں کے لئے ایک ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم لوگ کبھی (تا قیامت) گمراہ
نہ ہو یعنی امت تہتر فرقوں میں تقسیم نہ ہو۔ آپس میں تلواریں نہ چلیں۔ خون
کے دریا نہ بہیں غلط اجتہاد اور گندی شریعتیں نہ بنیں۔ ایک دوسرے کو کافر نہ بنائے
خدا کا دین ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو۔ ہماری جانیں قربان اس رحمۃ للعالمین پر جس کو دنیا
دنیا سے اٹھتے اٹھتے بھی امت کی نجات اور فلاح کا حد درجہ خیال تھا۔

لیکن افسوس کہ فخر موجودات سرور کائنات کو جن کو پروردگار عالم نے ما ینطق عن
الھویٰ کی سند عطا فرمائی ان کا کلمہ پڑھنے والوں نے وصیت نامہ لکھنے نہ دیا اور ایسا
جواب دیا کہ اگر تا قیامت آسمان و زمین اس پر اشک خونیں برسائیں تو کم ہے زبان
پیغمبر سے کاغذ اور قلم لاؤ کا فرمان سن کر حضرت عمر چیخ اٹھے کہ ان الرجل لیھجر
حسبنا کتاب اللہ یعنی یہ مرد (نعوذ باللہ) ہذیان بول رہا ہے ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے

یہ پہلا روز تھا کہ حضرت عمر اور ان کے ہم نوا صحابہ نے دین خدا میں اختلاف اور امت میں
افتراق کی بنیاد ڈال دی۔

مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی کے یہ چند جملے ان کے انتہائے رنج و غم اور قلبی کیفیات
کے آئینہ دار ہیں پڑھئے اور غور کیجئے لکھتے ہیں کہ جن کے دل میں تمنائے خلافت چٹکیاں
لے رہی تھی انہوں نے دیکھا مشق سے منصوبہ بجا کو چٹکیوں میں اڑا دیا اور اس آیت
کی تاویل یہ کی کہ ہماری ہدایت کیلئے قرآن بس کرتا ہے اور چونکہ اس وقت پیغمبر صاحب
کے حواس بجا نہیں کاغذ و قلم و دوات کا لانا ضروری نہیں خدا جانے کیا کیا لکھوا دیں
(امہات الامۃ صفحہ ۹۲) مولوی نذیر احمد صاحب کی تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم
کی تحریر میں حضرت عمر اپنی خلافت کے لئے خطرہ محسوس کر رہے تھے لہذا آپ نے صرف
اپنی خلافت کو بچانے کیلئے رسول اللہ صلعم کو دوات و قلم دینے سے انکار کیا اور حضرت
پر ہذیان کی تہمت لگائی جس کی تائید خود حضرت عمر کے قول سے بھی ہوتی ہے۔

**حضرت رسول اللہ صلعم کیا لکھوانا چاہتے تھے** * علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ جلد ۳
جزو ۱۲ صفحہ ۶۳ میں بحوالہ تاریخ بغداد جناب ابن عباس سے روایت کی ہے انہوں نے
کہا کہ میں ایک مرتبہ شام کے سفر میں حضرت عمر کے ساتھ تھا ایک روز انہوں نے کہا کہ اے
ابن عباس میں تمہارے چچا زاد بھائی (حضرت علی) کی تم سے شکایت کرتا ہوں میں نے خواہش
ظاہر کی کہ وہ میرے ساتھ آئیں لیکن وہ نہیں آئے میرے خیال میں وہ ہمیشہ ناراض رہتے ہیں
ان کا سبب تم جانتے ہو میں نے کہا کہ آپ بہتر جانتے ہیں کہا میرا گمان ہے کہ ان سے
خلافت نکل جانے کے سبب سے وہ غمگین رہتے ہیں میں نے کہا ہاں ان کا
خیال ہے کہ حضرت رسول اللہ انہی کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے اور دوسری روایت میں ہے

کہ حضرت عمر نے کہا کہ حضرت رسول اللہ ص اپنے مرض کے زمانے میں جانتے تھے کہ خلافت
کے لئے حضرت علی کے نام کی تصریح کردیں لیکن میں نے فتنہ کے خوف سے روک دیا
امام بخاری نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن
عباس رض کو کہتے سنا کہ جمعرات کا دن ہائے وہ جمعرات کا دن کیا تھا پھر اسقدر
روئے کہ وہاں کی زمین آنسو سے تر ہوگئی تو میں نے پوچھا کہ یہ جمعرات کے دن
کا واقعہ کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ اسی دن رسول اللہ صلعم کا مرض شدید ہوا آپ
نے فرمایا کہ میرے پاس کاغذ لاؤ تا کہ ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم لوگ
ہرگز گمراہ نہ ہوگے تو لوگ (دینے اور نہ دینے کے متعلق) آپس میں جھگڑنے لگے
تو حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس جھگڑا مناسب نہیں ہے (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۳۳)
افسوس کہ وصیت نامہ نہ لکھا گیا اور خدا کا آخری رسول صحابہ کی بے وفائی و نافرمانی
کا غم لیکر دنیا سے اٹھ گیا اور امت مسلمہ ہلاکت و گمراہی کے سمندر میں ڈوب
گئی اور اس کے لئے اختلاف و افتراق کا دروازہ کھل گیا۔

**حضرت عمر کا قول حسبنا کتاب اللہ کے نتائج** صحابہ نے دامن اہلبیت چھوڑ دیا اور قرآن کو
لے لیا۔ معلم کو چھوڑ دیا اور کتاب حمایت لے لی۔ تخت و تاج و خزانہ بزور شمشیر حاصل کیا
جا سکتا ہے اجماع والکشن سے مل سکتا ہے لیکن کتاب خدا اور شریعت الٰہیہ کا علم جس کو خدا
عطا فرمائے وہی پاتا ہے یہ دولت خدا نے محمد و آل محمد علیہم السلام کو عطا فرمائی ہے ارشاد فرماتا
ہے ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا - پارہ سورہ ) یعنی پھر ہم نے
کتاب (قرآن) کا وارث ان لوگوں کو بنایا جن کو اپنے بندوں میں سے منتخب کیا۔ یہ آیت
اہلبیت رسول کی شان میں نازل ہوئی ہے (دیکھئے ینابیع المودۃ باب ۳ صفحہ ۲۰) لہٰذا دامن

اہلبیت چھوڑنے والوں کا جو انجام ہونا چاہئے تھا وہ ہوا ہزاروں مجتہدین پیدا ہوگئے جو اپنے مقصد کے مطابق قرآن کی تفسیر کرنے لگے اور فتوے دینے لگے اور قرآن اور احادیث رسول سے ناواقفیت کی بنا پر دین خدا میں قیاس ورائے زنی کرنے لگے اور مسلمانوں نے اپنی اپنی پسند اور مفاد کے مطابق جس کی چاہا تقلید کی اور اسکے مذہب کی نشر واشاعت میں مشغول ہوگئے اور اپنے اپنے مذہب کی تائید میں حدیثیں وضع کرتے رہے یہاں تک کہ صحابہ ہی دور میں مختلف شریعتیں اور مختلف طریقے قائم ہوگئے۔
علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد فتوحات کو وسعت ہوتی گئی اور تمدن کا دائرہ وسیع ہوتا گیا واقعات اس کثرت سے پیش آنے کہ اجتہاد و استنباط کی ضرورت ہوئی اور اجمالی احکام کی تفصیل پر متوجہ ہونا پڑا مثلاً کسی شخص نے نماز میں غلطی کی کوئی عمل ترک کر دیا اب بحث یہ پیش آئی کہ نماز ہوئی یا نہیں۔ اس بحث کے پیدا ہونے کے ساتھ یہ تو ممکن نہ تھا کہ نماز میں جس قدر اعمال تھے سب فرض کہہ دئے جاتے صحابہ کو تفریق کرنی پڑی کہ نماز میں کتنے احکام فرض ہیں کتنے واجب کتنے مسنون و مستحب اس تفریق کیلئے جتنے اصول قرار دئے جا سکتے تھے اس پر تمام صحابہ کی رایوں کا متفق ہونا ممکن نہ تھا اسی لئے مسائل میں اختلاف آراء ہوا اور اکثر مسئلوں میں صحابہ کی مختلف رائیں قائم ہوئیں۔ بہت سے ایسے واقعات پیش آئے کہ حضرت رسول اللہ صلعم کے زمانے میں ان کا عین واثر بھی پایا گیا تھا صحابہ کو ان صورتوں میں استنباط۔ تفریع۔ حمل النظیر علی النظیر۔ قیاس سے کام لینا پڑا ان اصولوں کے طریقے یکساں نہ تھے اسلئے ضروری اختلاف پیدا ہوا۔ غرض صحابہ ہی کے زمانے میں احکام و مسائل کا ایک دفتر بن گیا اور جدا جدا طریقے قائم ہوگئے (سیرۃ النعمان ص ۱۰۵ چھاپہ دہلی)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت رسول اللہ صلعم کے کوئی تفصیلی شریعت مسلمانوں کے ہاتھ
میں نہ دی بلکہ نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ کے اجمالی احکام صحابہ نے آنحضرت صلعم سے
حاصل کئے یعنی جسطرح رسول اللہ صلعم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اسطرح نماز پڑھنے لگے اور
جسطرح حج کرتے دیکھا حج کرنے لگے لیکن نماز میں کتنے احکام فرض ہیں کتنے واجب
کتنے مسنون و مستحب یہ تفصیل یا تو حضرت رسول اللہ صلعم نے بتائی ہی نہیں یا صحابہ نے
سیکھا ہی نہیں بعد رسول اللہ صلعم جب واقعات پیش آتے گئے تو صحابہ کو خود تفریق
کرنی پڑی جس کے اصول بھی انہوں نے خود مقرر کئے پھر اپنے اپنے مقررہ اصول
کے مطابق جس صحابی نے جس عمل کو چاہا فرض بنا دیا جس کو چاہا واجب بنا دیا
اور جس کو چاہا مستحب و مسنون بنا دیا یہاں تک کہ انہیں مفروضہ احکام و مسائل کا ایک
دفتر تیار ہو گیا اور جدا جدا مذہب قائم ہو گئے - پس جبکہ نماز جیسے اہم ترین فریضہ
کا جو رکن دین ہے اور روز و شب میں پانچ وقت ادا کی جاتی ہے - یہ حال تھا کہ
رسول اللہ صلعم نے اس کے کچھ بھی تفصیلی احکام صحابہ کو نہ بتائے تو دیگر عبادات
و معاملات و احکام حلال و حرام کی تفصیل کا کیا سوال ہے -
شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے زمانے میں احکام
کی قسمیں نہیں پیدا ہوئی تھیں آنحضرت صحابہ کے سامنے وضو کرتے تھے اور کچھ نہ
بتلاتے تھے کہ یہ رکن ہے یہ واجب ہے یہ مستحب ہے صحابہ آپ کو دیکھ کر اسطرح
وضو کرتے تھے نماز کا بھی یہی حال تھا یعنی صحابہ فرض و واجب وغیرہ کی تفصیل
و تدقیق نہیں کرتے تھے جسطرح رسول اللہ صلعم کو نماز پڑھتے دیکھا خود بھی پڑھ لی -
(ترجمہ ازالۃ الخفا حصہ اول فصل ۵ صفحہ ۳۲۱ مقصد اول)

اور علامہ شبلی نے مسند دارمی کے حوالہ سے امام ابو حنیفہ کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ آغاز نبوت سے تیرہ برس کا زمانہ تو ایسا ہر اعتبار سے تھا کہ صحابہ کو اپنی جان کی پڑی تھی اسناد و روایت کا کہاں موقع تھا۔ اسی ضرورت سے احکام و فرائض بہت کم تھے یعنی نماز کے سواء اور کچھ فرض نہیں ہوا تھا کیونکہ اس زحمت میں فرائض کی تکلیف تکلیف مالا یطاق سے کم نہ تھی۔ نمازیں بھی مختصر تھیں یعنی ظہر۔ عصر۔ عشاء۔ سب میں صرف دو دو رکعتیں فرض تھیں جمعہ اور عیدین سرے سے مامور نہ تھے سنہ ۲ھ یعنی نبوت کے تیرہویں برس روزے فرض ہوئے۔ زکوٰۃ کے متعلق اختلاف ہے علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ سنہ ۹ھ میں فرض ہوئی حج کا حکم بھی اسی سنہ میں ہوا غرض آغاز نبوت سے ایک مدت تک نماز کے سواء نہ اور احکام صادر ہوئے تھے نہ ان کے متعلق حدیثیں اور روایتیں پیدا ہوئی تھیں۔ صحابہ مسائل کے متعلق کچھ زیادہ پرس و جو (پوچھ گچھ) نہیں کرتے تھے خود قرآن میں حکم آچکا تھا کہ لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم ۝ یعنی رسول اللہ صلعم سے ایسی باتوں کا سوال نہ کرو کہ اگر وہ تم کو ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہو۔ عبداللہ بن عباس رض فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ کے اصحاب سے کسی قوم کو بہتر نہیں دیکھا کہ تمام زمانہ نبوت میں صرف تیرہ (۱۳) مسئلے رسول اللہ صلعم سے پوچھے جو سب قرآن میں موجود ہیں (سیرۃ النعمان صـ۱ صحابہ دہلی)

غرض یہ کہ نہ صحابہ نے حضرت رسول اللہ صلعم سے کچھ پوچھا اور نہ حضرت رسول اللہ صلعم نے صحابہ کو کچھ بتایا سارے زمانہ نبوت میں صحابہ نے حضرت سے کل تیرہ مسئلے پوچھے جو سب قرآن میں موجود ہیں جو اس امر کی دلیل ہے کہ صحابہ کو قرآن مجید کی بھی خبر نہ تھی یا خبر تھی

کو وہ اس کے سمجھنے سے قاصر تھے - یہ تھا حسبنا کتاب اللہ کہنے والوں کے علم و اجتہاد کا معیار
صحابہ کے اجتہاد نے مختلف شریعتیں اور مختلف فرقے جنم دئے زمانہ گزرتا گیا اور بیشمار
مجتہدین پیدا ہوتے رہے اور نئی نئی شریعتیں اور نئے نئے فرقے وجود میں آتے گئے
آپس کی مخالفتیں بڑھتی گئیں اور بات بات پر کفر کے فتوے ہوتے رہے یہاں تک
جماعت اسلامی کا شیرازہ پراگندہ ہوکر رہ گیا -

علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ اسلام کو ان مشاجرات (          ) سے زیادہ نقصان نہیں پہونچا جو
اختلاف آراء کی بنیاد پر قائم ہوگئے - ان اختلافات کی بنیاد اگرچہ صحابہ کے زمانہ میں شروع
ہوچکی تھی -

پھر لکھا ہے کہ صحابہ کے بعد یہ اختلافات زور پکڑتے گئے اور رفتہ رفتہ مستقل فرقے ہوگئے
اعتقادی اور فقہی مسائل اکثر ایسے ہیں جن میں نص قاطع (قطعی دلیل) موجود نہیں
اور ہیں تو ایک دوسرے سے متعارض (مخالف) اسلئے استنباط اور رفع تعارض کی
ضرورت نے اجتہاد کو بہت وسعت دی اور سیکڑوں رائیں قائم ہوگئیں بے شبہ ان
میں بہت سی صحیح نہیں لیکن یہ ضرور نہیں کہ وہ سب کفر ہوں -

افسوس ہے کہ سرگرم طبیعتیں جو مذہبی جوش اور تقدس کے نشہ میں سرشار تھیں اختلاف
رائے کے صدمے کی تاب نہ لاسکیں اور نہایت بے صبری سے مخالفت پر آمادہ ہوگئیں
بات بات پر کفر کے فتوے ہونے لگے جو لوگ جس قدر زیادہ مذہبی حرارت رکھتے تھے
اسی قدر کفر کے اطلاق میں کم احتیاط کرتے تھے رفتہ رفتہ یہ نوبت پہونچی کہ ہر فریق
نے دوسرے کی ضلالت و گمراہی ثابت کرنے کے لئے موضوع (گڑھی ہوئی) روایتوں
سے اعانت لی - پھر لکھا ہے کہ - ان تعصبات اور جھگڑوں نے جماعت اسلامی

کے تمام اجزاء پراگندہ کردئے اور مذہب - اخلاق - حکومت - تمدن - معاشرت سب کا
نقشہ بگڑ گیا (سیرۃ النعمان صـ۳۷ چھاپہ دہلی)

## کیا حضرت رسول اللہ ﷺ شریعت ناتمام چھوڑ کر دنیا سے گذر گئے

رہا یہ سوال کہ کیا واقعا حضرت رسول اللہ ﷺ نے شریعت ناتمام چھوڑی اور آپ کسی کو
کچھ نہیں بتاتے تھے اور حضرت سے سوال کرنے سے خداوند عالم نے مسلمانوں کو
منع فرمایا تھا جیسا کہ علامہ شبلی صاحب نے لکھا ہے -

خداوند عالم سورہ نحل پارہ ۱۴ میں ارشاد فرماتا ہے کہ ونزلنا علیک الکتٰب تبیانا لکل
شیء وھدی ورحمۃ وبشری للمسلمین ۰ یعنی ہم نے تم پر یہ قرآن نازل کیا جو ہر چیز
کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کیلئے -

حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب بڑے فتنے قائم ہونگے تو پوچھا گیا کہ ان سے نجات
کیونکر حاصل ہوگی فرمایا کہ کتاب خدا میں تم سے پہلے کی خبریں بھی ہیں اور تمہارے بعد کی بھی
اور تمہارے درمیان کے احکام بھی (تفسیر اتقان سیوطی جلد ۲ نوع ۶۵ بحوالہ ترمذی و
جناب عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ قرآن کو لازم پکڑو اس میں اولین
و آخرین کی خبریں ہیں - (ترمذی)

امام شافعی نے کہا کہ دین کی ہر بات کی دلیل قرآن میں موجود ہے (تفسیر اتقان سیوطی
بحوالہ بالا) اور ابن برہان نے کہا کہ ہر چیز یا تو قرآن میں خود موجود ہے یا اس کے
لئے کوئی قاعدہ مذکور ہے خواہ وہ قاعدہ اس سے قریب ہو یا دور ہو جس نے اس
قاعدہ کو سمجھا اس نے اس چیز کے حکم کو بھی سمجھ لیا اور جس نے نہ سمجھا وہ اس کے
حکم میں حیران و سرگرداں رہا (اتقان سیوطی جلد ۲ نوع ۶۵ صـ۱۲۶)

اور سورہ انعام پارہ ۷ میں ارشاد فرماتا ہے کہ ما فرطنا فی الکتاب من شئ ثم الی
ربھم یحشرون ۰ یعنی ہم نے اس کتاب میں کچھ نہ اٹھا رکھا پھر یہ لوگ اپنے رب
کی طرف اٹھائے جائیں گے - یعنی جملہ علوم اور تمام ماکان و مایکون کا اسی علم
ہے -

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کوئی شئی ایسی نہیں ہے جس کی طرف امت
تا قیامت محتاج ہو لیکن یہ کہ خدا نے اس کو قرآن میں بیان فرمادیا ہے اور ابن برہان
نے کہا کہ قرآن میں ہر چیز کا حکم یا تو خود بصراحت موجود ہے یا اس کے لئے خدا نے
کوئی قاعدہ کلیہ مقرر فرمادیا ہے جس نے اس قاعدہ کو سمجھا اس نے اس حکم کو بھی سمجھ
لیا اور جس نے نہیں سمجھا وہ ٹھوکریں کھاتا پھرا -

لیکن یہ علوم سب کو نہیں عطا ہوئے چنانچہ ارشاد ہے کہ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا
من عبادنا (سورہ فاطر پارہ ۲۲) یعنی پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے
بندوں کو - اس آیت میں کتاب کا وارث بنانے سے قرآن پر ایمان لانا یا اس کا
حافظ کر لینا مقصود نہیں ہے بلکہ علوم قرآن کا وارث بنایا مقصود ہے اور خدا کے برگزیدہ بندوں
محمد و آل محمد مقصود ہیں (ینابیع المودۃ باب ۳ ص ۲) ابو عمر نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے
انہوں نے کہا کہ ما کان احد من الناس یقول سلونی غیر علی بن ابیطالب ع
یعنی سوا علی بن ابیطالب ع کے کسی نے بھی دعوائے سلونی کرنے کی جرأت
نہ کی -

اور عبداللہ بن مسعود سے منقول ہے کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے
اور ہر حرف کے لئے ظاہر اور باطنی معنی ہیں اور وہ کل ظاہری اور باطنی معنی

علی ع کے پاس ہیں (وسیلۃ النجات ص ۱۳۹ و ینابیع المودۃ باب ۱۴ ص ۵۷)
جنگ صفین میں جب معاویہ کی فوج کو شکست ہوئی اور اس نے مکاری سے نیزوں پر
قرآن بلند کیا اور امان مانگنے لگے اور کہا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ قرآن فیصلہ
کرنے والا ہے تو حضرت امیرالمومنین ع نے فرمایا کہ میرے حکم پر تم لوگ عمل کرو
انا قرآن الناطق میں بولتا ہوا قرآن ہوں (ینابیع المودۃ ص ۵۷ بحوالہ مناقب)
یعنی قرآن کا صحیح مطلب اور اس کی تاویل میں جانتا ہوں اور میں بیان کر سکتا ہوں
قرآن نہیں بیان کر سکتا کیونکہ وہ بے زبان ہے -

ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ باب ۱۱ فصل ۱ ذکر آیت ۴ در فضائل اہلبیت ص ۱۹ چھاپہ مصر
میں لکھا ہے کہ روایات صحیح میں حضرت رسول اللہ ص سے منقول ہے حضرت نے فرمایا کہ میں
تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر دونوں کو پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے
کتاب خدا اور میرے اہلبیت میری عترت - میں نے ان دونوں چیزوں کا خدا سے سوال کیا
ہے پس تم لوگ ان کے آگے قدم نہ بڑھانا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور نہ ان سے جدا ہونا
ورنہ ہلاک ہوگے اور ان کو تعلیم نہ دینا کیونکہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں -
(بحوالہ طبرانی)

حضرت عثمان کے بعد جب حضرت امیرالمومنین ع کی بیعت کی گئی تو فرمایا کہ میری عترت کے
ابرار اور میری نسل کے طیبین و طاہرین بچپن میں حلیم اور بڑے ہو کر بڑے
صاحب علم ہوتے ہیں آگاہ ہو کہ ہم اہلبیت رسول ہیں ہمارا علم خدا کے علم سے ہے
اور ہمارا حکم خدا کے حکم کے مطابق ہوتا ہے اور ہم نے مخبر صادق سے سنا ہے
تو اگر تم لوگ ہماری پیروی کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور اگر نہ کی تو ہلاک ہوگے

حق کا نشان ہمارے ساتھ ہے جو اس نشان کی پیروی کرے گا وہ ہم سے مل جائے گا اور جو
پیچھے رہے گا ہلاک ہوگا ہماری ہی وجہ سے مومن اپنے عمل کی جزا پائیں گے
اور ہماری ہی وجہ سے تمہاری گردنوں سے ذلت کی رسن کھولی جائے گی (رحمت کے
دروازے) خدا نے ہمارے ہی سبب سے کھولے ہیں اور ہماری ہی (دشمنی) کے
سبب سے بند کرے گا (ینابیع المودۃ باب ۳ ص ۲۰ چھاپہ بمبئی بحوالہ کتاب علامہ جاحظ
عمرو بن بحر بصری)

حضرت رسول اللہ ص نے سب کچھ پہونچا جس کی امت تا قیامت محتاج ہوگی ✓ خداوند عالم پارہ ۲ سورہ بقرہ
میں ارشاد فرماتا ہے کہ کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم ایاتنا و یزکیکم و یعلمکم
الکتاب والحکمۃ و یعلمکم ما لم تکونوا تعلمون ٥ یعنی جیسے ہم نے تم میں تمہیں میں سے ایک
رسول بھیجا تاکہ تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے اور تمہارے نفوس کو پاک کرے اور تم
کو کتاب اور شریعت کی باتیں سکھائے اور وہ باتیں بتلائے جو تم پہلے نہیں جانتے
تھے - اس مضمون کی بہت سی آیتیں قرآن مجید میں ہیں جنمیں اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا
ہے کہ ہم نے تمہارے درمیان رسول اسلئے بھیجا ہے کہ وہ تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے
اور کفر و جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان و عمل کی روشنی کی طرف لائے اور تم
کو قرآن اور شریعت کی باتیں اور وہ باتیں جو تم نہیں جانتے تھے سکھائے پس جبکہ خدا ۳
نے قرآن مجید میں سب کچھ نازل کر دیا اور رسول بھیجا تاکہ وہ خدا کے نازل کردہ کلی و
جزئی سارے احکام اس کے بندوں تک پہونچا دے تو پھر ممکن نہ تھا کہ حضرت رسول اللہ
وضو کرتے اور نماز پڑھتے لیکن کسی کو کچھ نہ بتاتے کہ کیا رکن ہے اور کیا واجب
اور کیا مستحب جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور علامہ شبلی نے لکھا ہے یہ تو دامن رسالت

پر کوتاہی تبلیغ کا بہت بڑا دھبہ ہے - خود علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ حضرت علی ع
بچپن سے رسول اللہ صلعم کی آغوش تربیت میں پلے اور جس قدر ان کو آنحضرت کے اقوال
و افعال سے مطلع ہونے کا ملا کسی کو نہ ملا ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ آپ
دیگر صحابہ کی نسبت کثیر الروایۃ کیوں ہیں فرمایا کہ میں آنحضرت سے پوچھتا تھا
تو بتاتے تھے اور جب چپ رہتا تھا تو خود ابتداء کرتے تھے - اس کے ساتھ
ذہانت - قوت استنباط بلکہ استخراج ایسا بڑھا ہوا تھا کہ عموما صحابہ اعتراف
کرتے تھے حضرت عمر کا عام قول تھا کہ خدا نہ کرے کہ کوئی مشکل مسئلہ آن پڑے
اور علی موجود نہ ہوں - عبداللہ بن عباس خود مجتہد تھے مگر کہا کرتے تھے
کہ جب ہم کو علی کا فتوی مل جاتا ہے تو کسی چیز کی ضرورت نہیں -
(سیرۃ النعمان ص ۱۰۵)

پس اگر حضرت رسول اللہ سے پوچھنا اور حضرت کا بتانا کوئی پسندیدہ خدا بات نہ ہوتی
تو حضرت امیر المومنین ع کیوں پوچھتے اور حضرت رسول اللہ کیوں بتاتے اور بتایا بھی تو
اسطرح کہ علوم اولین و آخرین حضرت علی کے سینہ میں بھر دئے کہ آپ فرماتے تھے
کہ اگر چاہوں تو صرف سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹوں کا بار تیار کر دوں
(ینابیع المودۃ باب ۱۴)

شیخ علاء الدین سمنانی نے لکھا ہے کہ دیکھا یہ ہے کہ حضرت علی ع خاتم النبیین اور انبیاء
ما سبق کی شریعتوں میں کیسی جامعیت رکھتے تھے اور یہ جامعیت آپ کی کتاب
پڑھنے سے نہ تھی بلکہ رسول اللہ ص سے وراثت میں ملی تھی اور یہ علوم خداداد
اور الہامات الخصیہ سے تھے اور یہ مرتبہ انسان کامل کو حاصل ہوتا ہے (ینابیع المودۃ

باب ۱۲ ص۸۵ بحوالہ کبریت احمر



اور حضرت امام جعفر صادق ؑ سے ارشاد فرمایا کہ میں حضرت رسول اللہ
کی اولاد ہوں اور کتاب خدا کا جاننے والا ہوں اس میں ابتداء خلقت عالم سے
قیامت تک کے کل احکام و واقعات اور آسمان و زمین و بہشت و جہنم کی اور جو کچھ
ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کی خبریں ہیں اور میں اس کو یوں جانتا ہوں
جیسے اپنی ہتھیلی کی طرف دیکھ رہا ہوں خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے تبیانا
لکل شئی یعنی قران میں ہر چیز کا بیان موجود ہے (ینابیع المودة باب ۴ ص۲۰
بحوالہ مناقب)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ نہ خدا نے دین و شریعت نا تمام نازل کی نہ خدا کے رسول
اس کی تبلیغ میں کوتاہی کی لیکن جس کے لئے حکم خدا ہوا اسی کو بتایا۔ لیکن
صحابہ کے معتقدوں نے صحابہ کے عیب پر پردہ ڈالنے کے لئے یہی آسان سمجھا کہ
کہہ دیں کہ شریعت کی تفصیل نہ تو خدا نے نازل فرمائی نہ رسول اللہ ص نے کسی کو بتائی
بلکہ خدا نے صحابہ کو منع کر دیا تھا کہ رسول اللہ ص سے شریعت کی باتیں نہ پوچھا
کریں بلکہ اس کے لئے حدیث میں بنائی کہ حضرت ابن عباس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ
کے اصحاب سے بہتر کسی کو نہ پایا جنھوں نے سارے زمانہ نبوت میں آنحضرت سے
صرف تیرہ ۱۳ مسئلے پوچھے۔ حالانکہ خداوند عالم خود ارشاد فرماتا ہے کہ فاسئلو
اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۵ سورہ نحل پارہ ۱۴) یعنی اگر تم نہیں جانتے تو
اہل ذکر سے پوچھو۔ اور علامہ شبلی نے جو آیت پیش کی ہے کہ لا تسئلو عن
اشیاء ان تبد لکم تسوکم یعنی رسول سے ایسی باتوں کا سوال نہ کرو کہ اگر وہ تم پر

ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار گذرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول سے بیہودہ
اور لغو باتوں کے سوال نہ کرو نہ کہ کچھ پوچھو ہی نہیں (دیکھئے ازالۃ الخفا اردو
حصہ اول ص۲۴۶ وغیرہ)

غرض خدا اور خدا کے رسول نے علوم قران و شریعت کا وارث اہلبیت رسول کو بنایا اور ان کو
قران کا شریک بنا دیا اور حضرت رسول اللہ ص نے دنیا سے اٹھتے اٹھتے قران اور اہلبیت
کا دامن امت کے ہاتھ میں دیا اور انتہائی تاکید فرمائی کہ ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہنا
تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور اپنے آخر وقت میں صحابہ سے دوات و قلم مانگا کہ
اس وصیت کو خود صحابہ ہی کے قلم سے لکھوا کر ان کو اور ان کے بعد لوگوں کو قران
و اہلبیت کی پیروی کا پابند بنادیں لیکن حضرت عمر نے حسبنا کتاب اللہ کہہ کر فرمان رسول
کو ٹھکرا دیا اور ان کے تابعین نے جن کے دلوں میں بقول مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی کے
چلتے دلوں میں تمنائے خلافت و حکومت چٹکیاں لے رہی تھی ان کا ساتھ دیا۔ قران کے
ظاہری الفاظ لے لئے گئے اور دامن اہلبیت چھوڑ دیا گیا اور اس طرح چھوڑا گیا کہ ان کو
خلیفہ رسول یا مجتہد یا راوی حدیث کی حیثیت سے قبول نہیں کیا گیا اور سواد لوٹنے
اور دیکھو لکھنے اور نقل کرنے کے بھی اہل کا حقدار نہ سمجھا گیا چنانچہ ملا معین لاہوری اپنی
کتاب دراسات اللبیب میں لکھتے ہیں کہ فالفجیعۃ کل الفجیعۃ علی الامۃ ان
خلت مذاہب الاربعۃ من مذہب ائمۃ اہل البیت ثم اذا وجد فیہا شئی
من ذالک یعارض بمثلہ وقد سبقت منا رسالۃ مفردۃ فی انتقاد الموضعین
یعنی افسوس ہزار افسوس کہ چاروں اماموں کی کہ ہمارے چاروں مذہب کی کتابیں ائمہ
اہلبیت علیہم السلام کے مذہب سے خالی ہیں پھر طرفہ یہ ہے کہ اگر ان کتابوں میں ان کا

کوئی قول پایا بھی گیا ہے تو بالکل اس کے مخالف دوسرا قول پیش کر کے اس کو توڑ دیا گیا ہے
~~اور اس موضوع پر میں نے پہلے بھی رسالہ لکھا ہے جسمیں ان باتوں پر تنقید کی ہے~~
صحابہ نے اہلبیت کا دامن چھوڑا اور اہلبیت کے ساتھ علم قرآن و شریعت بھی ہاتھ سے کھو دیا اور اپنے اصول و فروع خود مرتب کر لئے ابھی خدا کے رسول کو دنیا سے اٹھے زیادہ زمانہ بھی نہیں گذرا تھا کہ بہت سے اصول و بہت سے مذاہب اور بہت سے سیر شالعتیں پیدا ہو گئیں — (امت مسلمہ کا پہلا اختلاف)

سب سے پہلے امت مسلمہ اسی روز دو حصوں پر تقسیم ہو گئی جس روز حضرت عمر نے خدا کے رسول کو نہایت جرأت و بے ادبی کے ساتھ وصیت نامہ لکھنے سے روک دیا اور الگ بڑا گروہ صحابہ کا جو خلافت و حکومت کا خواب دیکھ رہا تھا حضرت عمر کا ساتھ دیا اور **دوسرا گروہ شیعہ**: جو خدا اور اس کے رسول اور اہلبیت کا فرمانبردار اور دوست تھا حضرت رسول اللہ اور ان کے اہلبیت کا فرمانبردار اور طرفدار رہا اور صحابہ کی نافرمانی رسول پر ناراض ہو گیا یہ وہ گروہ ہے جو زمانہ حیات رسول سے شیعہ محمد و آل محمد کے نام سے مشہور تھا اس گروہ نے پھر صحابہ کی کسی اسکیم میں برضا و خوشی شرکت نہ کی۔ اور اصول و فروع میں ہمیشہ اہلبیت کا پیرو رہا۔ اس گروہ میں بڑے بڑے عظیم المرتبت اور جلیل القدر صحابہ کرام مثل حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابوذر غفاری اور حضرت عمار بن یاسر اور حضرت مقداد ابن اسود اور حضرت ابوایوب انصاری اور حضرت عباس اور حضرت عبداللہ بن عباس وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین داخل تھے جنکی مدح و ثنا میں قرآن مجید میں بہت سی آیتیں اور حضرت رسول اللہ ص کی بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے ان من شیعتہ لابراھیم اذ جاء ربہ

اور آج بھی شیعہ محمد و آل محمد، شیعہ علی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

بعقلب سلیم (پارہ ۲۳ سورہ صفت) یعنی انہیں کے شیعوں میں سے ابراہیم بھی تھے جبکہ اپنے پروردگار کی طرف وہ پاک و پاکیزہ دل سے بڑھے - بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ شیعتہ میں (ہ) کی ضمیر حضرت نوح ع کی طرف پھر رہی ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم ع حضرت نوح کے شیعوں میں سے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ ضمیر حضرت رسول اللہ ص کی طرف پھر رہی ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم ع حضرت رسول اللہ ص کے شیعوں میں سے تھے

ابوالقاسم حسکانی امام المفسرین نے اپنی تفسیر شواہد التنزیل میں سورہ بینہ آیت ۶ میں آیت اولئک هم خیر البریۃ کی تفسیر میں حضرت رسول اللہ ص سے روایت کی ہے کہ قال رسول اللہ ص وهو یتکی علی صدر علی ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک هم خیر البریۃ - هم شیعتک و میعادی معکم علی الحوض اذا اجتمعت الامم للحساب تدعون لوجوہ وایدی وارجل مبیضۃ منورۃ - یعنی حضرت رسول اللہ ص نے جبکہ آپ حضرت علی ع کے سینہ پر تکیہ کئے ہوئے تھے آیت خیر البریۃ تلاوت فرمائی اور فرمایا وہ تمہارے شیعہ ہیں اور میری اور تم لوگوں کی وعدہ گاہ حوض کوثر پر ہے جس وقت کہ ساری مخلوق حساب کیلئے جمع ہوگی تو تم لوگ اس حالت میں پکارے جاؤ گے کہ تمہارے منہ اور ہاتھ اور پاؤں منور ہوں گے -

اس حدیث کو بہت سے جلیل القدر علماء و محدثین اہلسنت نے اس آیت کی تفسیر میں متعدد طرق سے لکھا ہے - علامہ ابن حجر نے صواعق باب ۱۱ ص ۹۶ میں اور محمد بن یوسف گنجی نے کفایۃ الطالب ص ۱۱۹ میں اور خوارزمی نے مناقب فصل ۷ میں جابر بن

عبد اللہ انصاری سے اور ابن اثیر نے نہایہ جلد ۲ میں اور حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء
میں روایت کیا ہے - میں ایک بات اور ایک حدیث بطور شاہد کے لکھ دی اور تفصیل کیلئے
دیکھئے میری کتاب الفرقۃ الناجیۃ فی الاسلام ص۱۱۷ تا ص۱۲۵ -

**شیعہ کی تعریف** ✤ فیروزآبادی نے قاموس اللغت لغت شیعہ میں لکھا ہے کہ قد
غلب ھذا الاسم علی من یتولی علیا حتی صار اسما لھم خاصا یعنی شیعہ کا نام
علیؑ کے دوستوں پر بولا جاتا رہا یہاں تک کہ ان کا مخصوص نام ہو گیا -

اور علامہ شہاب الدین احمد بن عبد القادر حنفی شارح دلائل الخیرات کے حوالہ
سے لکھتے ہیں کہ وھو صلی اللہ علیہ وسلم راس اھل البیت و اصحابہ رؤس
الشیعہ (ذخیرہ المآل فی شرح جواہر اللآل) یعنی حضرت رسول اللہ ص راس اہلبیت
ہیں ان کے اصحاب رؤس شیعہ تھے -

اور شیخ شمس الدین محمد بن ابراہیم بن ساعد انصاری اپنی کتاب ارشاد القاصد میں
لکھتے ہیں کہ - الشیعہ ھم الذین شایعو علیا و قالو بامامتہ نصا و وصیۃ
ویرون ان الامامۃ لیست قضیۃ مصلحیۃ تناط باختیار العامۃ و یقولون
بعصمۃ الائمۃ و التولی و التبرع الا فی حال التقیۃ (ارشاد القاصد فی اسنی
المقاصد ص۵۶ چھاپہ بیروت) یعنی شیعہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت علیؑ کی
پیروی کی اور بنص و وصیت ان کی خلافت کے قائل ہوئے اور ان کا عقیدہ یہ
ہے کہ امامت کوئی سیاسی مسئلہ نہیں ہے جو عام لوگوں کے اختیار پر موقوف
ہو یہ لوگ ائمہؑ کی عصمت کے قائل ہیں اور سوائے تقیہ کے تولا اور تبرا
کے قائل ہیں - ان بیانات سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ شیعہ حضرت رسول اللہ ص

ہیں

اور ان کے اہلبیت کے دوستوں کا لقب ہے یہ گروہ حضرت رسول اللہ ص کے زمانے
میں موجود تھا اور اجلہ اصحاب رسول شیعہ تھے اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ امامت
بنص و وصیت رسول ہے نہ کہ اجماع و الکثرت پر اور تولا و تبرا ان کے مذہب
کا جزو ہے

**شیعوں کے عقائد** ✤ شیعوں کے اصول دین پانچ ہیں ع۱ توحید ع۲ عدل ع۳
نبوت ع۴ امامت ع۵ قیامت -

**شیعوں کے امام** ✤ ع۱ حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام ع۲ حضرت
امام حسن علیہ السلام ع۳ حضرت امام حسین علیہ السلام ع۴ حضرت امام زین العابدین
علیہ السلام ع۵ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ع۶ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
ع۷ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام ع۸ حضرت امام علی رضا علیہ السلام ع۹
حضرت امام محمد تقی علیہ السلام ع۱۰ حضرت امام علی نقی علیہ السلام ع۱۱ حضرت
امام حسن عسکری علیہ السلام ع۱۲ حضرت امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام آپ
اسی دنیا میں زندہ موجود ہیں لیکن خدا کے حکم سے ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں
جب حکم خدا ہوگا ظاہر ہوں گے اور دنیا کو عدل و انصاف سے پر کر دیں گے یہ ہیں رسول اللہ ص
کے برحق خلیفہ اور جانشین جو بنص قرآن و احادیث رسول معصوم ہیں جو حضرات ان ذوات مقدسہ
کے فضائل و حالات اہلسنت کی کتابوں میں دیکھنا چاہیں وہ علامہ ابن حجر مکی کی کتاب
صواعق محرقہ اور خواجہ محمد پارسا بخاری کی فصل الخطاب اور محمد یوسف گنجی کی
ینابیع المودۃ اور ملا مبین لکھنوی کی وسیلۃ النجات وغیرہ ملاحظہ فرمائیں -
پہلا گروہ جس نے رسول اللہؐ کو دوات و قلم دینے سے انکار کیا خانہ رسول سے

نکالے جانے کے بعد خلافت سازی میں مشغول ہوگیا یہاں تک کہ اس کو یہ بھی خبر نہ ہوئی کہ
رسول اللہ نے کب انتقال فرمایا پیغمبر خداص نے انتقال فرمایا آپ کا جنازہ تین روز
رکھا رہا اور اہلبیت رسول پیغمبر خدا کی آخری خدمات میں مشغول رہے اور مسلمانوں کے
انتظار میں رسول اللہ کا جنازہ آغوش میں لیے بیٹھے رہے لیکن صحابہ سقیفہ بنی ساعدہ میں
پیغمبر کی حکومت پر قبضہ کرنے کی تدبیروں میں مشغول تھے آخر بڑی دھینگا مشتی کے بعد
حضرت عمر اور ابوعبیدہ جراح کی کوششوں سے حضرت ابوبکر خلیفہ بنا لئے گئے وفات رسول
سے تیسرے دن صحابہ مدینہ میں آئے اور جنازہ رسول پر نماز پڑھی اور حضرت امیرالمومنین
کے مشورہ سے جس مقام پر آپ نے انتقال فرمایا تھا اسی مقام پر دفن کئے گئے۔
حضرت ابوبکر خلیفہ ہوگئے اور حضرت امیرالمومنین ع نے دیکھا کہ اسلام ابھی مکہ اور مدینہ
میں اور صرف لاکھ سوا لاکھ مسلمانوں میں محدود ہے اگر تلوار کھینچ لی تو اسلام فنا ہوجائے
گا اور حضرت رسول اللہؐ اور خود حضرت علی ع کی ساری محنتیں رائگاں ہوجائیں لہذا
آپ نے صبر کیا صرف احتجاج اور جہاد باللسان فرماتے رہے تاکہ طالبان حق کیلئے
حق کا راستہ واضح رہے
خلافت کا معاملہ طے ہوجانے کے بعد مسلمانوں کے مقدمات اور مسائل عبادات میں دربارہ خلافت
آنے لگے خلافت تو اجماع (الکشن) سے مل سکتی تھی لیکن علم قرآن و شریعت الکشن سے
کہاں مل سکتا تھا ناچار چھوٹے چھوٹے مسائل میں خلیفہ وقت کو بازار اور کوچوں میں
نکل کر ایک ایک مسلمان کا دامن پکڑ کر پوچھنے کی یا صحابہ کو جمع کرکے مشورہ کرنے کی ضرورت
پیش آئی اور اس کا نام اجماع رکھا گیا لیکن اس اجماع میں بھی سقیفہ بنی ساعدہ کی طرح
اہلبیت ع کی شرکت ضروری نہیں سمجھی گئی - ابوالقاسم نے میمون بن مہران سے روایت کی

# دوسری کتاب



انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر کے پاس جب کوئی مقدمہ آتا تھا تو پہلے قرآن میں تلاش کرتے تھے جب نہ پاتے تو احادیث رسول میں ڈھونڈھتے تھے اگر وہاں بھی نہ پاتے تو باہر نکل کر مسلمانوں سے پوچھتے تھے اگر مسلمان بھی نہ بتاتے تو صحابہ کو جمع کرکے مشورہ کرتے اور باتفاق آراء جو بات طے پاتی اسی پر فیصلہ کرتے تھے (تاریخ الخلفاء، صفحہ ۲۹ و ازالۃ الخفا حصہ ۲ صفحہ ۲۲۹) اگرچہ اس اجماع کی بنا بھی رائے اور قیاس ہی پر قائم تھی لیکن جب حضرت عمر کا زمانہ آیا تو انہوں نے قیاس کا دروازہ پاٹوں پاٹ کھول دیا اور اس کو احکام شرعیہ کی مستقل دلیل بنا دیا اور ہر شخص کیلئے اجتہاد کا راستہ آسان کر دیا اور قرآن و احادیث رسول سے ناواقفیت کا عذر دور کر دیا زمانہ گذرتا گیا اور بیشمار مجتہدین پیدا ہوتے رہے - نئی نئی سترمعتقین اور نئے نئے فرقے وجود میں آتے رہے - آپس کی تنازعین اور مخالفتیں بڑھتی رہیں اور بات بات پر کفر کے فتوے ہوتے رہے -

اس فرقہ کا ابھی کوئی امتیازی نام نہ تھا صرف مسلمان کہا جاتا تھا جو ایک مشترک لقب تھا درمیان مومن اور منافق کے - عثمان کے زمانہ میں اس کا نام عثمانیہ رکھا گیا -

لقب اہلسنت والجماعت حادث ہے ۴ علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۲ حالات معاویہ میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے ۴۱ھ میں حضرت امام حسن ؑ سے صلح کے بعد اس سال کا نام عام الجماعت رکھا گیا -

امام حسن بصری سے متعلق آپ بصرہ کے جلیل القدر فقہاء و مجتہدین و صوفیوں سے تھے آپ کے ملا جامی نے لکھا ہے کہ حسن بصری کبار تابعین سے تھے آپ نے ایک سو بیس ۱۲۰ اصحاب رسول سے ملاقات کی آپ کی ولادت ۲۰ھ میں ہوئی اور ۱۱۰ھ میں نواسی سال کی

عمر میں انتقال کیا (شواہد النبوۃ ص۲۳۶)
آپ بھی احکام شریعت میں قیاس سے کام لیتے تھے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے
حجۃ اللہ البالغہ ص۱۵۳ میں لکھا ہے کہ قال ابو النضر لما قدم ابو سلمۃ البصرۃ
اتیتہ انا والحسن فقال للحسن انت الحسن ما کان احد بالبصرۃ احب
الی لقاء منک وذالک انہ بلغنی انک تفتی برایک فلا تفت برایک الا
ان یکون سنۃ عن رسول اللہ صلعم او کتاب منزل - یعنی ابو النضر نے کہا کہ جب
(صحابی رسول) ابو سلمہ بصرہ پہونچے تو ہم اور حسن بصری ایکی ملاقات کو گئے تو
انہوں نے حسن بصری سے کہا کہ آپ ہی حسن بصری ہیں بصرہ میں آپ سے زیادہ
کسی سے ملنے کا مجھکو اشتیاق نہ تھا - میں نے سنا ہے کہ آپ اپنی رائے سے
فتوی دیتے ہیں سواد قرآن و حدیث رسول کے کبھی اپنی رائے سے فتوی نہ دیجئے -
بصرہ میں حسن بصری کی مجلس درس گرم تھی آپ کے شاگردوں میں واصل بن عطا
ایک شخص تھا اس نے کسی اعتقادی مسئلہ میں حسن بصری کی مخالفت کی اور حسن بصری
کے درس سے جدا ہوگیا جس پر بصری نے کہا کہ اعتزل عنا یعنی وہ ہم سے کنارہ کش
ہوگیا اور واصل نے اپنی مجلس درس جدا قائم کرلی اور خود اجتہاد کرنے لگا اور وہ
ایک بہت بڑا جتھا اس کے متقلدین کا ہوگیا اور روز بروز بڑھتا گیا یہ گروہ
معتزلی کہا جانے لگا - (مذاہب الاسلام ص...)
رفتہ رفتہ معتزلہ کو ترقی ہوتی گئی اور حسن بصری کے پیرو کم ہوتے گئے یہانتک کہ قریب قریب
سارے اہلسنت معتزلی ہوگئے اسوقت تک حنفی و مالکی و شافعی و حنبلی کا وجود نہ تھا
واصل بن عطا معتزلی کے شاگرد درجہ اجتہاد پر فائز ہوتے گئے اور اپنا اپنا مذہب

جدا بناتے گئے اور فرقہ معتزلہ میں فرقے بنتے گئے یہانتک کہ یہ فرقہ تیرہ فرقوں پر
تقسیم ہوگیا اور سب ایک دوسرے کو گمراہ اور بدعتی کہنے لگے ۱ واصلیہ پیرواں
واصل بن عطا بانی مذہب اعتزال ۲ ہذیلیہ پیروان احمد بن ابی الہذیل علاف ۳
نظامیہ پیروان ابراہیم بن سیار ۴ حدیثیہ پیروان فضل بن حدث ۵ معمریہ پیروان
معمر بن عباد ۶ ثمامیہ پیروان ثمامہ ابن اشرس نمیری ۷ ہشامیہ پیروان ہشام بن عمرو فوطی
۸ جاحظیہ عمرو بن بحر جاحظ ۹ خیاطیہ پیروان عمرو بن خیاط بغدادی ۱۰ جبائیہ پیروان ابو علی
جبائی ۱۱ تناسخیہ پیروان احمد بن ایوب بن مانوس ۱۲ مزداریہ پیروان ابو عیسی ابن صبیح ملقب
بمزدار ۱۳ حائطیہ پیروان احمد بن حائط -
عقائد معتزلہ - اصول دین تین ہیں - توحید و نبوت و قیامت -
خلافت - حضرت رسول اللہ صلعم نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا خلیفہ کا مقرر کرنا مخلوق پر
واجب سمجھا (مذاہب الاسلام ص۳۷۸ بحوالہ شرح مقاصد وغیرہ) امام کا معصوم ہونا
ضروری نہیں (مذاہب الاسلام ص۳۸۱) حضرت رسول اللہ صلعم کے خلیفہ برحق حضرت ابوبکر اور
عمر پھر عثمان پھر حضرت علی ؑ تھے - اور بعینہ یہی مذہب اہلسنت ہے
چند جلیل القدر معتزلی علماء اہلسنت کے نام - علامہ زمخشری محمود بن عمر صاحب تفسیر
کشاف معتزلی تھے (مقدمہ عالمگیری جلد اول ص...) اور مختار بن محمود صاحب قنیۃ المنیۃ
معتزلی حنفی تھے (مقدمہ عالمگیری جلد ا ص۷...) امام زاہدی معتزلی تھے اور فروع میں
حنفی تھے (در مختار جلد ا ص۱۰۱) ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ معتزلی تھے - علامہ
عمرو بن بحر جاحظ اور خیاط اور ابو القاسم کعبی اور ابو الحسین بصری سب معتزلی تھے حاشیہ
مذاہب الاسلام ص۳۷۹ بحوالہ اربعین امام رازی -

امام ابوحنیفہ - آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے امام مالک - ۹۳ھ میں اور امام شافعی ۱۵۰ھ میں امام احمد بن حنبل ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے - دوسری اور تیسری صدی میں انلوگوں کا اجتہاد چمکا انلوگوں نے اصول و فروع دونوں میں اجتہاد کیا اور جدا جدا اپنا مذہب قائم کیا لیکن یہ لوگ اصول سے زیادہ فروع میں مشہور ہوئے اور ہر ایک کا پیروی کرنے والا اسی کے نام سے مشہور ہوا -

اس درمیان میں اور بھی بہت سے مذاہب اصول و فروع میں پیدا ہوتے رہے - مثلاً

مرجیہ - اور ان کے بارہ ۱۲ فرقے ہیں امام ابوحنیفہ اسی فرقہ میں تھے (غنیۃ الطالبین صـ ۲۰۶)

خوارج - اور اس کے بیس فرقے ہیں - (شرح مواقف)

مشبہ - اور ان کے تین فرقے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ جائز ہے کہ خداوند عالم کسی شخص کی صورت میں ظہور کرے - اور اس کو چھو سکتے ہیں اور مصافحہ کر سکتے ہیں اور اس کے مخلص بندے دنیا و آخرت میں اس کو دیکھتے ہیں - (ملل و نحل صـ ۵۸)

صوفیہ - اور اس کے گیارہ فرقے ہیں ان کا عام عقیدہ ہے کہ خدا عارفین کے اندر حلول کرتا ہے اور موجودات عالم کی ہر چیز عین خدا ہے یعنی آسمان و زمین - چاند سورج تارے آگ پانی مٹی ہوا انسان حیوان کتا سور کافر ہاتھی گھوڑے کیڑے مکوڑے سب بظاہر دیکھنے میں جدا جدا چیزیں ہیں لیکن در حقیقت یہ خدا ہی ہے جو مختلف صورتوں میں جلوہ نما ہے - خدا جب عارفین کے اندر حلول کر جاتا ہے تو وہ عین خدا ہو جاتا ہے - اور "من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی - تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری" - پڑھتے اور رقص کرتے ہیں - اور عبادت ترک کر دیتے ہیں - گانا بجانا ناچنا اور بڑے بڑے جرائم اور گناہوں کا

کا ارتکاب اور بڑے بڑے جھوٹے دعوے کرنا اور جاہل مسلمانوں کو فریب دینا
ان کا شعار ہے خدا اس قوم کے مکر سے اپنے بندوں کی حفاظت فرمائے
ابراہیم ادہم - محی الدین ابن عربی - بایزید بسطامی - عباد بصری - طاؤس یمانی -
ایوب سجستانی - سفیان ثوری حسن بصری - رابعہ و سعداللہ - شیخ سہروردی
ملا رومی - منصور حلاج اور ہندوستان کے صوفی سب اسی گروہ میں داخل ہیں
انہیں صوفیوں میں بلکہ سب سے بدتر شیخ عبدالقادر جیلانی تھے جو بڑے پیر کے
نام سے مشہور ہیں آپ فاسد العقیدہ ہونے کے ساتھ سخت ناصبی اور دشمن
اہلبیتؑ بھی تھے اسی سبب سے پیروں میں آپ سب سے بڑے مانے گئے -
**زیدیہ** - اور اس کے چھ فرقے ہیں (غنیۃ الطالبین ص ۲۰۲) یہ لوگ اصول دین میں
معتزلی اور فروع میں حنفی ہیں (مذاہب الاسلام ص ۲۶۵ بحوالہ شرح مواقف)
اسی طرح بہت سے فرقے پیدا ہوتے رہے لیکن مذہب معتزلہ عروج پر رہا
**اشاعرہ پیروان علی بن اسمعیل اشعری** آپ ۲۶۰ھ یا ۲۷۰ھ میں پیدا ہوئے
آپ پہلے ابن کلاب کے شاگرد تھے جو نصرانیت سے اسلام لایا تھا اس کے بعد ابوعلی
محمد بن عبدالوہاب جبائی معتزلی کی شاگردی اختیار کی آپ چالیس سال تک
معتزلی رہے ایک روز ایک مسئلہ میں آپ سے اور آپ کے استاد سے مناظرہ ہوگیا
جس میں ابوعلی جبائی کو شکست ہوئی آپ نے مذہب معتزلہ چھوڑ دیا اور پندرہ
روز گھر میں بیٹھے رہے اس کے بعد جامع مسجد میں گئے اور منبر پر بیٹھ کر کہا اے
مسلمانوں اس عرصہ میں میں تم سے مخفی رہ غور کرتا رہا لیکن کوئی دلیل ایسی
نہیں پائی جس کی وجہ سے میں ایک شی کو دوسری شی پر ترجیح دے سکتا یہاں تک

خدائے پاک نے مجھے ایسے اعتقادات کی جانب ہدایت کی جن کو میں نے اپنی
کتابوں میں لکھا ہے اور میں نے اپنے اگلے اعتقادات کو چھوڑ دیا اور
وہ کتابیں جو اہل سنت کے مذہب پر لکھی تھیں مسلمانوں کو دیدیں (مذاہب
الاسلام ص۲۴۲ بحوالہ طبقات الفقہا، مولفہ تاج الدین عبدالوہاب سبکی)
ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر ص۶ میں لکھا ہے کہ اشعری نے اس کا (استاد
کا) مذہب ترک کر کے معتزلہ کا مذہب مٹانے اور مذہب اہل سنت والجماعت
میں روح پھونکنے کا ارادہ کر لیا اور اسی مذہب کا نام لوگوں نے اہلسنت و
الجماعت رکھا -
اور شرح عقائد نسفی ص۶ میں ہے کہ و ترک الاشعری مذھبہ فاشتغل
ھو و من تبعہ بابطال رای المعتزلہ و اثبات ما ورد بہ السنۃ و مضی
علیہ الجماعۃ فسموا اھل السنۃ والجماعۃ یعنی اشعری نے اپنے استاد ابو
علی جبائی کا مذہب ترک کر دیا اور وہ اور اس کے تابعین معتزلہ کے مذہب
کے باطل کرنے میں اور مذہب اہلسنت والجماعت کے اثبات میں مشغول ہو گئے
پس وہ لوگ اہل سنت والجماعت کے نام سے موسوم ہو گئے
ابو الحسن اشعری فقہ میں شافعی مذہب پر تھے (مذاہب الاسلام ص۲۴۳)
حکیم مولانا نجم الغنی صاحب نے مذاہب الاسلام ص۲۱۲ میں لکھا ہے کہ قاضی ابوبکر باقلانی
اور ابن فورک اور ابو اسحاق اسفرائنی اور امام غزالی اور عبدالکریم شہرستانی اور
فخر الدین وغیرہ نے مذہب کے مددگار ہوئے اور مخالفین کے ساتھ مناظرے اور
مجادلے کئے اور اپنی تصنیفات میں بہت سی دلیلیں بیان کیں یہاں تک کہ اشعری

مذہب ۳۸۰ھ میں عراق میں پھیل گیا پھر شام کی طرف منتقل ہوا - جب
سلطان صلاح الدین یوسف مصر کے بادشاہ ہوئے تو انہوں نے سارے لوگوں کو
التزام عقائد اشاعرہ پر آمادہ کیا اور اس عقیدہ کا اوقاف دیار مصر میں ہونا
شرط کیا جیسے مدرسہ ناصریہ و خانقاہ سعد السعداء واقع قاہرہ - چنانچہ یہی
حال عقیدہ اشعری کی سارے ملک مصر و شام و ملک حجاز و یمن و زمین مغرب میں
چلی گئی - ملک مغرب یعنی افریقہ میں اشعری کی رائے کو ابو عبداللہ محمد بن تومرت شاگرد
غزالی نے داخل کیا اور ایک عقیدہ بنا دیا جس کو عامہ نے یاد کر لیا یہاں تک کہ
اس کے قائم مقاموں کی تلوار کے زور سے یہ اعتقاد ان شہروں میں ایسا
جاری ہوا کہ جو کوئی خلاف کرتا اس کی گردن ماری جاتی یہاں تک کہ سوا اس
کے سب مذاہب مٹ گئے کوئی مذہب علاوہ اشعری کے باقی نہ رہا - مگر حنابلہ
کا مذہب -
حاصل کلام - یہ ہے کہ اہلسنت والجماعت کا بعد رسول کوئی نام نہ تھا صرف مسلمان کہے جاتے
تھے جو ایک مشترک لقب تھا درمیان مومن اور منافق کے - الغرض جب حضرت امام حسنؑ
اور معاویہ سے صلح کے بعد ان کا نام الجماعت ہوا (اسی وقت سے حدیث افتراق امت
میں الجماعۃ کی لفظ کا الحاق کیا گیا) اس کے اس فرقہ کے لوگ مختلف فرقوں میں تقسیم
ہوتے رہے اور اس فرقہ کے نام سے موسوم ہوئے واصل بن عطا نے جب معتزلی مذہب
کی بنیاد ڈالی اور اس کے اصول و فروع مرتب کئے تو یہ فرقہ معتزلی کہا جانے لگا پھر
معتزلہ میں بھی فرقے پیدا ہوتے گئے اور وہ فرقہ مختلف ناموں سے یاد کیا جانے
لگا جب ائمہ اربعہ کے اجتہاد کو عروج ہوا تو معتزلی فرقہ حنفی و مالکی و شافعی

وحنبلی چار فرقوں پر تقسیم ہوگیا - اس کے بعد ۳۸۰ھ تک جتنے بھی حنفی
ومالکی وشافعی وحنبلی تھے وہ فروع میں تو اپنے اماموں کے مقلد تھے لیکن اصول
عقائد میں معتزلی وخارجی ومرجی ومشبہ اور صوفی وزیدی وغیرہ بہت
سے فرقوں پر منقسم تھے کیونکہ اس وقت تک ابوالحسن اشعری کے مذہب کا
وجود نہ تھا ۳۸۰ھ میں جب ابوالحسن اشعری کا مذہب عراق وشام ویمن وحجاز
ومصر وافریقہ وغیرہ میں بزور شمشیر وحکومت پھیلا دیا گیا تو بہت سے فرقے
مسلمانوں کے اشعری مذہب میں داخل ہوگئے اور اسی وقت سب سے پہلے
اس مذہب کا نام اہل السنت والجماعت قرار پایا اسی سبب سے اہل
السنت والجماعت کا نام نہ حدیث رسول میں کہیں ملتا ہے نہ اقوال صحابہ و
تابعین میں اسلئے کہ اس وقت اس فرقہ کا وجود نہ تھا -
اسی طرح معتزلی وجہمی وزیدی و اشعری و حنفی ومالکی وشافعی وحنبلی وغیرہ نام بھی
نہ قرآن مجید میں ہیں نہ کبھی زبان رسول اللہ وصحابہ وتابعین سے سنے گئے اگر ان مذاہب
کا وجود ہوتا یا یہ حق ہوتے تو کلام خدا ورسول میں ضرور ان کی تصریح یا کم از کم ان
ان کی طرف اشارات پائے جاتے -

سوال ← اب سوال یہ ہے کہ ۳۲۴ھ کے قبل جبکہ ابوالحسن اشعری کا انتقال ہوا یا
۳۸۰ھ کے قبل جبکہ اشعری مذہب دنیا میں پھیلایا گیا مسلمان کس عقیدہ پر تھے
نیز خود امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کس مذہب
پر تھے فروع میں تو بقول اہلسنت یہ لوگ خود مجتہد تھے لیکن عقائد میں کیا تھے -
اگر یہ لوگ عقائد میں بھی مجتہد تھے اور ان کے عقائد ٹھیک بھی تھے تو ابوالحسن اشعری شافعی

ے اور سارے مسلمانوں نے جسطرح فروع میں ان کی تقلید کی عقائد و اصول دین میں ان کی پیروی کیوں نہ کی اور اشعری کو جدا اپنے اصول و عقائد ترتیب دینے کی ضرورت کیوں پڑی اور یہ عقائد اشعری کے نام سے کیوں مشہور ہوئے۔
اور اگر ائمہ اربعہ صحیح عقائد اشعریہ پر نہ تھے تو فرق ضالّہ (گمراہ فرقوں) میں تھے پس ان کی تقلید کیونکر جائز ہو گئی۔

**فقہ اکبر ابو حنیفہ کی تصنیف نہیں** — علامہ شبلی نے سیرۃ النعمان ص ۶۵ چھاپہ دہلی میں فقہ اکبر کے امام ابو حنیفہ کی تصنیف ہونے سے انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ کتاب ابو مطیع بلخی کی تصنیف ہے۔
لکھتے ہیں کہ اس کے علاوہ ابو مطیع بلخی جو اس کتاب کے راوی ہیں حدیث و روایت میں چنداں مستند نہیں ہیں کتب رجال میں ان کی نسبت محدثین نے نہایت سخت ریمارک کئے ہیں اگرچہ میں کلیۃً ان کو تسلیم نہیں کرتا تاہم ایک ایسی مشتبہ کتاب جس کا ثبوت صرف ابو مطیع بلخی کی روایت پر منحصر ہو۔ محدثانہ اصول پر قابل تسلیم نہیں ہو سکتی۔
میرا خیال ہے کہ ابو مطیع بلخی نے ایک رسالہ میں بطور خود عقائد کے مسائل قلمبند کئے تھے رفتہ رفتہ وہ امام صاحب کی طرف منسوب ہو گیا اس خیال کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ علامہ ذہبی نے عبر فی اخبار غبر میں ابو مطیع کا جہاں ذکر کیا ہے ان لفظوں سے کیا ہے کہ صاحب الفقہ الاکبر جس کے متبادر معنی یہی ہیں کہ خود ابو مطیع اس کے مصنف ہیں، اور بالکل مضمون کے آخر میں لکھا ہے کہ بے شبہ ہماری ذاتی رائے یہی ہے کہ آج امام صاحب کی کوئی تصنیف موجود نہیں ہے۔ (سیرۃ النعمان ص ۶۶) یہ علامہ شبلی کا ذاتی عقیدہ ہے لیکن عام اہلسنت اس کو امام ابو حنیفہ کی تصنیف سمجھتے ہیں اور ان کے عقائد فقہ اکبر کے مطابق ہیں۔

**ماتریدیہ** — اسی چوتھی صدی میں جبکہ ابوالحسن اشعری مذہب اہلسنت کی ترتیب میں

مشغول تھے روس کے صوبہ سمرقند کے ایک شہر ماترید میں محمد بن محمد بن محمود ماتریدی حنفی
ایک شخص اصول وفروع مذہب حنفی کی جمع و ترتیب میں مشغول تھا اس نے سب سے
جراٗنکو اصول وفروع مرتب کئے اور سنیوں کے ایک بہت بڑے گروہ نے اس کی
پیروی کر لی ماتریدیوں نے چالیس ایسے اصولی مسائل میں اشعری کی مخالفت کی ہے
جو ایک دوسرے سے متناقض ہیں اور خود ان کے مذاہب میں بھی سبب گمراہی
وضلالت ہیں اسی بنا پر ابتداء میں ہر فرقہ انہی کا دوسرے پر قدح کرتا تھا ۔
مولانا نجم الغنی صاحب نے لکھا ہے کہ اب خیال کرو کہ اعتقاد میں خلاف پیدا
ہوجانے کے سبب سے ابتداء میں اشعریہ اور ماتریدیہ اور ضنابلہ میں
باہم کیسی قدر تباین و تنافر تھا ہر ایک دوسرے کے عقیدہ میں قدح کرتا تھا
(مذاہب الاسلام صـ ۸۴)

**ائمہ اربعہ سے وہابیوں کی بغاوت ۴** بحقوق اہلسنت اور خصوصا ائمہ اربعہ یعنی
امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے بے لگام فتووں
اور دین خدا میں قیاس آرائی اور بے جا مداخلت سے باغی ہوکر جب وہابیوں
نے اجتہاد و تقلید شخصی کو قطعا ناجائز اور بدعت اور سبب گمراہی وضلالت قرار
دیا اور قرآن و احادیث رسول کی پیروی کا مدعی ہوا۔ اگرچہ غیر مقلدوں کا فرقہ کوئی نیا
فرقہ نہیں ہے بلکہ اہلسنت کا ایک فرقہ ائمہ اربعہ کے زمانے ہی سے ایسا چلا آرہا ہے
جو تقلید و اجتہاد کا مخالف اور قرآن و احادیث کی پیروی کا مدعی تھا چنانچہ محی الدین
ابن عربی بڑے پیر عبد القادر جیلانی علامہ شہرستانی - ابن قیم - ابن حزم - ملا علی قاری
علامہ شعرانی - طحطاوی - سرخسی - شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہ بہت سے گزرے

بس جو نے صاف صاف ائمہ اربعہ کی تقلید کی مخالفت کی ہے - تحمل

محی الدین ابن عربی لکھتے ہیں کہ وصیۃ الحق اوصیک بہ ان کنت عالما فحرام علیک ان
بخلاف ما اعطاک اللہ دلیلہ ویحرم علیک تقلید غیرک مع تمکنک من حصول الدلیل
فان لم تکن فی ھذہ الدرجۃ وکنت مقلدا فایاک ان تلتزم مذھبا بعینہ بل
اعمل کما امرک اللہ وھو ان تسال اھل الذکر ان کنت لا تعلم واھل الذکر ھم العلماء
بالکتاب والسنۃ (حقیقۃ الفقہ ص<u>۵۶</u> بحوالہ معیار الحق مطبوعہ رحمانی ص<u>۱۲۸</u>)
یعنی میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اگر تم عالم ہو تو تم پر حرام ہے کہ اللہ نے جو دلیل
تم کو دی ہے اسکے خلاف عمل کرو پس اگر تم کو دلیل حاصل ہو سکتی ہے تو تم کو اپنی
تحقیق کے خلاف کسی کی تقلید کرنی حرام ہے اور اگر تم اس درجہ پر نہیں ہو بلکہ مقلد ہو
تو ہرگز کسی مخصوص مذھب کی پیروی نہ کرنا بلکہ خدا کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کرنا
اور اہل ذکر سے پوچھنا اور اہل ذکر وہ ہیں جو قرآن اور حدیث کے عالم ہیں -

اور ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ ومن المعلوم ان اللہ سبحانہ وتعالی ما کلف احدا ان
یکون حنفیا او مالکیا او شافعیا او حنبلیا بل کلفھم ان یعملوا بالسنۃ (حقیقۃ
الفقہ بحوالہ شرح عین العلم مطبوعہ استنبول ص<u>۳۲۶</u>) یعنی یہ بات معلوم ہے کہ
خدا نے کسی شخص کو حنفی یا مالکی یا شافعی یا حنبلی ہونے کی تکلیف نہیں دی ہے
بلکہ تکلیف دی ہے کہ وہ سنت کی پیروی کریں -

اور علامہ طحطاوی حنفی نے لکھا ہے کہ اعلم انہ لم یکلف اللہ تعالی احدا من عبادہ
بان یکون حنفیا او مالکیا او شافعیا او حنبلیا بل اوجب علیھم الدین بما بعث بہ
محمد صلعم والعمل بشریعتہ (حقیقۃ الفقہ ص<u>۵۷</u> بحوالہ القول السدید مطبوعہ بنگلور ص<u>۲۱</u>)

یعنی جاننا چاہئے کہ خدا نے اپنے بندوں میں سے کسی کو حنفی یا مالکی یا شافعی یا
حنبلی ہونے کی تکلیف نہیں دی ہے بلکہ ان پر اس کے دین کا علم واجب کیا ہے
جس کے ساتھ اس نے حضرت رسول اللہ صلعم کو مبعوث فرمایا اور ان کی شریعت
کی پیروی واجب کی ہے۔

علامہ سرخسی نے لکھا ہے کہ اگر تقلید جائز ہوتی تو ابو حنیفہ سے پہلے جو لوگ گزرے
ہیں جیسے حسن بصری اور ابراہیم نخعی ان کی تقلید زیادہ بہتر تھی بنسبت ابو حنیفہ
کے (حقیقۃ الفقہ ص۵ بحوالہ مبسوط سرخسی مطبوعہ مصر کتاب الوقف)

اسی طرح بہت سے علماء نے مذاہب اربعہ کی تقلید کی مخالفت کی ہے لیکن مذاہب
اربعہ کے غلبہ کی وجہ سے یہ لوگ بظاہر خود بھی انہیں چاروں مذہبوں میں سے
کسی کے مقلد رہے اور اہلحدیث کا فرقہ مستقل فرقہ نہ بن سکا مثلاً ملا علی
قاری اور امام طحطاوی اگر تقلید کو ناجائز حرام جانتے تھے اور دوسروں کو تقلید
سے روکتے تھے لیکن خود حنفی مذہب کے پیرو تھے۔ بڑے پیر صاحب خود فرقہ
اہلحدیث سے تھے غنیۃ الطالبین میں آپ نے لکھا ہے کہ واما الفرقۃ الناجیۃ فھی
اھل السنۃ والجماعت یعنی فرقہ ناجیہ اہلسنت والجماعت ہیں غنیہ ص۱۹۲ پھر لکھا ہے
اھل السنۃ لا اسم لھم الا اسم واحد وھو اصحاب الحدیث ص۱۹۳ یعنی اہلسنت
کا صرف ایک نام ہے اور وہ اھل حدیث ہے۔ لیکن آپ حنبلی مذہب رکھتے تھے
(مذاہب الاسلام ص۱۷۲) مولانا نجم الغنی صاحب نے لکھا ہے کہ فرقہ اہلسنت والجماعت
میں بھی اختلاف پیدا ہو کر کئی فرقے ہو گئے ہو گئے چوتھی صدی سے پہلے کسی مذہب
معین کی قید نہ تھی یہاں تک کہ بغداد کو لشکر چنگیز خانی نے پامال کیا اور سلطان اعلی

اسلام کی بربادی ہوگئی تو لوگوں کی رائے مذاہب اربعہ پر قرار پائی اسلئے کہ یہ مذاہب اور فتوا (ھب)
کی نسبت کسی قدر مدون ہو چکے تھے مگر ابھی تک کوئی تقلید کو واجب نہیں جانتا تھا بلکہ
عوام کے لئے تقلید کو مستحسن خیال کرتے تھے علماء کے حق میں تقلید مکروہ جانتے تھے
بعد اس کے علم کی کمی ہوتے ہوتے اور جہل پھیلتے پھیلتے تقلید کی ضرورت نے ترقی کی
اور علماء مذاہب اربعہ تمام عالم میں پھیل گئے اور ان مذاہب کی تقلید مقرر ہو گئی اور بعض
اہل تحقیق جو تقلید کے محتاج نہ تھے وہ خاص اس ضرورت سے تقلید میں پڑ گئے کہ عامہ
خلائق ان سے منحرف نہ ہو جائے اور برا نہ جاننے لگے۔
اور ابن حزم نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے مذہب نے عالم میں
بوجہ ریاست و سلطنت کے رواج و امتیاز پایا (مذاہب الاسلام ص۲۷ بحوالہ
تیسیر الوصول) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ بہت سے علماء و محققین جو تقلید کے محتاج
نہ تھے یا تقلید کو ناجائز اور بدعت سمجھتے تھے وہ صرف عوام الناس کے خوف سے یا
حکومت کے خوف سے مذاہب اربعہ میں سے کسی کی تقلید کرنے لگے۔
بارہویں صدی میں نجد میں ایک شخص محمد بن عبد الوہاب پیدا ہوا اس نے اہلحدیث کا
مستقل فرقہ بنا دیا اور بادشاہ وقت کی مدد سے علی الاعلان مذاہب اربعہ کی مخالفت
اور اپنے عقائد کی نشر و اشاعت شروع کر دی پھر اس کے ماننے والوں نے نجد سے نکل
کر مکہ اور مدینہ پر حملہ کیا اور تاراج کیا اور بڑے بڑے مظالم کئے اور سب کو اپنا ہم خیال
بنا لیا علامہ شامی نے ردالمختار جلد ۳ باب البغاۃ میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانے میں
عبد الوہاب کے ماننے والوں کا واقعہ ہوا یہ لوگ نجد سے نکلے اور مکہ اور مدینہ
شریف پر غلبہ کیا وہ لوگ اپنے آپ کو حنبلی مذہب کہتے تھے لیکن ان کا عقیدہ

یہ تھا کہ صرف ہم مسلمان ہیں اور جو ہمارے عقیدہ کے خلاف ہے وہ مشرک ہے اسلئے
انہوں نے اہل سنت والجماعت کا قتل جائز سمجھا اور ان کے علماء کو قتل کیا
یہ واقعہ ۱۲۲۳ھ میں ہوا۔
یہ مذہب ہندوستان میں اس طرح پہونچا کہ دہلی میں ایک شخص مولوی اسمعیل
پیدا ہوا اس نے عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا اردو میں خلاصہ کیا اور
اس کا نام تقویۃ الایمان رکھا۔ اس کتاب کو اہلسنت کے پڑھے لکھے طبقہ اور
دولتمند طبقہ نے زیادہ قبول کیا۔
مولوی اسمعیل کے معتقدین دو فرقہ ہو گئے ایک وہ جو ظاہر بظاہر مذاہب اربعہ کی
تقلید کا مخالف ہے یہ غیر مقلد اور وہابی کہا جاتا ہے اور دوسرا وہ جو بظاہر اپنے
کو حنفی کہتا ہے لیکن عقیدہ میں بالکل وہابیوں کے موافق ہے یہ بنگالی وہابی
یا دیوبندی کہا جاتا ہے (کتاب جاء الحق ص۶) اس فرقے والوں سے حنفی زیادہ
خائف ہیں کیونکہ یہ ان میں مل جل جاتے ہیں اور عام طور سے وہ ان کو پہچان
نہیں سکتے لہذا عوام ان سے زیادہ دھوکہ کھاتے ہیں۔
وہابیوں کی کامیابی کا ایک راز یہ ہے کہ انہوں نے مکہ اور مدینہ کو قبضہ کر کے اس کو
اپنا مرکز بنا لیا ہے وہاں سے وہ اپنی تبلیغات عالم کے گوشے گوشے میں جاری کرتے
ہیں لاکھوں حجاج ہر سال اقطار عالم سے زمانہ حج میں وہاں پہونچتے ہیں اور وہاں
سے وہابی خیالات لیکر پلٹتے ہیں۔
دوسرا راز یہ ہے کہ وہ اپنی تحریر و تقریر میں پہلے شیعوں کو اور خصوصا عزاداری کو
ہدف بناتے ہیں اور چونکہ اہلبیت رسول اور ان کے شیعوں کی مخالفت اور

دشمنان اہلبیت کی محبت جو ایک جو مشترک ہے وہابیوں اور غیر وہابیوں کے
درمیان میں لہذا عام مسلمان اس سے خوش ہوتے ہیں اور ان کو بڑا ہمدرد و خادم
اسلام سمجھتے ہیں اور ان کی باتوں کو قبول کرتے ہیں اس کے بعد رفتہ رفتہ اپنے
اپنے عقائد کی تبلیغ کرتے ہیں چنانچہ حنفیوں اور وہابیوں کی کتابیں پڑھیے باہمی
جھگڑوں میں ہر ایک دوسرے کو ملحد اور کافر بناتا ہے اور اپنے اپنے باطل عقائد کی
تائید میں نہ تغیر یا افترائے سے پرہیز کرتا ہے نہ جھوٹی حدیثوں سے احتراز کرتا ہے
اور دشمنی اہلبیت اور عزاداری کی مخالفت میں سب متحد نظر آتے ہیں سواء تھوڑے
اہلسنت کے جنمیں ابھی محبت اہلبیت کی بو باس باقی ہے اور دشمنان اہلبیت سے
نفرت رکھتے ہیں۔
مولانا حاجی احمد یار خانصاحب نعیمی بدایونی نے وہابیوں کی رد اور مذہب حنفی کی تائید
و اثبات میں ساڑھے چار سو صفحات کی ایک کتاب لکھ ڈالی ہے جس کا نام جاء الحق
رکھا ہے اس میں آپ نے قرآن مجید اور احادیث اور اجماع و قیاس کی دلیلوں سے
مزارات اولیاء پر عمارت بنانا۔ ان کی زیارت کو جانا۔ ان پر چلہ کھینچنا۔ عرس کرنا
ان کے توسط سے دعائیں مانگنا۔ نذر کرنا، قبروں پر پھول ڈالنا، چراغان کرنا
اولیاء اللہ کے نام پر جانور پالنا تبرکات کی تنظیم کرنا۔ عرس میں شرکت کیلئے سفر کرنا
ڈھول بجانا گانا بجانا ناچنا تھرکنا سب کو جائز ہی نہیں بلکہ بہترین عبادت ثابت
کیا ہے جنمیں میں صرف ایک قوالی کے متعلق آپ کی ایک تحقیق باختصار نقل کرتا ہوں
فہرست کتاب جاء الحق ص۵۲۳ میں سرخی یہ ہے "مسئلہ قوالی کی نہایت نفیس تحقیق"
**قوالی کے جواز کی ایک عمدہ دلیل** مولانا نے لکھا ہے کہ بڑے بڑے صوفیائے

نے خاص قوالی کو اہل کیلئے حلال فرمایا اور نا اہل کو حرام - اس کی اصل وہ حدیث ہے
جو مشکوٰۃ کتاب المناقب باب مناقب عمر میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے سامنے ایک لونڈی دف بجا رہی تھی - صدیق اکبر آئے تو وہ بجاتی رہی -
عثمان غنی آئے بجاتی رہی - مگر جب فاروق اعظم آئے رضی اللہ عنہم اجمعین
تو دف کو اپنے نیچے ڈال کر بیٹھ گئی - حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا
کہ اے عمر تم سے شیطان خوف کرتا ہے - سوال یہ ہے کہ یہ دف بجانا شیطانی
کام تھا یا کہ نہیں اگر تھا تو کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صدیق اکبر و عثمان
غنی رضی اللہ عنہما سے شیطان نے خوف نہ کیا - اور اس میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شرکت کیوں کی اور اگر شیطانی کام نہ تھا
تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان کے کیا معنی -
جواب وہی ہے کہ حضرت فاروق کے آنے سے قبل یہی کام شیطانی نہ تھا
ہوتا رہا اور فاروق کے آتے ہی شیطانی بن گیا بند ہو گیا - اسی لئے صوفیائے کرام
نے اسمیں چھ شرطیں لگائی ہیں ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مجلس میں کوئی
نا اہل نہ ہو ورنہ شیطان کی اس میں شرکت ہوگی -
پھر لکھا ہے کہ شامی جلد پنجم کتاب الکراہیت فصل فی اللبس سے کچھ قبل ہے کہ - (ترجمہ)
آلات لہو بذاتہ حرام نہیں ہیں بلکہ لہو و لعب کے ارادہ سے ہم دیکھتے نہیں ہو کر انہیں
آلات کا بجانا ایک مرتبہ جائز ہو جاتا ہے اور دوسری مرتبہ حرام ہو جاتا ہے اور اس میں
ہمارے سادات صوفیہ کے لئے دلیل ہے جو اس کے سننے سے ایسے امور کا ارادہ کرتے
ہیں جن کو وہی بہتر جانتے ہیں پس معترض انکار میں جلدی نہ کرے کہ ان کے برکات

سے محروم ہوجائے کیونکہ وہ سادات اخیار ہیں (تفسیرات احمدیہ پارہ ۲۱ سورہ لقمان
زیر آیت ومن الناس من یشتری لھو الحدیث) میں اس قوالی کی بہت تحقیق
فرمائی ہے آخر فیصلہ یہ فرمایا ہے کہ قوالی اہل کے لئے حلال اور نا اہل کے لئے حرام
ہے پھر فرماتے ہیں کہ یہ قوالی ایک ایسی قوم سے پیدا ہوئی ہے جو عارف باللہ اور
محب رسول تھے اور وہ غلبہ حال کی وجہ سے معذور تھے اور گانا سننے میں زیادتی
کرتے تھے اور اس کو وہ عبادت اعظم اور جہاد اکبر سمجھتے تھے تو وہ خاص انلوگوں
کیلئے حلال تھی (جاء الحق ص۱۳۳ ) پھر ص۱۳۴ میں لکھا ہے کہ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ قوالی
اہل کے لئے شرائط کے ساتھ جائز ہے اور بلا شرائط اور نا اہل کے لئے حرام ہے
خلاصہ کلام - یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر و عثمان اور اس لونڈی کا ارادہ
جو گا بجا رہی تھی لھو و لعب کا نہ تھا اور وہ اپنے ناجائز خواہشات نفسانیہ پر قابو رکھتے
تھے اور جذبہ محبت الٰہی و معرفت میں غرق تھے لہٰذا وہ لوگ گانے بجانے کے اہل تھے
اور ان کے لئے (نعوذ باللہ) حرام خود سب حلال تھا - لیکن حضرت عمر چونکہ اپنے نفس امارہ پر
قابو نہیں رکھتے تھے اور نا اہل تھے ان کے خیالات پاکیزہ نہ تھے لہٰذا ان کے آتے ہی
وہ عبادت اعظم جو جہاد اکبر کا درجہ رکھتی تھی فعل شیطانی بن گئی -
نیز حضرت عمر کے آنے کے قبل تک تو وہاں شیطان موجود نہ تھا اسلئے کہ ایک روحانی محفل میں جہاں
بہترین عبادت ہو رہی تھی شیطان کا گذر کہاں یقیناً شیطان حضرت عمر کے ساتھ آیا اور اسی نے اکر
بہترین عبادت کو روک دیا لہٰذا وہ اپنے مشن میں کامیاب ہوگیا حضرت عمر سے ڈرنے کا کیا سوال ہے
اس نفیس تحقیق کے متعلق میں ایک جلیل القدر عالم اہلسنت ابن جوزی کا قول پیش کردوں
وہ اس کے لئے کافی ہے ابن جوزی نے تلبیس ابلیس میں لکھا ہے کہ وہم یتجاسر

الزنادقة ان یرفضوا الشریعة حتی جائت المتصوفة فوضعوا اسماء وقالوا حقیقة
وشریعة الخ یعنی زندیقوں نے تو شریعت سے انکار کرنے کی جرأت نہ کی یہاں تک
کہ اہل تصوف نے اگر کچھ نام گڑھے اور شریعت اور حقیقت کے قائل ہوئے حالانکہ
قبیح و مذموم ہے اسلئے کہ شریعت وہ ہے جس کو خداوند عالم نے اپنے بندوں کی
مصلحت کے مطابق وضع فرمایا ہے پس جو شخص کہ شریعت کو چھوڑ کر دوسرے طریقہ
سے حقیقت کا طالب ہو وہ شیطان کے مکر و فریب میں مبتلا ہے۔
پھر لکھا ہے کہ جس طرح شراب سے عقل زائل ہو جاتی ہے اسی طرح ان لوگوں نے
ازالہ عقل کے لئے ایک چیز مقرر کی ہے جس کا نام سماع ہے حالانکہ ایسے وجد
سے متعرض ہونا جو عقل کو زائل کردے حرام ہے - اللہ اللہ شریعت غرا کو اس گروہ
کے شر سے بچائے جو مالوں کو جمع کرتے ہیں اور عیش و عشرت کے مزے اڑا
رہے ہیں اور حسین و خوبصورت الفاظ سے عوام کو دام فریب میں پھنساتے ہیں جن
میں آزادی شریعت و آزادی گناہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ عوام
کے قلوب ان کو پسند کرتے ہیں اور ان کی طرف بہ رضا و رغبت مائل ہوتے
ہیں = غرض ہوا و ہوس کے بندوں نے اپنی چار روزہ لذت زندگانی اور عیش
وعشرت کیلئے کتاب و شریعت الٰہیہ کے ساتھ کیا کیا تمسخر کیا ہے اور اپنے
گناہوں کو جائز کرنے کے لئے خدا و رسول کے دامن کو بھی آلودہ کرنے کی کوشش سے
بھی باز نہیں آتے۔
لیکن عزاداری سید الشہداء علیہ السلام کے متعلق مولانا تحریر فرماتے ہیں کہ - اور عزاداری
میں اسراف باجے ناجائز میلے رسم حرام جزو بن کر داخل ہو گئے ہیں کہ کوئی تعزیہ داری

اس سے خالی نہیں ہوتی اور اگر خالی ہو تو اس کو تعزیہ داری نہیں کہتے - پھر لکھا ہے کہ
الحمد للہ کہ عرس میں ناچ گانا وغیرہ داخل نہیں ہوا ہے عرس ان سے
خالی ہوتے ہیں - اب ناظرین خود فیصلہ کریں کہ اس کو کیا کہا جائے -
گھر کا بھیدی جب وہابیوں نے مذاہب اربعہ کے چہروں پر سے نقاب کشائی
شروع کی اور ائمہ اربعہ کی تقلید کو کفر و بدعت و گمراہی قرار دیا اور یہ اعتراض کیا
ان مذاہب نے خدا کے ایک دین کو چار ٹکڑے کر دیا اور چار مذہب بنا دیا -
دین حق را چار مذہب ساختند ❀ رخنہ در دین نبی انداختند
تو علماء اہلسنت نے رنگ بدلا اور کہنا شروع کیا چاروں مذاہب حق ہیں اور چاروں
ایک ہیں -
مولانا نجم الغنی صاحب نے لکھا ہے کہ پس حق انہیں چار مذاہب اور تین اعتقاد کے دائر
ہے (مذاہب الاسلام ص ۹۷)
اور مولانا احمد یار خان صاحب نے لکھا ہے کہ چند راستے ہوتے ہیں عقائد کے بدلنے سے
چاروں مذاہب کے عقائد یکساں ہیں صرف اعمال میں فروعی اختلاف ہے (جاء الحق
ص ۲۹)
واضح رہے کہ اہلسنت کے فرقے جسطرح فروع میں بہت سے مذاہب پر منقسم ہیں جنمیں سے چار زیادہ
مشہور ہیں حنفی و مالکی و شافعی و حنبلی اسی طرح یہ اصول میں بھی بہت سے مذاہب پر
منقسم ہیں جنمیں سے اشعری اور ماتریدی یہی دو زیادہ مشہور ہیں -
مولانا نجم الغنی صاحب نے لکھا ہے کہ اہلسنت کا اطلاق مذہب حنفی و مالکی و شافعی و حنبلی
پر باعتبار فروع کے ہے اور باعتبار اصول (یعنی عقائد) کے یہ تین گروہ کو شامل ہے

یعنی اہلسنت کے اعتقاد میں تین فرقے ہیں - اشعری - ماتریدی - حنبلی (مذاہب الاسلام ص۴۳)

اور مقدمہ شامی بحث تقلید المفضول مع الافضل میں ہے کہ عما نعتقد من غیر المسائل الفرعیہ مما یجب اعتقادہ علی کل مکلف بلا تقلید لاحد وھو ما علیہ اھل السنۃ والجماعۃ وھم الاشاعرۃ والماتریدیۃ (جاء الحق ص۱۶) یعنی فرعی مسائل کے علاوہ جن باتوں کا ہم اعتقاد رکھتے ہیں اور ہر مکلف پر ان کا اعتقاد رکھنا واجب ہے وہ عقائد ہیں جن پر اہلسنت کے فرقہ اشاعرہ اور ماتریدیہ ہیں

اور مولانا امجد علی صاحب اعظمی اپنی کتاب بہار شریعت حصہ اول ص۳۹ میں لکھتے ہیں کہ اہل سنت میں دو گروہ ہیں ماتریدیہ کہ امام علم الہدیٰ حضرت ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متبع ہیں اور اشاعرہ کہ حضرت امام شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے تابع ہیں یہ دونوں جماعتیں اہلسنت ہی کی ہیں اور دونوں حق پر ہیں۔

غرض یہ کہ اہلسنت عقیدہ میں دو فرقہ ہیں اور فروع میں چار اور یہ سب کے سب متحد اور برحق ہونے کے مدعی ہیں۔

## مذاہب اربعہ کی پیروی پر وہابیوں کے بعض اعتراضات

اعتراض ۱ - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ و رسولہ ۵۹

یعنی پھر اگر تم میں کسی بات میں جھگڑا ہو جائے تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔ اس آیت میں کہیں مجتہد کی اپنی رائے کی طرف رجوع کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ (جاء الحق ص۲۱)

جواب اہلسنت: جبکہ قرآن کے ہوتے ہوئے حدیث کی ضرورت ہے اس طرح حدیث

کے ہوتے ہوئے فقہ کی ضرورت ہے فقہ قرآن اور حدیث کی تفسیر ہے اور جو حکم کہ ہم کو
نہ قرآن میں ملے نہ حدیث میں اس کو فقہ میں بیان فرماتا ہے۔
جواب: نا تمام ہے کیونکہ وہ فقہ قرآن اور حدیث کی تفسیر ہے جو قرآن و حدیث سے استنباط
کی گئی ہو نہ کہ قیاس و رائے سے۔
اعتراض ۲: خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من
دون اللہ ط یعنی انہوں نے اپنے پادریوں اور راہبوں کو اللہ کے سوا خدا بنا
لیا ہے۔ اسی طرح تم نے بھی اپنے مجتہدوں کو خدا بنا لیا ہے کہ ان کی رائے سے بنائے
ہوئے فتوے پر عمل کرتے ہو جو نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث سے۔
جواب اہلسنت: قرآن کریم کی جن آیتوں میں تقلید کی برائی کی گئی ہے اس سے باپ
دادا کے حرام کاموں میں تقلید مقصود ہے ان آیات سے تقلید ائمہ کو حرام و شرک
کہنا محض بے دینی ہے اس کا بہت خیال رہے۔ (جاء الحق مطبوعہ دیال پریس دہلی ص ۲۸)
یہ جواب بھی نادرست ہے کیونکہ اسی باپ دادا کی ناجائز تقلید میں ان چاروں ائمہ کی تقلید
بھی داخل ہے کیونکہ خدا و رسول نے ائمہ اربعہ کی تقلید کا حکم نہیں دیا ہے یہ مذاہب تو
حضرت رسول اللہ صلعم کے سو برس کے بعد پیدا ہوئے اور یہ کہنا کہ ان کی تقلید کو حرام و شرک
کہنا بے دینی ہے دعویٰ بلا دلیل ہے۔
اعتراض ۳: اللہ فرماتا ہے کہ ان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل
فتفرق بکم عن سبیلہ ۰ یعنی یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس پر چلو اور بہت سی راہیں
نہ چلو کہ تم کو اس کی راہ جدا کردیں۔ اس آیت میں متعدد راستوں کی پیروی سے منع کیا گیا ہے۔
جواب اہلسنت ع۱: اسی اعتراض سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے علماء اہلسنت نے کہا

ہیں
شروع کیا کہ چاروں مذاھب ایک ہیں اور اس کے ثبوت میں حسب ذیل دلیلیں دیں

۱ لا تتبعوا السبل - یعنی متعدد راستوں کی پیروی نہ کرو - اس آیت میں یہودیت ونصرانیت وغیرہ خلاف اسلام راستے مراد ہیں - حنفی و مالکی وغیرہ چند راستے نہیں بلکہ ایک اسٹیشن کی چار سڑکیں یا ایک دریا کی چار نہریں ہیں (جاء الحق ص ۲۹)

یہ جواب بھی نا تمام ہے اسلئے کہ اگر اس آیت میں متعدد راستوں سے یہودیت اور نصرانیت وغیرہ یعنی غیر اسلامی راستے مقصود ہیں تو پھر اسلام کا ہر فرقہ ناجی ہو جائے گا یہاں تک کہ قدری و مرجی و خوارج و وہابی سب ناجی اور برحق ہو جائیں کہ اور سب یہی دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ایک اسٹیشن کو بیس سڑکیں اور ایک دریا کی بیس نہریں ہوتی ہیں لہذا یہ سب فرقے ایک اسلام کے چند راستے ہیں لیکن درحقیقت سب ایک ہیں - اور اگر لا تتبعوا السبل میں سبل سے اسلام کے گمراہ فرقوں کے راستے بھی مقصود ہیں تو مذاھب اربعہ بھی ان میں داخل ہیں

جواب ع ۲ کعبہ کی گرد چار طرف نماز ہوتی ہے مگر ان سب کا رخ کعبہ کو (جاء الحق ص ۲۹)

یہ جواب بھی نا تمام ہے کیونکہ کعبہ کے گرد گول دائرہ سے نماز ہوتی چاہئے تاکہ سب کا رخ کعبہ کی طرف رہے ورنہ اگر کعبہ کے گرد سیدھی صف قائم کی جائے گی تو صرف انہی لوگوں کی نماز ہوگی جو کعبہ کی محاذات میں واقع ہونگے باقی لوگوں کی نماز باطل ہوگی اسلئے کہ خانہ کعبہ کی عمارت صرف چھو گز لمبی اور چار گز چوڑی ہے پس اگر اس کی چوڑان میں آٹھ گز لمبی سیدھی صف قائم ہوئی تو آدھی صف کی نماز ہوگی اور

اور آدھی کی باطل ہوگی کیونکہ وہ کعبہ کی محاذات سے نکل جائیں گے۔ [کعبہ]

اور جب گول صف قائم ہوگی تو ستر ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں اور سب کا رخ کعبہ کی طرف ہوگا اور ایسی صورت میں ستر ہزار سمتیں پیدا ہو جائیں گی۔ لہٰذا اس دلیل سے اسلام کے سارے فرقوں کا برحق ہونا لازم آتا ہے اسلئے کہ سب کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کی مثال کعبہ کی ہے اور ہم لوگوں کی مثال نمازی کی ہے ہمارا سب کا رخ اسلام کی طرف ہے

جواب ۳ جنگل میں ایک شخص کو خبر نہیں کہ قبلہ کدھر ہے اس نے اپنی رائے سے چار رکعت چار طرف پڑھی کیونکہ رائے بدلتی رہی یہ بھی منہ پھیرتا رہا قبلہ تو ایک ہی طرف تھا مگر نماز صحیح ہوگئی۔ (جاء الحق ص ۳۲)

جواب درست نہیں کیونکہ کعبہ کا قبلہ ہونا یقینی اور چاروں سمت میں سے کسی ایک سمت میں کعبہ کا ہونا یقینی اب اگر اس شخص کو صحیح سمت معلوم نہ ہو سکا اور اس نے آپ کے فرض کئے ہوئے مسئلہ کے مطابق چاروں طرف نماز پڑھی تو یقیناً ایک رکعت نماز کعبہ کی طرف ہوگئی ہوگا اس کی نماز قبول کرلی جائے گی۔ لیکن یہاں مذاہب اربعہ کا صحیح ہونا ثابت نہیں پھر واقعی حکم خدا کا انہیں چاروں میں منحصر ہونا ثابت نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ یہ چاروں باطل ہوں اور کوئی پانچواں مذہب حق ہو کیونکہ ان چاروں مجتہدوں میں سے کسی میں صلاحیت اجتہاد نہ تھی جیسا کہ علماء و محدثین اہلسنت کے بیانات گزر چکے یہاں تک کہ امام بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی وغیرہ نے انلوگوں کو اس قابل بھی نہ سمجھا کہ ان سے حدیثیں لیں۔

نیز اینکہ آپ کی اس مثال سے لازم آتا ہے کہ ہر شخص پر ان چاروں مذہبوں کی پیروی واجب ہو مثلاً ایک رکعت نماز حنفی مذہب کے مطابق پڑھے اور ایک مالکی مذہب کے مطابق اور ایک

شافعی اور ایک حنبلی مذہب کے مطابق ہے - اور یہ شریعت کے ساتھ تمسخر ہے -
جواب ۱۲ امیر معاویہ اور مولی علی ؑ - اسی طرح بی بی عائشہ صدیقہ اور حضرت
علی رضی اللہ عنہ میں جنگ ہوئی اور حق پر ایک ہی صاحب تھے مگر دونوں کو
حق پر کہا جاتا ہے یعنی کسی کی پکڑ عند اللہ نہ ہوگی (جاء الحق صـ ۳۲)
جواب درست نہیں کیونکہ جب حق پر ایک ہی صاحب تھے تو دوسرا قطعاً باطل پر تھا
اور خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ فاذا جاء امر اللہ قضی بالحق و خسر هنالک
المبطلون (پارہ ۲۴ سورہ مومن رکوع ۱۳) یعنی جب اس کا حکم آئے گا تو بالکل
ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا جائے گا اور باطل والوں کا وہاں خسارہ ہے - اس آیت
کا حکم عام ہے جسمیں ہر باطل پرست داخل ہے پھر کیونکر ایلوگوں نے فیصلہ کر لیا
ایلوگوں میں سے کسی کی پکڑ نہ ہوگی - نیز ایکہ خداوند عالم پارہ ۲۶ سورہ فتح میں ارشاد
فرماتا ہے کہ ومن نکث فانما ینکث علی نفسہ یعنی جو عہد کو توڑے گا وہ خود
اپنے نفس کو نقصان پہونچائے گا - یہ آیت ناکثین کی شان میں نازل ہوئی ہے
اور پارہ ۲۹ سورہ جن میں فرماتا ہے کہ واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا - یعنی قاسطین
پس وہ جہنم کی ایندھن تھے - یہ آیت قاسطین کے متعلق نازل ہوئی ہے اور حضرت
علی علیہ السلام نے فرمایا امرنی رسول اللہ ص بقتال الناکثین والقاسطین والمارقین
والمراد بالناکثین طلحہ و زبیر و بالقاسطین معاویہ و بالمارقین الخوارج (سیرۃ محمدیہ
صـ ۴۵۹ چھاپہ مصر) یعنی حضرت علی ؑ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ ص نے مجھکو ناکثین
اور مارقین اور قاسطین سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے ناکثین سے طلحہ اور زبیر
اور مارقین سے خوارج اور قاسطین سے معاویہ مقصود ہے - باختلاف الفاظ

اس مضمون کی بہت سی روایتیں متعدد صحابہ سے بہت سے محدثین نے روایت کیا ہے
دیکھئے ابن عساکر و مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۲۱ وارجح المطالب باب ۳ صفحہ ۲۴۳ و
سلیقۃ النجات صفحہ ۱۸۴ و انعامِ کافیہ صفحہ ۲۳۳ )

جواب ۵ چار کا عدد خدا کو بہت پیارا ہے کتابیں بھی چار بھیجیں اور دین بھی
چار بنائے اور انسان کا خمیر بھی چار چیزوں سے کیا ہے (جاء الحق صفحہ ۲۹)

افسوس ہے کہ مولانا جب قرآن و حدیث و عقلی سے مذاہب اربعہ کی صداقت ثابت
کرنے سے عاجز ہوگئے تو میلاد شریف اور خطابت اور جاہلوں کا دل خوش کرنے
والے نکتے پیش کرنا شروع کر دیے لیکن افسوس کہ وہ خطابت بھی ان کے دعوے
کے مخالف ہے۔ بہرحال خدا نے کتابیں چار نازل فرمائیں لیکن اہمیت ایک ہی آخری
کتاب قرآن مجید حق اور قابل عمل ہے اور تین پہلے والی منسوخ اور محرف ہیں اور
ان پر عمل کرنے والا گمراہ و جہنمی ہے لہذا لازم آتا ہے کہ مذاہب اربعہ میں صرف ایک
آخری فرقہ حنبلی ہدایت یافتہ اور حق ہو اور حنفی و مالکی و شافعی گمراہ۔ یہی جواب
چار دین کا ہے اور انسان کا خمیر جدید تحقیق کے مطابق بہت سے مادوں سے ہے۔

جواب ۶ - چند راستے ہوتے ہیں عقائد کے بدلنے سے - چاروں مذہب کے عقائد
یکساں ہیں صرف اعمال میں فروعی اختلاف ہیں (جاء الحق صفحہ ۲۹)

مولانا کا یہ دعویٰ کہ چاروں مذاہب کے عقائد یکساں ہیں عیسائیوں کے مسئلہ تثلیث
سے کم عجیب تر نہیں ہے آپ نے چار مذہب ہی لکھا ہے پھر یہ بھی دعویٰ کیا ہے
کہ چاروں ایک ہیں اگر عقائد سب کے یکساں ہیں اور اعمال کے اختلاف سے مذہب
نہیں بدلتا تو ان کو چار مذہب کیوں کہا گیا اور ہر مذہب والا دوسرے کو گمراہ و بدعتی
سمجھتا تھا ۔

جن کا مختصر بیان پہلے گذر چکا

## مذہب اہلسنت تناقض واختلاف کا مجموعہ ہے

مذہب اہلسنت میں اصول عقائد اور فروع عملیہ میں جسقدر تناقض واختلاف پایا جاتا ہے اگر سب کو جمع کیا جائے تو کئی مجلدات کا ایک دفتر تیار ہو جائے جس کیلئے میرے پاس نہ وقت ہے نہ ہمت لیکن نمونہ کے طور پر کچھ چیزیں لکھ رہا ہوں تاکہ صاحبان عقل وانصاف پر یہ بات واضح ہو جائے کہ دامن اہلبیت چھوڑنے والوں کو راہ حق کی تلاش میں کیسی کیسی ٹھوکریں کھانا پڑی ہیں اور دین خدا میں غیر معصوم اور دنیا پرست انسانوں کی مداخلت نے کیسی کیسی پیچیدگیاں پیدا کر دی ہیں اور ایک طالب راہ نجات کیلئے صراط مستقیم کی تلاش کسقدر مشکل بنا دی ہے ۔

میں اہلسنت کے انہی فرقوں کے اختلافات کو لکھوں گا جن کو اہلسنت برحق اور ایک اور ناجی کہتے ہیں اور جن کا دنیا میں وجود ہے وہ فرقے جن کا وجود ہی نہیں یا جن کو اہلسنت گمراہ اور اپنے مذہب سے خارج کہتے ہیں جیسے معتزلہ و فرقہ ابن تیمیہ اور فرقہ داؤد ظاہری اور خوارج و یزیدی و وہابی وغیرہ ان کے اختلافات کو نہ لکھوں گا جیسا کہ علمائے اہلسنت کا طریقہ ہے کہ بہت سے فرضی یا گمراہ فرقوں کو شیعہ قرار دیکر ان کے باطل اور غلط عقائد کو شیعوں کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسا کہ شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفہ میں اور ان کے قبل اور ان کے بعد بہت علماء نے کیا ہے حالانکہ ہر مسلمان قریب تر جانتا ہے کہ شیعوں کا صرف ایک فرقہ ہے جس کو امامیہ یا اثنا عشریہ کہتے ہیں اور وہ بارہ خلفاء کو مانتا ہے جو سب معصوم اور آل رسول تھے جن کی عظمت و فضائل کا ہر مسلمان کو اعتراف ہے ۔

## مذاہب اربعہ کا اختلاف اصول دین میں

### ← اختلاف معنی ایمان میں →

**عمل جزو ایمان نہیں**

امام ابو حنیفہ نے کہا کہ ولا نکفر مسلما بذنب من الذنوب وان کانت کبیرة اذا لم یستحلها ولا نزیل عنه اسم الایمان ونسمیه مومنا حقیقة (شرح فقہ اکبر ص۶۳ چھاپہ مصر وسیرة النعمان ص۶۷) یعنی ہم کسی گناہ کے سبب سے کسی مسلمان کی تکفیر نہیں کرتے اگرچہ کبیرہ ہو جبتک وہ اس کو حلال نہ سمجھے اور ہم اس سے ایمان کا نام زائل نہیں کرتے اور اس کو ہم حقیقی معنی میں مومن کہتے ہیں ۔ یہ عقیدہ

**عمل جزو ایمان ہے**

امام شافعی نے کہا کہ ایمان تصدیق بالجنان اور اقرار باللسان اور عمل بالارکان کا نام ہے سیرة النعمان ص۶۸) یعنی عمل ایمان کا جزو ہے بغیر عمل کے کوئی مومن نہیں ہو سکتا ۔

امام مالک نے کہا کہ الایمان قول باللسان و اخلاص بالقلب وعمل بالجوارح (مواہب الاسلام ص۳۶ بحوالہ کتاب فقہ مالکی مولوی عبد اللہ بن ابی زید قیروانی) یعنی ایمان اقرار زبان اور اخلاص قلب اور اعضا سے عمل کرنے کا نام ہے

مرجیہ اہلسنت کا ہے اسی سبب سے بڑے پیر عبد القادر جیلانی صاحب نے امام ابو حنیفہ اور حنفیوں کو مرجی اور گمراہ فرقے میں داخل کیا ہے (غنیة الطالبین ص۲۰۸) اسی طرح امام قونوی نے امام ابو حنیفہ کو مرجی لکھا ہے (شرح فقہ اکبر ص۶۴) لیکن برادران اہلسنت امام ابو حنیفہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور بڑے پیر صاحب پر بھی ۔

جن کا مختصر بیان پہلے گذر چکا

## مذہب اہلسنت تناقض و اختلاف کا مجموعہ ہے

مذہب اہلسنت مین اصول عقائد اور فروع عملیہ مین جسقدر تناقض و اختلاف پایا جاتا ہے اگر سب کو جمع کیا جائے تو کئی مجلدات کا ایک دفتر تیار ہو جائے جس کیلیے میرے پاس نہ وقت ہے نہ ہمت لیکن نمونہ کے طور پر کچھ چیزیں لکھ رہا ہوں تاکہ صاحبان عقل و انصاف پر یہ بات واضح ہو جائے کہ دامن اہلبیت چھوڑنے والوں کو راہ حق کی تلاش مین کیسی کیسی ٹھوکریں کھانا پڑتا ہیں اور دین خدا میں غیر معصوم اور دنیا پرست انسانون کی مداخلت نے کیسی کیسی پیچیدگیان پیدا کر دی ہیں اور ایک طالب راہ نجات کیلیے صراط مستقیم کی تلاش کسقدر مشکل بنا دی ہے -

مین اہلسنت کے انہی فرقوں کے اختلافات کو لکھوں گا جن کو اہلسنت برحق اور ایک اور ناجی کہتے ہیں اور جن کا دنیا مین وجود ہے وہ فرقے جن کا وجود ہی نہیں یا جن کو اہلسنت گمراہ اور اپنے مذہب سے خارج کہتے ہیں جیسے معتزلہ و فرقہ ابن تیمیہ اور فرقہ داؤد ظاہری اور خوارج و یزیدی و وہابی وغیرہ ان کے اختلافات کو نہ لکھوں گا جیسا کہ علمائے اہلسنت کا طریقہ ہے کہ بہت سے فرضی یا گمراہ فرقوں کو شیعہ قرار دیکر ان کے باطل اور غلط عقائد کو شیعوں کی طرف منسوب کرتے ہیں جیساکہ شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفہ مین اور ان کے قبل اور ان کے بعد بہت علماء نے کیا ہے حالانکہ ہر مسلمان قریب قریب جانتا ہے کہ شیعوں کا صرف ایک فرقہ ہے جس کو امامیہ یا اثنا عشریہ کہتے اور وہ بارہ خلفاء کو مانتا ہے جو سب معصوم اور آل رسول تھے جن کی عظمت و فضائل کا ہر مسلمان کو اعتراف ہے -

## مذاہب اربعہ کا اختلاف اصول دین مین

### ← اختلاف معنی ایمان مین →

**عمل جزو ایمان نہیں**

امام ابو حنیفہ نے کہا کہ ولا نکفر مسلما بذنب من الذنوب وان کانت کبیرة اذا لم یستحلها ولا نزیل عنه اسم الایمان ونسمیه مومنا حقیقة (شرح فقہ اکبر ص۶۳ چھاپہ مصر وسیرة النعمان ص۶۷) یعنی ہم کسی گناہ کے سبب سے کسی مسلمان کی تکفیر نہیں کرتے اگرچہ کبیرہ ہو جبتک وہ اس کو حلال نہ سمجھے اور ہم اس سے ایمان کا نام زائل نہیں کرتے اور اس کو ہم حقیقی معنی مین مومن کہتے ہیں - یہ عقیدہ

**عمل جزو ایمان ہے**

امام شافعی نے کہا کہ ایمان تصدیق بالجنان اور اقرار باللسان اور عمل بالارکان کا نام ہے سیرة النعمان ص۶۸) یعنی عمل ایمان کا جزو ہے بغیر عمل کے کوئی مومن نہیں ہو سکتا -

امام مالک نے کہا کہ الایمان قول باللسان و اخلاص بالقلب وعمل بالجوارح (مواقف الاسلام ص۳۶ بحوالہ کتاب فقہ مالکی مولوی عبداللہ بن ابی زید قیروانی) یعنی ایمان اقرار زبان اور اخلاص قلب اور اعضا سے عمل کرنے کا نام ہے

مرجیہ اہلسنت کا ہے اسی سبب سے بڑے پیر عبد القادر جیلانی صاحب نے امام ابو حنیفہ اور حنفیوں کو مرجی اور گمراہ فرقے مین داخل کیا ہے (غنیۃ الطالبین ص۲۰۸) اسی طرح امام قونوی نے امام ابو حنیفہ کو مرجی لکھا ہے (شرح فقہ اکبر ص۶۴) لیکن برادران اہلسنت امام ابو حنیفہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور بڑے پیر صاحب پر بھی -

## ایمان میں کمی وزیادتی نہیں ہوتی

امام ابو حنیفہ نے کہا کہ و ایمان اھل السماء و الارض لا یزید ولا ینقص (شرح فقہ اکبر صث چھاپہ مصر وسیرۃ النبی صک) یعنی ایمان آسمان والوں (یعنی ملائکہ اور اھل جنت) اور زمین والوں (انبیاء و اولیاء و مومنین نیک و بد) کا نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم ہوتا ہے۔

یعنی انبیاؑ اور فرشتوں کا ایمان اور صحابہؓ اور علماء و عارفین اور فاسق و بدکار اور یزید و شمر و حرملہ و شیطان سب کا برابر ہے اور اس سے نہ بڑھ سکتا ہے نہ گھٹ سکتا ہے اور اس کی مثال دیکر امام ابو حنیفہ نے یوں سمجھایا ہے کہ میرا اور ابوبکر صدیقؓ کا ایمان برابر ہے (سیرۃ النعمان صـ۲ــ)

امام ابو حنیفہ کے اس عقیدہ پر خطیب بغدادی اور دیگر علمائے اہلسنت نے بڑی لے دے کی ہے - اور اس زمانے کے علماء نے اس کی تاویل کر کے الٹ پلٹ کر صحیح کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی نے بہار شریعت صـ۳۹ حصہ اول میں امام ابو حنیفہ کے اس قول کی تکذیب کی ہے اور لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر کا ایمان اس امت کے تمام افراد کے مجموعہ ایمانوں پر غالب ہے

## ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے

امام مالک کا قول ہے کہ الایمان یزید بزیادہ الاعمال وینقص بنقص الاعمال فیکون فیھا النقص وبھا الزیادہ ولا یکمل قول الاعمال الا بالعمل (مذاھب الاسلام صـ۳۶ بحوالہ کتاب الفقہ مالکی) یعنی ایمان اعمال کی زیادتی سے بڑھتا ہے اور اعمال کی کمی سے کم ہوتا ہے پس ایمان کمی وزیادتی ہوتی ہے اور ایمان بغیر عمل کے کامل نہیں ہوتا -

اور علامہ قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے لکھا ہے کہ ان الایمان یزید بالطاعات وینقص بالمعصیت (سیرۃ النعمان صـ۱ــ) یعنی ایمان خدا کی اطاعت سے بڑھتا ہے اور گناہ کرنے سے کم ہوتا ہے

## ایمان مخلوق ہے

ابن ہمام نے المسائرہ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا قول کتاب الوصیت میں اس امر پر نص صریح ہے کہ ایمان مخلوق ہے یعنی اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ ونقر بان العبد مع جمیع اعمالہ واقرارہ ومعرفتہ مخلوق فلما کان الفاعل مخلوقا فاولی ان یکون فعلہ مخلوقا (شرح فقہ اکبر ص۱۳۱ بحوالہ المسائرہ) یعنی ہم اقرار کرتے ہیں کہ بندہ اپنے کل اعمال واقرار اور معرفت کے ساتھ مخلوق خدا ہے پس جبکہ فاعل مخلوق ہے تو اس کا فعل بھی مخلوق ہوا — اس قول کا مطلب یہ ہے کہ

## ایمان غیر مخلوق ہے

امام احمد بن حنبل اور اہل حدیث کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ان الایمان غیر مخلوق قال صاحب المسائرہ ومال الیہ الاشعری (شرح فقہ اکبر ص۱۳۱) یعنی ایمان غیر مخلوق ہے (یعنی خدا کی طرح قدیم ہے) صاحب المسائرہ نے کہا ہے کہ اسی قول کی طرف ابوالحسن اشعری بھی مائل ہوئے ہیں۔ یہ عقیدہ تعدد قدماء ہے جو کفر اور باطل ہے کیونکہ بجز ذات باری تعالیٰ کے کوئی شی قدیم نہیں ہے۔ علماء بخارا نے کہا ہے کہ جو ایمان کو مخلوق کہے وہ کافر ہے (مذاہب الاسلام ص۸۶) اس فتوی کی رو سے حنفی کافر قرار پائے۔

ایمان و کفر اور عبادت واطاعت اور گناہ سب کا خالق خدا ہے وہی جس کے دل میں چاہتا ہے ایمان پیدا کر دیتا ہے اور جس کے دل میں چاہتا ہے کفر پیدا کر دیتا ہے جس سے چاہتا ہے اطاعت کراتا ہے جس سے چاہتا ہے گناہ کراتا ہے سب کچھ خود کراتا ہے پھر مرنے کے بعد اچھے کام پر ثواب اور برے کام پر عذاب بھی کرے۔ کفر و گناہ زبردستی خود کراتا ہے اور سزا بندوں کی کرے گا۔

تفصیل گزر چکی کہ اہلسنت عقائد میں دو فرقوں پر منقسم ہیں اشعری اور ماتریدی اور ان لوگوں کا دعوی ہے کہ دونوں ایک اور دونوں حق ہیں، مالکی اور شافعی زیادہ تر اشعری

اور حنفی زیادہ تر ماتریدی ہیں دونوں کے عقائد کے اختلاف کو باختصار نقل کرتا ہوں تاکہ عقل و ہوش رکھنے والے دیکھیں اور سمجھیں کہ دونوں کے ایک اور برحق ہونے کا دعویٰ کہاں تک صحیح ہے

(اختلافات ذات وصفات باری تعالیٰ کے بارے میں)

| خدا ہاتھ پاؤں اور نفس اور منہ نہیں رکھتا (اشعری کا عقیدہ) | 1 خدا ہاتھ پاؤں اور نفس اور منہ رکھتا ہے (ماتریدی کا عقیدہ) |
| --- | --- |
| یہ الفاظ مجازات ہیں معانی ظاہرہ سے (مذاہب الاسلام ص ۹۱) یعنی خدا نے قرآن میں جو ہاتھ اور نفس اور منہ وغیرہ کی نسبت اپنی طرف دی ہے ان سے ان کے ظاہری معنی مقصود نہیں ہیں بلکہ مجازی معنی مقصود ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ اور ماتریدیوں نے کہا ہے کہ ان الفاظ کے ظاہری معنی کا انکار کرنا قدریہ کا طریقہ ہے اور قدریہ گمراہ و جہنمی ہیں باتفاق | امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ ولہ ید و وجہ و نفس فماذکر اللہ فی القرآن من ذکر الوجہ و الید والنفس فہو لہ صفۃ بلا کیف ولا یقال ان یدہ قدرتہ او نعمتہ لان فیہ ابطال الصفت وہو قول اہل القدر (فقہ اکبر ص ۲ چھاپہ مصر) یعنی خدا کے ہاتھ اور چہرہ اور نفس ہے اور خدا نے قرآن میں جو ہاتھ اور وجہ اور نفس کی نسبت اپنی طرف دی ہے وہ اس کے حقیقی صفات ہیں لیکن ان کی کیفیت معلوم نہیں اور یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ ید سے اس کی قدرت یا نعمت مقصود ہے اسلئے کہ ان الفاظ کے ظاہری معنی چھوڑ کر اس قسم کی تاویل کرنا اس کی صفتوں کا |

باطل کرنا ہے جو قدریہ کا طریقہ ہے۔ اور انس بن مالک سے روایت ہے کہ قال یلقی فی النار و تقول ہل من مزید حتی یضع قدمہ فتقول قط قط (بخاری جلد ۳ ص ۱۲۵ چھاپہ مصر) یعنی حضرت رسول اللہ نے فرمایا کہ لوگ جہنم میں ڈالے جائیں گے تو جہنم کہے گی کہ کچھ اور ہے تو لاؤ اسوقت خدا اسمیں اپنا قدم ڈال دیگا تو جہنم کہے گی کہ بس کافی ہے۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اس قسم کی حدیثوں کے متعلق امام ابوحنیفہ نے کہا کہ ان کے ظاہری معنی مراد لینے چاہئیں (شرح فقہ اکبر ص ۳۶)

## خدا جسم نہیں رکھتا
### (عقائد حنفی)

قال اسحق بن راھویہ من وصف اللہ فشبہ صفاتہ بصفات احد من خلق اللہ فھو کافر باللہ العظیم (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۴ چھاپہ مصر) یعنی اسحاق بن راھویہ نے کہا کہ جس نے خدا کی صفت کو مخلوقات کی صفت سے مشابہ کیا اس نے خدائے عظیم کے ساتھ کفر کیا۔

اور امام رازی نے کہا کہ المجسم ما عبد اللہ قط لانہ یعبد ما تصورہ فی وھمہ من الصورۃ واللہ منزہ عن ذالک (شرح فقہ اکبر صفحہ ۳۴) یعنی خدا کو جسم کہنے والوں نے کبھی خدا کی عبادت نہیں کی اس لئے کہ وہ اس چیز کی پرستش کرتے ہیں جس کا اپنے وہم میں تصور کرتے ہیں اور خدا اس سے منزہ ہے

## خدا جسم رکھتا ہے
### (عقائد حنبلی)

امام احمد بن حنبل نے کہا کہ خدا کی صورت انسان کی صورت سے مشابہ ہے اور اس کے گھونگھر والے بال ہیں اور وہ آسمان پر چڑھتا اور اترتا ہے (مذاہب اسلام صفحہ ۲۴)

تفسیر کشاف جلد ۳ صفحہ ۳۰ میں ہے کہ حنبلی خدا کے مجسم ہونے کے قائل ہیں۔

ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ میں دمشق میں ابن تیمیہ کے وعظ میں شریک ہوا وہ مسجد دمشق میں وعظ کہہ رہے تھے اسوقت انہوں نے یہ کہا کہ اللہ آسمان دنیا پر اس طرح اترتا ہے جسطرح میں اترتا ہوں اور منبر کے ایک درجے سے دوسرے درجہ پر اتر آئے (مذاہب الاسلام صفحہ ۴۲) ابن تیمیہ حنبلی تھے (مذاہب الاسلام صفحہ ۴۱) حنبلیوں کے اس عقیدہ کا بیان احمد بن حنبل کے ذکر میں پہلے ہی گذر چکا ہے حنفیوں کے عقائد کے مطابق حنبلی مجسمہ اور کافر ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ حنفی خود بھی خدا کے لئے ہاتھ پاؤں منہ اور نفس رکھنے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو ان صفات سے انکار کرے یا ان کی تاویل کرے وہ کافر ہے پھر یہ بھی کہتے ہیں خدا کی صفتوں کو مخلوق سے مشابہ کرنا کفر ہے لہذا خود اپنے ہی عقیدہ کے مطابق وہ خود بھی کافر قرار پاتے ہیں

۳ خدا کا وجود عین ذات ہے
(عقائد ماتریدیہ)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ وجودہ عین ذاتہٖ (شرح فقہ اکبر صـ ۱۴) یعنی خدا کا وجود اس کا عین ذات ہے۔ ماتریدیوں کا یہی عقیدہ ہے (مذاہب الاسلام صـ ۸۷)

خدا کا وجود عین ذات نہیں ہے
(عقائد اشاعرہ)

وجود غیر ذات باری تعالیٰ ہے اور اس کی ذات سے زائد ہے (مذاہب الاسلام صـ ۸۴) یہ اشاعرہ کا مذہب ہے یہ عقیدہ تعدد قدماء ہے جو کہ کفر ہے

۴ صفات خدا نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات
(عقائد ماتریدیہ)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ و صفاتہٖ لیست عین ذاتہٖ خلافاً للفلاسفۃ ولا غیر ذاتہٖ ۔ یعنی باری تعالیٰ کے صفات نہ اس کی عین ذات ہیں نہ اس کی ذات سے زیادہ ہیں (شرح فقہ اکبر صـ ۱۴) مولانا نجم الغنی صاحب نے لکھا ہے کہ علماء ماتریدیہ نے قدماء متعدد اور توصیفات متعدد سے احتراز کر کے کہا ہے صفات الٰہی ذات الٰہی کی نہ عین ہیں نہ غیر (مذاہب الاسلام صـ ۸۵) یعنی غیریت کا انکار اسلئے کیا ہے کہ تعدد قدماء کا اعتراض لازم نہ آئے
مولانا امجد علی صاحب نے لکھا ہے کہ جو عالم میں کسی شی کو قدیم مانے یا اس کے حدوث میں شک کرے وہ کافر ہے (بہار شریعت حصہ اول صـ ۱۴)

صفات خدا عین ذات نہیں نہ لا عین ذات غیر ذات ہیں
(عقائد اشاعرہ)

اشاعرہ صفات حق تعالیٰ کو ذات حق تعالیٰ پر زائد مانتے ہیں (مذاہب الاسلام صـ ۸۵)
اور حاشیہ المسائرہ صـ ۳ پر ہے کہ اعلم ان اھل الحق یقولون ان الصفات لیست ھی الذات بل ھی زائدۃ علی الذات ۔ یعنی اہل حق نے کہا ہے کہ صفات باری تعالیٰ عین ذات نہیں ہیں بلکہ اس کی ذات سے زیادہ ہیں فصانع العالم حی بحیوۃ و قادر بقدرۃ الخ بس دنیا کا پیدا کرنے والا زندہ ہے حیات کے ذریعہ سے اور قادر ہے قدرت کے ذریعہ سے الخ
یہ عقیدہ تعدد قدماء ہے جو کفر ہے

## ۵ خدا کے صفات فعلی سب قدیم ہیں
(عقائد ماتریدیہ)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ صفاتہ الفعلیہ کالخلق والرزق ونحوھما فمذھب الماتریدی انھا قدیمۃ (شرح فقہ اکبر صہ ۱۵) یعنی خدا تعالیٰ کے صفات فعلی مثلاً خالقیت ورازقیت کے ماتریدیوں کا مذھب ہے کہ سب قدیم ہیں — اس عقیدہ سے لازم آتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز قدیم ہو جائے اسلئے کہ بغیر خلق کئے اور رزق دیے صفت خالقیت اور رازقیت کا وجود نہیں ہو سکتا پس جبکہ خدا کی یہ دونوں صفتیں قدیم ہیں تو مخلوق ومرزوق بھی قدیم ہوئے۔

## خدا کے صفات فعلی قدیم نہیں ہیں
(عقائد اشعریہ)

ومذھب الاشاعرۃ انھا حادثۃ (شرح فقہ اکبر صہ ۱۵) یعنی اور اشاعرہ کا مذھب ہے کہ وہ (یعنی خدا کی صفت خالقیت ورازقیت) حادث ہیں مولانا نجم الغنی صاحب نے لکھا ہے کہ اشاعرہ صفات تکوین کو اعتباری کہتے ہیں صفت حقیقی نہیں مانتے اور خیال کرتے ہیں کہ تعلقات قدرت وارادہ سے یہ صفت حادث ہوتی ہے جسطرح تمام صفات کے تعلقات حادث ہیں اسی طرح یہ بھی حادث ہیں (مذاھب الاسلام صہ ۸۴)

## ۶ خدا کے نام سب ازلی وابدی ہیں
(عقائد ماتریدیہ)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ ان صفات اللہ واسمائہ کلھا ازلیۃ لابدایۃ لھا وابدیہ لانھایۃ لھا (شرح فقہ اکبر صہ ۲۳) یعنی اللہ تعالیٰ کے کل صفات اور کل نام ازلی ہیں جنکی ابتدا نہیں اور ابدی ہیں جن کی انتہا نہیں — واضح ہو کہ خدا تعالیٰ کے بہت سے نام ہیں اور حنفیوں کے نزدیک سب ازلی وابدی ہیں اور یہ عقیدہ تعدد قدما ہے جو کہ کفر ہے

## خدا کے نام سب ازلی وابدی نہیں ہیں
(عقائد اشعریہ)

اشاعرہ نے کہا کہ کبھی اسم عین مسمی ہوتا ہے جیسے اللہ اسلئے کہ وہ علم ہے ذات الٰہی کا بغیر اس کے کہ اسمیں کسی معنی کا اعتبار کیا جاوے اور کبھی اس مسمی کا غیر ہوتا ہے جیسے خالق ورازق کہ یہ ایسے اسماء ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اسکو غیر (مخلوق) کی طرف نسبت ہے اور ظاہر ہے کہ یہ نسبت ذات سے غیر ہے (مذاھب الاسلام صہ ۱۸۹) یعنی خدا کے نام کچھ ازلی ہیں اور زیادہ حادث —

## خدا مکان نہیں رکھتا
## (عقائد ماتریدی)

محمد بن محمود ماتریدی کا عقیدہ ہے کہ اللہ
کسی مکان میں نہیں ہے کیونکہ اگر کسی مکان میں
ہو تو ضرور محتاج ہوگا اور ثابت ہوا ہے کہ
اللہ نہ جسم ہے نہ عرض ہی مکان میں نہ
ہوگا (مذاہب الاسلام ص ۵۳) اور ملا علی قاری
نے لکھا ہے کہ ولا متمکن فی مکان ولا علو
ولا سفل ولا غیرھا (شرح فقہ اکبر ص ۳۵)
یعنی نہ وہ کسی مکان میں ہے نہ جہت علو میں
و جہت سفل میں نہ کسی اور جہت میں۔

## خدا مکان رکھتا ہے
## (عقائد اشعری و ماتریدی)

جہم بن صفوان نے امام مالک سے پوچھا کہ
قول پروردگار استوی علی العرش کے کیا معنی
ہیں تو کہا کہ الاستواء معلوم والکیف مجہول
والایمان بہ واجب والسوال عنہ بدعۃ۔
(مذاہب الاسلام ص ۳۵ و شرح فقہ اکبر ص ۳۴)
یعنی خدا کا عرش پر بیٹھنا معلوم ہے اور اس کی
کیفیت معلوم نہیں (کہ کیونکر بیٹھا ہے) اور اس
کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے اور اس پر
ایمان رکھنا واجب ہے۔
اور ابو العالیہ نے لکھا ہے کہ استوی الی
السماء فسوٰھن یعنی خدا آسمانوں کی
طرف بلند ہوا پھر ان کو بنایا (بخاری جلد ۴
ص ۱۹۰ باب کان عرشہ علی الماء)

مولانا نجم الغنی صاحب نے لکھا ہے کہ علامہ ذہبی نے سیر النبلاء میں قتیبہ اور علی بن
مدینی اور اسحاق بن راہویہ اور مزنی اور ابو حاتم رازی وغیرہ سے نقل کیا ہے
کہ اس قسم کے الفاظ کی تاویل نہیں کرتے تھے ظاہری معنی پر حمل کرتے تھے۔
اور یہی ذہبی نے کتاب العرش میں اسی قسم کے اقوال کہ جن سے یہ ثابت ہوتا
ہے کہ حق جل شانہ عرش پر ہے بلا کیف صدہا صحابہ اور تابعین اور فقہاء

اور محدثین سے نقل کئے ہیں اور احادیث نبویہ بھی جو اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے پر دلالت کرتی ہیں ذکر کی ہیں۔
اور کتاب فقہ مالکی میں لکھا ہے کہ اللہ کی ذات عرش پر ہے اور اس کا علم ہر مکان میں ہے۔ اور ملا علی قاری کی شرح قصیدہ بدء الامالی اور ابن ہمام حنفی کی فتح القدیر کی المسائرہ اور ابن عبد العزیز بخاری حنفی کی کتاب کشف الاسرار شرح اصول بزدوی اور ابو شکور حنفی کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب صحابہ و غیر صحابہ و ائمہ و غیر ائمہ حنفیہ و غیر حنفیہ سب کا یہ ہے کہ حق جل شانہ کی فوقیت عرش پر اور ید اور وجہ و غیر صفات بلا کیف ہیں اور تاویل کرنا اس سب کی صحیح نہیں ہے (مذاہب الاسلام ص ۵۵۶)
نیز مولانا نے دو صفحات پہلے لکھا ہے کہ کتاب ہیسہ میں حنابلہ کو بھی مجسمہ میں شمار کیا ہے اور مجسمہ کو اہل بدعت قرار دیا ہے۔ پھر لکھا ہے کہ ابو ہریرہ سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے ینزل ربنا تبارک و تعالی کل لیلۃ الی السماء الدنیا۔ نزول فرماتا ہے رب ہمارا ہر رات میں طرف آسمان دنیا کے۔ نیز ابو ہریرہ سے بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ واما النار فلا تمتلی حتی یضع اللہ رجلہ۔ یعنی دوزخ نہیں بھرے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا پاؤں رکھے گا (مذاہب الاسلام ص ۵۵۴) اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ اہلسنت کے کل فرقے قریب قریب مجسم ہیں یعنی خدا کو مجسم مانتے ہیں اور یہ کہ وہ عرش پر رہتا ہے۔ تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا۔ اشاعرہ تو سب کے سب خدا کیلئے مکان کے قائل ہیں اور ماتریدی کچھ خدا کیلئے مکان تجویز کرتے ہیں اور کچھ انکار کرتے ہیں

۸ **خدا قبیح یعنی برے کام نہیں کرتا**
**(عقائد ماتریدیہ)**

ماتریدی نے کہا کہ اللہ قبیح کام نہیں کرتا
اگر ایسا کرے تو برا ہے عقل اس بات کو
جائز نہیں رکھتی کہ (مثلاً) اللہ مومن کو ہمیشہ
دوزخ میں ڈالے اور کافر کو جنت میں بھیج
دے (مذاہب الاسلام صفحہ ۹۲)

**خدا برے کام کر سکتا ہے**
**(عقائد اشعریہ)**

شارح مواقف نے لکھا ہے کہ لا قبیح بالنسبۃ
الی اللہ ۔ بل الافعال کلہا یحسن صدورہا
عنہ وحسن ان اظہار المعجزۃ علی ید الکاذب
والکان ممکنا من ورعاعنہ عقلا الا انہ
معلوم انتفائہ عادتا (شرح مواقف بحث
تکفیر اہل قبیلہ) یعنی کسی کے لئے کوئی فعل برا نہیں ہے
بلکہ ہر طرح کا کام کرنا اس کیلئے جائز ہے یہاں تک
جھوٹے مدعی نبوت کے ہاتھوں پر معجزہ کا ظاہر
کرنا بھی اس کیلئے ممکن ہے اگرچہ کبھی اس نے
ایسا کیا نہیں ۔ اور بحث احباط صفحہ ۵۸

بیان معادیین لکھا ہے کہ خداوند عالم کے لئے جائز ہے کہ فرمانبردار کو دوزخ میں اور نافرمان کو بہشت میں بھیج دے اور مذاہب الاسلام صفحہ ۹۲ میں ہے کہ خدا کیلئے جائز ہے کہ انبیاء کو دوزخ میں اور کفار کو جنت میں [illegible]

۹ **خدا کسی سے اچھے یا برے کام نہیں کراتا**
**(عقائد ماتریدیہ)**

ملا علی قاری حنفی نے لکھا ہے کہ ان اللہ لا یخلق
الطاعۃ والمعصیۃ فی قلب العبد بطریق الجبر
والغلبۃ بل یخلقہما فی قلبہ مقرونا باختیار
العبد وکسبہ فان المکرہ علی عمل [illegible] الذی

**بندوں سے اچھے اور برے کام سب خدا ہی کراتا ہے**
**(عقائد اشاعرہ)**

شارح مواقف نے آیت ام علی قلوبہم اقفالہا اور
آیت ختم اللہ علی قلوبہم کی تفسیر میں لکھا ہے کہ
تمام اہلسنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ افعال
اور [illegible] سے مقصود ان آیتوں میں اضلال یعنی

عمل ذالک العمل -
پھر لکھا ہے کہ و لا خلقھم مومنا و لا کافرا
و لکن خلقھم اشخاصا والایمان والکفر
فعل العباد (شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۰) یعنی پروردگار عالم
جبرا بندوں کے دلوں میں طاعت یا گناہ پیدا نہیں کرتا
بلکہ بندہ باختیار خود جب کسی کام کو کرنا چاہتا ہے
تو خدا پیدا کر دیتا ہے کیونکہ کسی کو کسی عمل پر مجبور
کرنے والا ہی در حقیقت اس فعل کا فاعل ہوتا
ہے -
اور خدا نے نہ تو کسی کو مومن پیدا کیا ہے نہ کافر
بلکہ اس نے انسان پیدا کیا ہے اور ایمان و کفر بندوں
کا فعل ہے -

کسی کے دل میں گمراہی کا پیدا کر دینا ہے کیونکہ لغت میں
یہ الفاظ کسی کو کسی کام سے روکنے کے معنی میں استعمال
کئے گئے ہیں اور کسی کے دل میں گمراہی کا پیدا کر دینا
اس کو ہدایت سے روک دینا ہے ہوا ان آیتوں میں
ان الفاظ سے دلوں میں گمراہی کا پیدا کر دینا ہی
مقصود ہے (شرح مواقف بحث افعال عباد صفحہ ۵۲۷)
علماء اشاعرہ کا عقیدہ ہے کہ بندہ کی قدرت کو
اس کے فعل میں کوئی تاثیر نہیں بندے کے تمام
کام اللہ کی قدرت سے وقوع میں آتے ہیں -
پھر لکھا ہے کہ پس فعل کی نسبت بندے کی طرف یعنی
یہ کہنا کہ بندہ سے فعل صادر ہوا ایسا ہے جیسے لکھنے
کی نسبت قلم کی طرف اس صورت میں بندے کی قدرت کو
فعل میں کسی قسم کی مداخلت نہیں (مواقف الاسلام صفحہ ۹۶)
حاصل یہ ہے کہ ایمان و کفر - عبادت و گناہ - زنا - چوری
شرابخواری - قتل - ظلم وغیرہ جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے اور انسان کی مثال قلم کی ہے کہ اس سے لکھنے
والا جو کچھ لکھوے وہ لکھنے پر مجبور ہے قرآن لکھ دے یا کسی کو گالیاں لکھ دے - سچ لکھ دے - یا جھوٹ
لکھ دے قلم انکار نہیں کر سکتا نہ اس پر مقدمہ چل سکتا ہے نہ اس کو سزا دی جاتی ہے - نہ اچھی باتیں
لکھنے پر اس کو انعام دیا جاتا ہے لیکن اشاعرہ کے خدا کا انصاف یہ ہے کہ وہ اچھی یا بری باتیں
خود لکھتا ہے پھر انعام یا عذاب قلم (یعنی انسان) پر کرے گا اور اس سے بڑا ظلم کیا ہو سکتا ہے -
تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا - یہ عقائد کفر اور پھر اسلام کا دعوی توبہ توبہ -

10 خدا بے غرض و مصلحت کوئی کام نہیں کرتا
(مذہب ماتریدیہ)

مولانا نجم الغنی صاحب نے مذاہب الاسلام صفحہ ۹۱ میں
نے لکھا ہے کہ ماتریدیوں کا عقیدہ ہے کہ
اللہ تعالے کے کاموں میں حکمت کا ہونا لازم ہے
اور لزوم کے معنی یہ ہیں کہ حکمت کا انفکاک
افعال سے جائز نہیں اور یہ اللہ کا فضل ہے کہ
اس کے کام حکمت سے خالی نہیں - اسکے کاموں
میں حکمت کا ہونا اس پر واجب نہیں ہے -
(تنبیہ) افعال حکیم کی مصلحت ہی اسکے وجود کی غرض ہے -

خدا کے کاموں کی کوئی غرض نہیں ہوتی
(مذہب اشعریہ)

صاحب شرح مواقف نے لکھا ہے کہ المقصد الثانی
فی ان افعال اللہ تعالیٰ لیست معللۃ بالاغراض
الیہ ذہب الاشاعرہ (شرح مواقف بحث
افعال عباد) یعنی اس عنوان مقصد اس امر کے
بیان میں ہے کہ خدا کے کاموں میں کوئی غرض
نہیں ہوتی (یعنی وہ لغو کام کیا کرتا ہے) یہی مذہب
اشاعرہ کا ہے -
جائز ہے کہ خدا کے کاموں میں کوئی حکمت نہ ہو کچھ بھی ہو (مذاہب الاسلام صفحہ ۹۱)

11 خدا وعدہ خلافی نہیں کرتا
(مذہب ماتریدیہ)

ماتریدیوں نے کہا کہ اپنی بات کا بدلنا خدا
کیلئے جائز نہیں ہے خداوند عالم ارشاد فرماتا
ہے کہ ما یبدل القول لدی یعنی میرے یہاں
بات بدلی نہیں جاتی - (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۱۷)
پوری آیت یوں ہے لا تختصموا لدی وقد قدمت
الیکم بالوعید ۰ ما یبدل القول لدی یعنی خدا
فرمانے لگا کہ میرے پاس جھگڑا نہ کرو میں تم کو پہلے ہی
عذاب سے ڈرا چکا ہوں اور میرے یہاں بات نہیں بدلتی
اسکے وعدہ اور وعید بدلتے نہیں (بہار شریعت صفحہ ۲)

خدا کیلئے وعدہ خلافی کرنا جائز ہے
(مذہب اشاعرہ)

اشاعرہ نے کہا ہے کہ وعید کی مخالفت کرنا
(خدا کیلئے) نقصان (عیب) میں شمار نہیں ہوتا
مذاہب الاسلام صفحہ ۹۲) اور ملا علی قاری
نے لکھا ہے کہ ان خلف الوعید کرم فیجوز
من اللہ تعالیٰ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۱۷) یعنی وعید کی
مخالفت خداوند عالم کا کرم ہے لہٰذا اسکے لئے
جائز ہے - یہ عقیدہ نص صریح قرآن کے مخالف
ہے اور کھلا ہوا کفر ہے -

۱۲ خدا طاقت سے زیادہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا
(مذہب ماتریدیہ)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ ان تکلیف ما لا یطاق غیر جائز خلافا للاشعری بقولہ تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا اے طاقتہا (شرح فقہ اکبر ص ۱۳) یعنی تکلیف ما لا یطاق جائز نہیں ہے بخلاف اشعری کے۔
کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ خدا کسی کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔
جو چیز کہ طاقت سے باہر ہے عقل یہ جائز نہیں رکھتی کہ انسان اسکے ساتھ مکلف ہو سکتا ہے (مواہب الاسلام ص ۹۱)

خدا کیلئے طاقت سے زیادہ تکلیف دینا جائز ہے
(مذہب اشاعرہ)

اشاعرہ کا عقیدہ کہ یجوز للہ ان یکلف عبادہ ما لا یطیقونہ (المسائرہ ص ۱۰۶) یعنی خدا کیلئے جائز ہے کہ اپنے بندوں کو ایسے کام کی تکلیف دے جو ان کی طاقت سے باہر ہے۔ پس اشاعرہ کے یہاں جائز ہے کہ خدا ایک کور مادرزاد کو دیکھنے کا حکم دے اور جب وہ نہ دیکھ سکے تو اس پر عذاب کرے۔
یہ عقیدہ صریح قرآن کا مخالف ہے اور کفر تک ہے کیونکہ اس سے کلام اللہ کی تکذیب لازم آتی ہے۔

۱۳ خدا کو اس دنیا میں عالم بیداری میں دیکھنا جائز ہے

مولانا محمد امجد علی صاحب اعظمی نے بہار شریعت حصہ ۱ ص ۶ چھاپہ دہلی میں لکھا ہے کہ دنیا کی زندگی میں اللہ عزوجل کا دیدار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے اور آخرت میں ہر سنی مسلمان کیلئے ممکن بلکہ واقع ہے رہا قلبی دیدار یا خواب میں یہ دیگر انبیا علیہم السلام بلکہ اولیاء کیلئے بھی حاصل ہے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خدا کو اس دنیا میں عالم بیداری میں دیکھنا جائز نہیں

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ الدنیا لم یثبت رویتہ تعالیٰ فی الدنیا خصوصا وقوعہا لہ صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ الاسراء علی خلاف فی ذالک بین السلف والخلف من العلماء والاولیاء والصحیح انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انما رای ربہ بفوادہ لا بعینہ کما فی شرح العقائد وغیرہ یعنی جن لوگوں نے خدا کا اس دنیا میں آنکھوں سے دیکھنا جائز قرار دیا ہے انہوں نے

کو خواب میں سو بار زیارت ہوئی -

۲۰ محمد زوقی مالکی نے رسالہ عقیدہ میں لکھا ہے کہ پیغمبر نے اللہ ؐ کو شب اسراء (معراج) میں دیکھا اور اس سے کلام کیا (حاشیہ مواھب الاسلام صفحہ ۵۹)

اور ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اختلفو فی جوازھا شرعا فا ثبتھا اکثرون و نفاھا اخرون ثم الذین اثبتوھا فی الدنیا خصوو قوعھا لہ صلی اللہ علیہ وسلم (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۱۲) یعنی لوگون نے خدا کو دنیا میں انکھون سے دیکھنے کے جواز میں اختلاف کیا ہے زیادہ لوگون نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور دوسرون نے نفی کی ہے اور جن لوگون نے دنیا میں خدا کا دیکھنا جائز کہا ہے انہون نے اس کو حضرت رسول اللہ صلعم کے لئے مخصوص کیا ہے

اس فضیلت کو حضرت رسول اللہ صلعم کے ساتھ مخصوص کیا ہے شب معراج میں ساتھ اختلاف کے درمیان علماء و اولیاء متقدمین و متاخرین کے اور صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے (شب معراج) خدا کو دیدہ دل سے دیکھا نہ کہ انکھون سے -

پھر لکھا ہے کہ یہی جو کہے کہ مین نے خدا کو انکھون سے دیکھا اگر اس کا مقصود یہ ہو کہ اس نے خدا کو خواب میں دیکھا ہے تو اس کے جواز میں اختلاف ہے جو کہ مشہور ہے حالانکہ خواب کا دیکھنا تصورات اور تخیلات ہوتے ہیں نہ کہ رویت بصر اور اگر مقصود یہ ہو کہ اس نے خدا کے مصنوعات اور انوار صفات کو حالت بیداری میں دیکھا تو یہ بھی درست ہے لیکن اگر اس نے بغیر تاویل کے عالم بیداری میں خدا کو انکھون سے دیکھنے کا دعوی کیا تو یہ ایک عقیدہ فاسد اور زعم باطل ہے اور وہ گمراہیوں کی پستی میں پڑا ہوا اور گمراہ کن اور صراط مستقیم سے بہت دور ہے - اور صاحب عوارف المعارف نے اپنی اعلام الحصدیٰ میں لکھا ہے کہ ان رویۃ العیان متعذرۃ فی ھذہ الدار لانھا دار الفنا (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۱۲) یعنی خدا کو اس دنیا میں انکھون سے دیکھنا محال ہے اسلئے کہ یہ دار فنا ہے - اور جب محال ہے تو نبی ؑ اور غیر نبی سب کے لئے محال ہے -

## ۱۴ خدا کو اس دنیا میں عالم خواب میں دیکھنا جائز ہے
## (مذہب اشاعرہ و حنفیہ)

ملاعلی قاری نے لکھا ہے کہ وصنعا رویۃ اللہ سبحانہ و تعالیٰ
فی المنام فالاکثرون علی جوازها من غیر کیفیة
وجهة و نصیبة ایضا فی هذا المرام فقد نقل
ان الامام ابا حنیفة قال رایت رب العزة فی
المنام تسعا و تسعین مرة ثم راه مرة اخری
تمام المائة (شرح فقہ اکبر ص ۱۱۳) یعنی ایسی
عقائد ضروریہ میں سے ایک یہ ہے کہ خدا کا خواب
میں دیکھنا جائز ہے یا نہیں تو اکثر علماء اس کے
جواز کے قائل ہوئے ہیں بغیر کیفیت و جہت و حیثیت
کے منقول ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ میں نے
خدا کو ننانوے مرتبہ خواب میں دیکھا پھر ایک
مرتبہ دیکھا تو سو پورا ہو گیا۔

## خدا کو اس دنیا میں عالم خواب میں دیکھنا محال ہے
## (مذہب ماتریدی)

ملاعلی قاری نے لکھا ہے کہ ذہبت طائفة
من مثبتی الرویة الی استحالة رویة اللہ تعالیٰ
فی المنام منهم الشیخ ابو منصور الماتریدی قیل
وعلیه المحققون واحتجوا بان ما یری
فی المنام خیال ومثال واللہ منزه عن ذالک
(شرح فقہ اکبر ص ۱۳) یعنی آخرت میں خدا
کے دیدار کے جائز کہنے والے علماء کا ایک
گروہ اسی امر کی طرف گیا ہے کہ خواب میں خدا
کا دیدار محال ہے انہی لوگوں میں سے ابو منصور
ماتریدی بھی ہیں اور کہا گیا ہے کہ اسی قول کی
طرف علماء محققین گئے ہیں اور انہوں نے دلیل
یہ دی ہے کہ خواب میں جو چیز دیکھی جاتی ہے وہ محض
خیالات و تصورات ہوتے ہیں اور خدا ان باتوں سے بے نیاز ہے

## ۱۵ خدا کا آخرت میں دیدار ہوگا

امام ابو حنیفہ نے لکھا ہے کہ واللہ تعالیٰ یری
فی الآخرة ویراه المومنون وهم فی الجنة
باعین رؤسهم (فقہ اکبر چھاپہ مصر) یعنی خدا
آخرت میں دکھائی دیگا اور اس کو مومنین

## خدا کا آخرت میں دیدار نہ ہوگا

اور شارح عقیدہ طحاوی نے آخرت میں خدا کے
دیدار سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ فہل
یعقل رویة بلا مقابلة (شرح فقہ اکبر ص ...)

اس عقیدہ کا راز = شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے قرۃ العینین میں — نوع ۱۳ ص ۱۸ چھاپہ مجتبائی دہلی میں لکھا ہے کہ روز قیامت خداوند عالم سب سے پہلے حضرت عمر سے گلے ملے گا اور ہاتھ ملائے گا

جنت میں اپنے سر والی آنکھوں سے دیکھیں گے بغیر کسی کیفیت و صورت و تشبیہ کے، اور حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ رایت ربی فی صورت شاب (شرح فقہ اکبر ص ۱۳۱) یعنی میں نے اپنے پروردگار کو ایک جوان آدمی کی صورت میں دیکھا ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کا جوان آدمی کی صورت میں دیکھا جانا جائز و ممکن ہے پھر اگر برادران اہلسنت خدا کو جنت میں جوان آدمی کی صورت میں دیکھیں تو کیا حرج ہے۔

یعنی بغیر مقابلہ کے خدا کا دیدار ان آنکھوں سے عقل میں آنے کی بات نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آنکھوں سے کسی چیز کے دیکھنے کے لئے اس شی کا سامنے سامنے ہونا ضروری ہے، اور جب سامنے ہوگی تو کسی جہت میں ہوگی اور کسی رنگ میں اور کسی شکل میں ہوگی لہذا اس کا مجسم اور مادی ہونا لازم آئے گا کیونکہ یہ صفتیں مادے کی ہیں اور بغیر ان باتوں کے خدا کو ان آنکھوں سے دیکھنے کا دعویٰ ایک حماقت ہے اور کچھ نہیں ہے۔

۱۶ خدا کیلئے اچھی باتوں سے روکنا اور بری باتوں کا حکم دینا جائز نہیں

(مذہب ماتریدی)

ماتریدی کا عقیدہ ہے کہ اشیاء میں بھلائی برائی شرعی نہیں اس طرح کہ شرع نے جس کو اچھا کہا وہ اچھا اور جس کو برا کہا وہ برا ہے اگر عکس کرتی تو عکس ہوتا مگر حسن و قبح اس بات کو نہیں چاہتا کہ اس میں حکم الہی بھی ہونے کے لئے صادر ہوتا ہو یا وہ لائق و مستحق اس بات کے ہوتا ہے کہ اس میں حکم الہی نازل ہو کیونکہ اللہ حکیم مطلق ہے ترجیح بلا مرجح جائز نہیں رکھتا کہ اچھی

خدا کیلئے اچھی باتوں سے روکنا اور بری باتوں کا حکم دینا جائز ہے

(مذہب اشاعرہ)

فلا حسن ولا قبح للافعال قبل ورود الشرع ولو عکس الشارع القضیة فحسن ما قبحه و قبح ما حسنه لم یکن ممتنعا وانقلب الامر۔ لنا وجهان الاول ان العبد مجبور فی افعاله واذا کان کذالک لم یحکم العقل فیها بحسن ولا قبح لان ما لیس فعلا اختیاریا لا یتصف بعض الصفات (شرح مواقف بحث حسن و قبح

کو برا اور بری چیز کو اچھا کہہ دے بلکہ جو واقعی اچھی ہوتی ہے اس کے متعلق حکم وجوب کا دیتا ہے اور جو بری ہوتی ہے اسے حرام کرتا ہے (مذاہب الاسلام ص۵۶ و ص۹۲)

فتح ص۱۳۵ والمسامرہ ص۹۳) یعنی پس انسان کے افعال (مثلا چوری و زنا و ظلم و عدل و انصاف وغیرہ) میں شریعت کے بیان کرنے کے قبل نہ کوئی (عقلی) اچھائی تھی نہ برائی۔ اور اگر شارع (خدا) اپنے حکم کو بدل دے (یعنی چوری و ظلم وغیرہ) کو جائز و عبادت اور انصاف و عدالت کو حرام قرار دے) تو اس کیلئے محال نہیں ہے بلکہ جائز ہے اور حکم بدل جائے گا اور پہلے گروہ کے پاس اس دعوی کی دو دلیلیں ہیں ایک یہ کہ انسان اپنے افعال میں مجبور ہے اور مجبور کا کام اچھا یا برا نہیں کہا جا سکتا۔

۱۷ اللہ پر ایمان لانا عقل سے واجب ہے
(مذہب ماتریدیہ)

اگر اللہ انبیاء کو مبعوث نہ فرماتا تب بھی عقلوں کے ذریعہ سے اللہ کے وجود اور وحدت اور حیات و قدرت وغیرہ کی معرفت واجب ہوتی اور اس بات کی کہ وہ عالم کا پیدا کرنے والا ہے (مذاہب الاسلام ص۹۳ و شرح فقہ اکبر ص۱۲۶)

اللہ پر ایمان لانا عقل سے واجب نہیں
(مذہب اشاعرہ)

انبیاء کی بعثت سے قبل نہ ایمان واجب ہے نہ کفر حرام ہے پس اشاعرہ کے نزدیک ایمان عقل سے واجب نہیں ہوتا نہ کفر حرام ہوتا ہے (مذاہب الاسلام ص۹۳ شرح فقہ اکبر ص۱۲۶) اور حنفیوں کے ایک گروہ کا بھی یہی عقیدہ ہے (شرح فقہ اکبر ص۹۶ سطر ۵)

۱۸ خدا چیزوں کے پیدا کرنے میں لفظ کُن کہنے کا محتاج نہیں
(مذہب ماتریدیہ)

وجود اشیاء کا کُن (یعنی ہو جا) سے متعلق نہیں بلکہ وجود اس کا فقط تکوین سے متعلق ہے اور لفظ کُن سے مجازاً سرعت ایجاد مقصود ہے (مذاہب الاسلام ص ۸۹) یہ مذہب ابو منصور ماتریدی کا ہے لیکن اس کو فخر الاسلام وغیرہ نے رد کیا ہے دیکھئے (شرح فقہ اکبر ص ۳۹)

خدا چیزوں کے پیدا کرنے میں کُن کہنے کا محتاج ہے
(مذہب اشاعرہ)

ملا علی قاری نے قول پروردگار ان یقول لہ کن فیکون کے متعلق لکھا ہے کہ ان معناہ عندنا محمول علی انہ ارید بہ التکلم بھذہ الکلمۃ علی الحقیقۃ لا علی المجاز عن سرعۃ الایجاد (شرح فقہ اکبر ص ۳۹) یعنی یہ آیت ہم لوگوں کے نزدیک اپنے حقیقی معنی پر حمل کی گئی ہے یعنی خداوند عالم جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو لفظ کن حقیقتاً کہتا ہے اور اس آیت سے مجازاً سرعت ایجاد یعنی فوراً پیدا کر دینا مقصود نہیں ہے۔ اسی قول کے قائل ہوئے ہیں فخر الاسلام اور شمس الائمہ سرخسی وغیرہ

۱۹ خدا کسی چیز میں حلول نہیں کرتا
(مذہب ماتریدیہ حنفیہ)

ابو منصور ماتریدی کا مذہب ہے کہ جائز نہیں ہے کہ اللہ حلول کرے اپنے غیر میں کیونکہ غیر میں در آنا صفات جسم سے ہے اور نہ اپنے غیر کے ساتھ متحد ہو سکتا ہے (مذاہب الاسلام ص ۵۳)

خدا عارفین کے اندر حلول کر جاتا ہے
(مذہب صوفیہ حنفیہ)

صوفی حنفی (جو اولیاء اللہ کہے جاتے ہیں) ان کا عقیدہ ہے کہ خدا عارفین کے جسم میں حلول کر جاتا ہے پھر وہ دونوں (عبد و معبود) متحد ہو جاتے ہیں۔ (شرح مواقف ص ۷۵۴ بیان نفی اتحاد) جب دونوں مل کر ایک ہو جاتے ہیں تو پھر عبد و معبود میں (نعوذ باللہ) کوئی فرق

نہیں رہ جاتا ہے اور ساری شریعت ان سے
ساقط ہوجاتی ہے پھر ان کیلئے کسی حلال و حرام
کی پابندی لازم نہیں ہوتی اور ہر گناہ ان سے علیٰ
معاف ہوجاتا ہے اور عبادت سے بے نیاز
ہوجاتے ہیں کیونکہ جب وہ خود خدا کے ساتھ متحد ہوگئے تو عبادت کس کی کریں -
اور بعض صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز عین خدا ہے - خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ
ظل سبحانی سید نامر الدین محمد اسد الرحمن قدسی استانہ بھوپال اپنی کتاب علم بیان صفحہ ۸۲ میں
حیاتیہ اگرہ یوں لکھا ہے کہ صوفیا میں ایک فرقہ ہے جسے موحدہ اور ذوالعینی کہتے
ہیں اور ایک دوسرا فرقہ ہے جسے وجودیہ ذوالعقلی کے نام سے یاد کرتے ہیں
یہ دونوں فرقے واجب الوجود (یعنی خدا) اور ممکن الوجود (یعنی مخلوقات) کی
وحدت وجود کے قائل ہیں لیکن آپس میں کچھ فرق و امتیاز رکھتے ہیں -
پھر صفحہ ۸۴ میں لکھا ہے کہ یہ مباحث اور موشگافیاں محض لا مذہبی اور الحاد پر مبنی
ہیں اور بدیہیات سے انکار کرنا ہے -

## اختلاف کلام اللہ کے متعلق

۲۰ کلام اللہ مخلوق ہے
(مذہب ماتریدیہ و حنفیہ)

امام ابو حنیفہ اور ماتریدیوں کا مذہب ہے کہ
قرآن مجید مخلوق (یعنی اللہ کا پیدا کیا ہوا) ہے
اہلسنت کے امام عسکری نے اپنی کتاب الاوائل میں

کلام اللہ مخلوق نہیں ہے
(مذہب اشاعرہ و حنابلہ وغیرہ)

امام بخاری کے استاد امام ذہلی نے کہا کہ
قرآن اور اس کی قرات یعنی الفاظ و حروف
سب قدیم ہیں (سیرۃ النعمان صفحہ ۶۷)

لکھا ہے کہ اول ما اختلف الناس فی خلق القرآن
ابو حنیفہ۔ فسئل عن ذالک ابو یوسف فابی
ان یقول انہ مخلوق وسئل عنہ ابو حنیفہ
فقال انہ مخلوق لان من قال والقرآن
لا افعل کذا فقد حلف بغیر اللہ وکل
ما ھو غیر اللہ فھو مخلوق (حقیقۃ الفقہ
حصہ ۲ ص ۱۸۱ چھاپہ دہلی) یعنی سب سے پہلے
جس قرآن کے مخلوق ہونے میں اختلاف ہوا
وہ امام ابو حنیفہ ہیں ابو یوسف سے دریافت
کیا گیا تو انہوں نے اس کے مخلوق کہنے سے
انکار کیا اور ابو حنیفہ سے پوچھا گیا تو کہا
کہ قرآن مخلوق ہے کیونکہ جس نے کہا کہ قسم
قرآن کی میں فلاں کام نہ کروں گا اس نے
غیر خدا کی قسم کھائی اور جو چیز اللہ کے سوا
ہے وہ مخلوق ہے۔
اور علامہ شبلی نے سیرۃ النعمان ص ۳۷ میں
لکھا ہے کہ ایک شخص نے امام ابو حنیفہ سے
پوچھا کہ قرآن حادث ہے یا قدیم فرمایا کہ
حادث کیونکہ قرآن خدا نہیں ہے اور جو

اور امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے کہ قرآن
غیر مخلوق ہے (مذاہب الاسلام ص ۳۹)
حنبلیوں کا مذہب ہے کہ قرآن کے حروف
و الفاظ و ترتیب سب قدیم ہے۔ اور
وہ کہتے ہیں کہ اس عموم نص کو کہ کلام الٰہی
غیر مخلوق ہے ظاہر سے پھیرنا اور کلام نفسی
پر محمول کرنا فہم و فراست سے بعید ہے (
مذاہب الاسلام ص ۸۵)
ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ مشائخ نے کہا ہے کہ
لا یقال القرآن غیر مخلوق لئلا یسبق الی الفہم
ان المولف من الاصوات والحروف قدیم
کما ذہب الیہ بعض جہلۃ الحنابلۃ (شرح
فقہ اکبر ص ۲۵) یعنی یہ نہیں کہنا چاہئے کہ
قرآن غیر مخلوق (قدیم) ہے تاکہ کوئی یہ نہ
سمجھے کہ یہ قرآن جو آواز و حروف سے
مرکب ہے قدیم ہے جیسا کہ گئے ہیں اس کی
طرف بعض جاہل حنبلی۔
اور یہ کہہ رکھا کہ بعض نہیں بلکہ کل حنبلیوں کا
کا عقیدہ یہی ہے کہ قرآن اور اس کے الفاظ و

خدا نہیں ہے وہ حادث ہے۔
اور ماتریدی کا مذہب بھی یہی ہے کہ یہ قرآن
جو ہمارے ہاتھوں میں ہے جو الفاظ و حروف کا مجموعہ
ہے اور تلاوت کیا جاتا ہے یہ حادث اور خدا
کا پیدا کیا ہوا ہے (دیکھئے مذاہب الاسلام ص۵)

و حروف بلکہ قرآن کے پڑھنے میں جو آواز پیدا
ہوتی ہے سب قدیم ہے۔ اور یہی مذہب
امام ذہلی اور ابو یوسف کا بھی ہے۔
اور ترجمہ درمختار جلد ۲ ص ۵۱۳ میں ہے کہ۔ قرآن
کو جو مخلوق کہے وہ کافر ہے۔ اسی بنا پر باوجود اس کے کہ

احمد بن حنبل کو معتصم عباسی نے پا بزنجیر قید کر کے بلوایا اور کوڑے لگوائے اور اٹھائیس ماہ قید رکھا اور ذلیل کیا لیکن آپ نے یہ بھی نہ کہا کہ یہ قرآن جو ہمارے ہاتھوں میں ہے جو الفاظ و حروف کا مجموعہ ہے حادث و مخلوق ہے (مذاہب الاسلام ص ۳۹)

**خلق قرآن کا معرکۃ الآراء مسئلہ** حضرت رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد جہاں بہت سی بدعتیں اور عقائد فاسدہ ظاہر ہوئے ایک نہایت لایعنی اور لغو عقیدہ قدامت قرآن نے وجود پایا اور اتنی شدت کے ساتھ کہ اس کا منکر کافر اور خارج از اسلام سمجھا جانے لگا۔ مامون الرشید نے جو ایک بڑا مفکر اور صاحب علم بادشاہ تھا جب اپنے مذہب کے علماء کی بے لگام دوڑ پر خطرناک نتائج پر غور کیا اور دیکھا کہ اگر ان کی آزاد روی روکی نہ گئی تو وہ دن دور نہیں کہ جس قرآن نے مخلوق پرستی کو مٹا کر توحید کا درس عالم کو دیا وہی خود مخلوق پرستی کا ذریعہ بنا لیا جائے۔

---

میرے نزدیک مسلمانوں کا یہ عقیدہ ویسا ہی ہے جیسا کہ ویدوں کے متعلق برہمنوں کا عقیدہ ہے کہ رگ وید ایشور یا پرم آتما کا گیان ہے گیان ایک صفت ہے اور صفت موصوف کے ساتھ رہتا ہے پس چونکہ خدا قدیم ہے لہذا اس کا گیان یا وید بھی قدیم ہے (خیر الکلام ص ۲۸)

مصنفہ مولوی عبدالحی صاحب) آخر مامون نے اس عقیدہ کو سختی سے روکنا چاہا اور اس نے اپنے
گورنر اسحاق بن ابراہیم خزاعی کو جو بغداد کا حاکم تھا ایک خط لکھا کہ امیر المومنین کو معلوم
ہوا ہے کہ بہت سے جاہل جن کے دلوں میں علم کی روشنی نہیں ہے وہ خدا سے جاہل اور دین
متین سے بے خبر ہیں اور وہ اس امر سے قاصر ہیں کہ خدا کو اس کی قدر کے مطابق جانیں
خدا اور اس کی مخلوق میں فرق نہیں کر سکے انہوں نے خدا اور اس کی مخلوق قرآن مجید کو
مساوی بنا دیا ہے اور ان کا خیال ہے کہ قرآن مجید قدیم ہے حالانکہ خداوند عالم ارشاد فرماتا
ہے کہ انا جعلناہ قرآنا عربیا یعنی ہم نے اس کتاب کو عربی قرآن بنایا۔ تو جب اس
نے بنایا تو پیدا کیا ۔ غرض اسی طرح اس نے قرآن کے مخلوق ہونے پر بہت سی دلیلیں دیں
اسحاق نے علماء و قضاۃ کو بلا کر مامون کا خط سنایا اور بہت کچھ ڈرایا لیکن ان لوگوں کی
سمجھ میں کچھ نہ آیا اور وہ اپنے عقیدہ پر باقی رہے تو مامون نے ان لوگوں کو اپنے پاس
بلوایا اور ان سے سوال کیا کہ قرآن قدیم ہے یا حادث ۔ علامہ سیوطی وغیرہ نے لکھا ہے
کہ ان علماء نے جان کے خوف سے تقیہ کر کے قرآن کا مخلوق ہونا قبول کر لیا لیکن
احمد بن حنبل وغیرہ چند آدمی اپنی ضد پر باقی رہے تو اس نے ان لوگوں کو قید کر کے بلوایا
لیکن ان لوگوں کے پہونچنے کے قبل مامون مر گیا ۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۱۱ تا ص ۲۱۳ و طبری
جلد ۷ ص ۱۹۵ تا ص ۲۰۰)

مامون کے بعد معتصم جب خلیفہ ہوا تو اس نے بھی قرآن کے قدیم کہنے والوں پر سختی شروع
کر دی اور بہت سے علماء کو قید کیا اور امام احمد بن حنبل کو بھی بلا کر اٹھائیس ماہ
قید رکھا اور کوڑے لگوائے (جس کی تفصیل گذر چکی) لیکن وہ اپنے عقیدہ سے باز نہ آئے

ابو العلا محمد امجد علی صاحب اعظمی نے بہار شریعت
حصہ اول ص ۹ میں لکھا ہے کہ چونکہ یہ دین ہمیشہ
رہنے والا ہے لہذا قرآن عظیم کی حفاظت اللہ عزوجل
نے اپنے ذمہ رکھی فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر
و انا لہ لحافظون ۝ بے شک ہم نے قرآن اتارا
اور بے شک ہم اس کے ضرور نگہبان ہیں ۔ لہذا
اس میں کسی حرف یا نقطہ کی کمی بیشی محال ہے
اگرچہ تمام دنیا اس کے بدلنے پر جمع ہو جائے تو
جو یہ کہے کہ اس میں کے کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں
بلکہ ایک حرف بھی کسی نے کم کر دیا یا بڑھا دیا یا
بدل دیا قطعاً کافر ہے اس نے اس آیت کا
انکار کیا جو ہم نے ابھی لکھی ۔

مسئلہ جو کوئی قرآن کی ایک آیت کا انکار کرے یا
قرآن میں سے کسی چیز میں عیب رکھے یا قل اعوذ
برب الفلق یا قل اعوذ برب الناس کے قرآن
ہونے سے بلا تاویل منکر ہو تو کفر ہے (ترجمہ
ہدایہ جلد ۱ ص ۸۴



ابن مسعود رضہ سے روایت ہے انہوں نے
کہا کہ سورہ قل اعوذ برب الناس اور سورہ
قل اعوذ برب الفلق قرآن میں داخل نہیں
تھے یہ حضرت امام حسن ع اور حضرت امام
حسین ع کے تعویذ کیلئے نازل ہوئے تھے ۔
(جواب قرآن میں داخل کر دیے گئے ہیں)
(تفسیر اتقان علامہ سیوطی جلد ۱ ص ۸۱ چھاپہ مصر
نوع ۲۲ تا ۲۷) علامہ سیوطی نے لکھا ہے
کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے نیز ابن حجر
عسقلانی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے
تفسیر اتقان بحوالہ بالا)

اور حذیفہ یمانی رضہ سے منقول ہے انہوں نے کہا کہ
سورہ برائت کا نام سورہ عذاب ہے کیونکہ اس میں
بہت سے صحابہ کی مذمت تھی اور اب یہ ایک
چوتھائی باقی رہ گیا ہے اور عبداللہ بن عمر نے
نے کہا کہ سب کو اسی نے فضیحت کیا (تفسیر
درمنثور علامہ سیوطی جلد ۳ ص ۲۰۸ بروایت
متعددہ)

جناب عبداللہ بن عباس رضہ سے منقول ہے کہ حضرت
عمر نے کہا کہ تم لوگ جہاں جہاں جاؤ خبر کر دو کہ
آیت رجم قرآن کا جزو ہے انزل اللہ آیۃ الرجم
فقرأناھا وعقلناھا ووعیناھا رجم رسول اللہ
وارجمنا بعدہ فاخشی ان طال بالناس زمان ان یقول قائل واللہ ما نجد آیۃ الرجم
فی کتاب اللہ فیضلوا بترک فریضۃ انزلھا اللہ والرجم فی کتاب اللہ حق الخ
(بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۲۲ چھاپہ مصر سنہ ۱۳۵۱ھ) یعنی خداوند عالم نے آیت رجم قرآن میں نازل
فرمائی تو ہم لوگوں نے اس کو پڑھا اور سمجھا اور یاد کیا اور حضرت رسول اللہ نے اپنی زندگی
میں رجم کیا اور حضرت کے بعد ہم لوگوں نے رجم کیا بس میں ڈرتا ہوں کہ کچھ زمانہ گذرنے
کے بعد کوئی کہے کہ ہم قرآن میں آیت رجم نہیں پاتے اور وہ لوگ اور فریضے کے ترک
کر دینے کی وجہ سے گمراہ ہو جائیں جس کو خدا نے قرآن میں نازل فرمایا ہے اور
وہ حق ہے اس شخص کیلئے جس نے زنا محصنہ کیا مرد یا عورتوں میں سے الخ
اور عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ لولا ان یقول الناس زاد عمر فی کتاب
اللہ لکتبت آیۃ الرجم بیدی (بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۶۱ چھاپہ مصر) یعنی اگر یہ خوف نہ
ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ عمر نے کتاب خدا میں زیادہ کر دیا تو میں اپنے ہاتھ سے قرآن
میں آیت رجم کو لکھ دیتا۔ (آیت رجم موجودہ قرآن میں نہیں ہے) م
بخاری کے محشی سندی صاحب نے بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۲۲ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ وہی الشیخ
والشیخۃ اذا زنا فارجموھما یعنی وہ آیت یہ ہے کہ بڈھا مرد اور بڑھی عورت
جب زنا کریں تو ان دونوں کو سنگسار کر دو — پھر لکھا ہے کہ لکن نسخت تلاوتھا
(تفسیر اتقان جلد ۱ صفحہ ۶۲ از مالک) رہے کہ سورہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر تھی اور اس میں آیت رجم تھی
دیکھو نمبر ۵۵ لکھا

دون حکمھا یعنی اس آیت کی تلاوت منسوخ ہو گئی ہے لیکن حکم منسوخ نہیں ہوا ہے۔
لیکن یہ دعویٰ ان لوگوں کا غلط ہے ۱۔ اس سبب سے کہ اس امر کو عقل قبول نہیں کرتا
کہ جو حکم قرآن تا قیامت باقی ہو اس کی آیت منسوخ کر کے قرآن سے نکال دی گئی ہو۔
۲۔ یہ کہ اگر یہ آیت منسوخ ہوتی تو حضرت عمر کیلئے اتنا کہہ دینا کیا مشکل تھا کہ اگر یہ آیت
منسوخ التلاوۃ نہ ہوتی تو میں اپنے ہاتھ سے قرآن میں لکھ دیتا۔ لیکن انہوں نے یہ نہیں
کہا بلکہ کہا کہ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ عمر نے قرآن میں زیادتی کر دی تو میں آیت
رجم کو قرآن میں اپنے ہاتھ سے لکھ دیتا اور یہ خیال کہ حضرت عمر کے قول میں زیادتی
سے آیت رجم کا منسوخ ہونا ہی مقصود ہے درست نہیں ہے بلکہ حضرت عمر کے قول کا
واضح مطلب یہ ہے کہ آیت رجم منسوخ التلاوت نہیں ہے اور اس کو قرآن میں ہونا چاہئے
تھا لیکن دو گواہ نہ ملنے کے سبب سے یہ آیت زید بن ثابت نے قبول نہیں کی ہیں اگر
لوگوں کے طعنہ دینے کا خوف نہ ہوتا تو میں اس کو قرآن میں لکھ دیتا۔
چنانچہ علامہ سندی محشی بخاری لکھتے ہیں کہ ظاہرہ انہ یعتقد انہ قرآن غیر منسوخ
التلاوۃ محقہ ان یکتب فی المصحف الا انہ ما تواتر فخاف طعن الناس فیہ
بالزیادہ فی القرآن فترکہ (حاشیہ بخاری جلد ۴ صـ ۱۶۱) یعنی ظاہری مطلب حضرت عمر کے
قول کا یہ ہے کہ وہ اعتقاد کرتے تھے کہ آیت رجم قرآن ہے اور غیر منسوخ التلاوۃ ہے
پس اس کا حق یہ تھا کہ قرآن میں لکھ دی جاتی لیکن چونکہ یہ حد تواتر تک نہیں پہونچی
تھی اسلئے لوگوں کے طعن سے ڈرے اور اس کا قرآن میں لکھنا ترک کر دیا۔
غرض یہ کہ تحریف قرآن پر بڑے بڑے جلیل القدر علمائے اہلسنت کے بیانات اگر جمع کئے جاتے
تو ایک مبسوط کتاب تیار ہو جاتی جس کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔ یہ ہیں تحریف قرآن

کے متعلق اہلسنت کے باطنی عقائد جو بظاہر دعوی کرتے ہیں کہ ہم تحریف کے قائل نہیں
ہیں اور قرآن میں تحریف کا جو قائل ہو وہ کافر ہے لیکن وہ اس کی بھی پروا نہیں
کرتے کہ ان کے فتوائے کفر کی زد میں خود ان کے کیسے کیسے جلیل القدر صحابہ اور علماء
آ رہے ہیں۔

یہ روایتیں اگرچہ احاد ہیں لیکن ان کا ایک مجموعی مضمون حد تواتر تک پہونچتا ہے جس پر اہلسنت
کا ایمان ہے جس کا ایک واضح ثبوت یہ ہے کہ علمائے اہلسنت ان روایتوں کو چودہ سو برس سے
اپنی معتبر کتابوں میں نقل کرتے چلے آ رہے ہیں یہانتک کہ جن کتابوں کا اردو ترجمہ کیا جا رہا
ہے ان میں ان روایات کا ترجمہ بھی کرتے ہیں۔

ایک سوال - میرے ایک شاگرد نے اس موقع پر مجھ سے سوال کیا کہ شیعے بھی تو تحریف قرآن کے قائل ہیں
جواب - بجائے اس کے کہ میں خود اس کا کوئی جواب دوں بہتر ہے کہ ایک عالم جلیل اہلسنت
کا جواب نقل کر دوں جو انصاف پسند مسلمانوں کے لئے زیادہ باعث اطمینان قلب ہے
فاضل جلیل مولانا حکیم محمد نجم الغنی صاحب رام پوری اپنی کتاب مذاہب الاسلام ص ۴۱۲
چھاپہ نولکشور میں لکھتے ہیں کہ اثنا عشریہ قرآن میں کمی بیشی کے قائل نہیں اور یہ جو مشہور
ہے کہ شیعہ اثنا عشریہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے دس پارے قرآن مجید کے کم کر دیے اور بعض شیعہ
سورہ حسنین اور سورہ فاطمہ اور سورہ علی پڑھا کرتے ہیں یہ جہلا کی گپ ہے
آجتک سلف سے لیکر خلف تک کوئی محقق اثنا عشری یہ عقیدہ نہیں رکھتا چنانچہ
علمائے اثنا عشری اس خیال کی برائت اپنی کتابوں میں بڑے شد و مد سے کرتے
ہیں۔

شیخ صدوق ابوجعفر محمد بن علی بن بابویہ اپنے رسالہ عقائد میں لکھتے ہیں کہ جو قرآن

اللہ نے حضرت کو دیا تھا وہی ہے جواب لوگوں کے پاس موجود ہے نہ اس میں کچھ کم ہوا ہے نہ زیادہ۔

**مجمع البیان میں** جو کہ اثنا عشریوں کے نزدیک معتبر تفسیر ہے سید مرتضیٰ رح کہتے ہیں کہ جو قرآن عہد پیغمبر علیہ السلام میں تھا وہی اب بھی ہے بلا تفاوت۔

**قاضی نور اللہ شوستری** اپنی کتاب مصائب النواصب میں لکھتے ہیں کہ یہ بات جو شیعہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہ وہ قرآن میں تغیر و تبدل کے قائل ہیں سو یہ غلط ہے محققین شیعہ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے اور جو کوئی کہے تو اس کا کیا اعتبار ہے۔

**ملا صادق** شرح کافی کلینی میں لکھتے ہیں کہ یہ قرآن اسی طرح امام مہدی ع تک سالم رہے گا۔

**محمد بن الحسن عاملی** - کہتے ہیں کہ جو روایات پر ذرا بھی غور کرے گا یقینی طور پر جان جائے گا کہ قرآن میں بچند وجوہات کمی زیادتی نا ممکن ہے اور اثنا عشریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ص کے آباؤ کرام آدم ع سے تا بہ عبد اللہ پدر آنحضرت ص صاحب ایمان تھے اور یہ مسئلہ مذہب امامیہ میں اتفاقیہ ہے کہ کسی کو اس میں بحث و کلام نہیں پس جس نبی یا وصی کا ماں باپ مومن نہ ہوگا وہ نبی اور وصی نہ ہوگا جیسا کہ حضرت ابراہیم ع کے باپ تارخ تھے آزر بت تراش نہ تھا اور حضرت علی ع کے باپ ابو طالب بھی مسلمان تھے مگر ہاں وہ جناب (بمصلحت) تقیہ کرتے تھے جیسا کہ کلینی نے کافی میں لکھا ہے جناب صادق ع نے فرمایا کہ ابو طالب اصحاب کہف کی طرح تھے کہ اپنے ایمان کو چھپایا اور شرک ظاہر کیا پس اللہ نے ان کو دو اجر عطا فرمایا اور ان کے ایمان کے چھپانے کا سبب یہ تھا کہ اس پردے میں امداد اور کفالت آنحضرت ص کی خوب ترین وجہ پر ممکن ہو جائے جیسا کہ فاضل کاشانی نے کافی میں لکھا ہے۔

اس تحریر سے معلوم ہوا کہ شیعوں کی طرف عقیدہ تحریف قرآن کی نسبت جہلا کی گپ
ہے جو شیعوں کو صرف بدنام کرنے کے لئے شہرت دی گئی ہے جیسا کہ اور بھی بہت
سی جھوٹی باتیں شیعوں کی طرف اہلسنت کو ان سے بدظن کرنے کے لئے منسوب
کی گئی ہیں۔

## اختلاف نبوت کے متعلق

انبیا علیہم السلام کفر اور ہر قسم کے گناہان کبائر و صغائر سے معصوم تھے۔

**کفر** - امام ابوحنیفہ کی فقہ اکبر میں ہے کہ الانبیاء علیہم السلام منزھون عن الصغائر و الکبائر والکفر و القبائح (شرح فقہ اکبر ص۵۲) یعنی انبیاء علیہم السلام ہر قسم کے گناہان صغائر و کبائر اور کفر اور قبیح باتوں سے منزہ اور معصوم تھے۔ (یعنی بعد نبی ہونے کے)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ انھم معصومون عن الکفر قبل الوحی و بعدہ بالاجماع۔ (شرح فقہ اکبر ص۵۶) یعنی انبیا علیہم السلام کفر سے قبل وحی اور بعد وحی معصوم تھے بالاجماع۔

**گناہ کبیرہ** - لکھا ہے کہ واما قبلہ فلا دلیل علی

انبیا علیہم السلام قبل بعثت کفر میں اور معصوا گناہان کبائر و صغائر میں مبتلا ہونا جائز ہے۔

**کفر** - المسائرہ حاشیہ محی الدین حنفی ص۱۲۸ میں ہے کہ وجوز القاضی وقوع الکفر قبل البعثۃ یعنی قاضی ابوبکر نے قبل بعثت کفر کو انبیاء کے لئے جائز قرار دیا ہے

**گناہ کبیرہ** - واما الکبائر فالجمہور من المحققین والائمۃ علی امتناعھا عمدا او اما صدورھا سھوا علی سبیل الخطاء فجوزہ قوم - یعنی گناہان کبائر کے متعلق کل محققین اور ائمہ اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء کا ان میں جان کر مبتلا ہونا جائز نہیں ہے لیکن بھولے سے مبتلا ہونے کو ایک قوم نے جائز کہا ہے - یعنی بعد نبی

[illegible]

امتناع صدور الکبیرہ (شرح فقہ اکبر ص۵۷) یعنی
قبل وحی نازل ہونے کے ان کا گناہ کبیرہ سے محفوظ
رہنا ثابت نہیں (یعنی گناہ کبیرہ کر سکتے ہاں)
یہی عقیدہ ماتریدیوں کا بھی ہے دیکھئے (مذاہب
الاسلام ص۶۱)

**گناہ صغیرہ** - ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ شمس الائمہ
نے شرح عقائد میں لکھا ہے کہ واما الصغائر فیجوز
عمدا عند الجمهور خلافا للجبائی واتباعه وتجوز
سهوا بالاتفاق (شرح فقہ اکبر ص۵۷) یعنی گناہان
صغیرہ میں انبیاء ؑ کا جان بوجھ کر مبتلا ہونا جمہور
اہلسنت کے نزدیک جائز ہے بخلاف ابو علی جبائی معتزلی
اور اس کے گروہ کے اور بھولے سے مبتلا ہونا
باتفاق اہلسنت جائز ہے۔ اور یہی مضمون (شرح
مواقف موقف ۶ مرصد اول مقصد ۵ بیان عصمت
انبیاء ص۲۶۵ چھاپہ استنبول) میں بھی ہے

ہونے کے بھی انبیاء بھولے سے گناہ کبیرہ
(جیسے چوری، زنا، شراب خواری وغیرہ) کر
سکتے تھے (نعوذ باللہ من ذالک) پھر انبیاء کا
**گناہ صغیرہ** - مولانا محمد امجد علی صاحب الحنفی
بہار شریعت حصہ اول ص۱۰ چھاپہ
میں لکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام شرک و کفر اور
ہر ایسے امر سے جو خلق کیلئے باعث نفرت ہو جیسے
کذب و خیانت و جہل وغیرہا صفات ذمیمہ سے
نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف
ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں
اور کبائر سے بھی مطلقا معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ
تعمد صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت
معصوم ہیں - آپ کے نزدیک انبیاء ؑ عمدا سہوا
گناہ صغیرہ کر سکتے ہیں لیکن جان کر کسی گناہ کبیرہ و صغیرہ
میں انبیاء ؑ کا مبتلا ہونا جائز نہیں ہے نہ قبل نبوت
نہ بعد نبوت - یعنی آپ کا مذہب جمہور اہلسنت کے
مذہب سے جدا ہے دیکھئے ملا علی قاری اور شمس الائمہ اور صاحب مواقف کے بیانات -

[illegible]

۲۳ انبیاء ؑ سہو یعنی بھول چوک میں مبتلا نہیں ہوتے

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ ومن اہل السنۃ من منع السہو علیہ (شرح فقہ اکبر ص۵۶) یعنی اہلسنت میں سے کچھ لوگوں نے انبیاء ؑ سے سہو (یعنی بھول چوک) میں مبتلا ہونے کی نفی کی ہے۔ یعنی ان سے ہرگز سہو واقع نہیں ہوتا اور یہی صحیح ہے مولف۔

انبیاء علیہم السلام سہو میں مبتلا ہوتے ہیں

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ والاصح جواز السہو فی الافعال (شرح فقہ اکبر ص۵۶) یعنی زیادہ صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے افعال میں سہو واقع ہونا جائز ہے۔

امام بخاری نے علقمہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ ؐ نماز میں بھول گئے جب لوگوں نے توجہ دلائی تو دو سجدہ سہو کئے پھر فرمایا کہ میں بھی تمہارے جیسا انسان ہوں جب بھول جایا کروں تو تم لوگ مجھ کو یاد دلادیا کرو (صحیح بخاری باب توجہ نحو القبلہ حیلا)

اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء سے افعال میں سہو واقع ہوتا تھا لیکن اقوال میں یعنی جو باتیں وہ فرماتے تھے ان میں سہو نہیں واقع ہوتا تھا لیکن یہ عجب طرح کی بات ہے ایک شخص افعال میں بھولے اور اقوال میں کبھی نہ بھولے اسلئے کہ بھولنا اختیاری بات نہیں ہے کہ انسان جہاں چاہے بھولے اور جہاں چاہے نہ بھولے ایسی صورت میں سہو سہو نہ رہے گا فعل اختیاری ہو جائے گا۔ اور اگر کہا جائے کہ خدا انبیاء کو اقوال میں سہو سے بچاتا تھا تو اولاً قرآن و حدیث سے اس تفریق کا ثبوت نہیں ملتا اور ثانیاً اسکی امت جب نبی کو افعال میں سہو و نسیان میں مبتلا ہوتے دیکھے گی تو اس کو نبی کے اقوال پر بھی اعتماد نہ رہے گا اور اس کو کسی بات پر ایمان و یقین حاصل نہ ہوگا اور بعثت انبیا کا مقصد باطل ہو جائے گا۔

# تیسری کتاب



## ۲۴) نبی کا مرد ہونا ضروری ہے
(مذہب ماتریدیہ)

ماتریدیوں کا عقیدہ ہے کہ نبی کیلئے مرد ہونا شرط ہے عورت نبی نہیں ہوسکتی (مذاہب الاسلام ص۹۵) (یہی حق ہے مولف)

## نبی کا مرد ہونا ضروری نہیں
(مذہب اشاعرہ)

اشاعرہ کا عقیدہ ہے کہ نبی کا مرد ہونا ضروری نہیں ہے عورت بھی نبی ہوسکتی ہے (مذاہب الاسلام ص۹۵)

## ۲۵) انبیاء کو علم غیب نہیں ہوتا

وذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیہ السلام یعلم الغیب (المسائرہ ص۱۲۹ اصل تاسع جماعۃ عشر) یعنی حنفیوں نے بالتصریح نبی کے غیب دانی کا عقیدہ رکھنے والوں کی تکفیر کی ہے۔

اور ترجمہ درمختار جلد ا ص۱۷ میں ہے کہ علم غیب سوا خدا کے کسی مخلوق کو نہیں ہے۔

## انبیاء کو علم غیب ہوتا ہے

شرح عقائد نسفی ص۱۷۵ میں ہے کہ العلم بالغیب امر تفرد بہ اللہ تعالیٰ ولا سبیل الیہ للعباد الا باعلام منہ او الھام بطریق المعجزہ او الکرامۃ۔ یعنی علم غیب خدا کیلئے مخصوص ہے اور بندوں کی وہاں تک رسائی نہیں بغیر خدا کے بتائے اور الہام کئے معجزہ یا کرامت کے طور پر۔ یہی مضمون شرح فقہ اکبر ص۱۳۷ میں بھی ہے (یہی حق ہے)

## ۲۶) انبیاء علیہم السلام کا ذلیل عادات و اخلاق سے پاک ہونا شرط ہے۔

محی الدین نے لکھا ہے کہ شرط النبوۃ الذکورۃ وکونہ اکمل اھل زمانہ عقلا وخلقا وفطنۃ

## انبیاء کا ذلیل عادات واخلاق سے پاک ہونا شرط نہیں ہے

امام بخاری نے خلیفہ یمانی رضہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ صلعم کبھی

وقوة رای والسلامة من دناءة الآباء
وغمز الامهات والعفوة والعیوب المنفرة
كالبرص والجذام وقلة المروة كالاكل
على الطريق ودناءة الصناعة (المائدہ
ص۱۲۴ چھاپہ مصر) یعنی نبی کا مرد ہونا اور
کامل العقل اور اخلاق وسمجھ وغیرہ میں
اپنے زمانے کے لوگوں سے بہتر ہونا اور رائے کا مضبوط
ہونا اور ماں باپ دونوں کی طرف سے عالی
خاندان ہونا اور سخت دلی اور نفرت والے
والے امراض مثل برص وجذام وغیرہ سے
اور خلاف مروت کاموں سے مثلاً سڑک پر
پر کھانا اور ذلیل پیشہ وغیرہ سے پاک ہونا
شرط ہے۔
(یہی شرطیں خلیفہ کی بھی ہیں مؤلف)

تشریف لے جارہے تھے اور میں بھی حضرت کے
ساتھ تھا کہ حضرت ایک قوم کے کوڑے پر ایک
دیوار کے پاس کھڑے ہوکر پیشاب کرنے لگے
تو میں حضرت کے پاس سے ہٹ گیا تو حضرت نے
مجھ کو اشارے سے بلایا میں حضرت کے پیچھے
کھڑا ہوگیا یہاں تک کہ حضرت فارغ ہوئے۔
(بخاری جلد۱ ص۳۶ باب البول عند صاحبه)
ابی اسید رض سے منقول ہے انہوں نے کہا کہ
ایک مرتبہ ہم لوگ آنحضرت صلعم کے ساتھ نکلے یہاں تک
کہ ایک دیوار کے پاس پہونچے جس کو شوط
کہا جاتا تھا وہاں حضرت نے ہم لوگوں کو بیٹھنے
کا حکم دیا ہم لوگ دو دیواروں کے درمیان میں
بیٹھ گئے پھر جونیہ (ایک عورت کا نام) لائی گئی
اور وہ ایک مکان میں اتاری گئی پھر حضرت

اس مکان میں داخل ہوئے اور اس سے فرمایا کہ اپنا نفس مجھ کو ھبہ کر اس نے کہا کہ کیا
ملکہ بھی کسی کو اپنا نفس ھبہ کرتی ہے تب حضرت نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا
اس کی تسکین کے لئے تو اس نے کہا کہ (اعوذ باللہ منک) میں خدا کی پناہ طلب کرتی
ہوں آپ سے تو آپ نے فرمایا کہ تو نے بڑی پناہ طلب کی پھر فرمایا کہ اے اسید
اس کو دو رازقی کپڑے پہناؤ اور اس کو اس کے گھر پہونچا دو۔ (بخاری جلد۳ ص۱۰۷۶)

چھاپہ مصر ۱۳۵۱ھ) نعوذ باللہ من ذلک نعوذ باللہ من ذلک

۲۷ حضرت رسول اللہ صلعم نے کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی

امام ابوحنیفہ نے لکھا ہے کہ ان محمداً رسول اللہ ﷺ
نبیه وعبده ورسوله وصفیه ولم یعبد
الصنم ولم یشرک باللہ طرفة عین (شرح فقہ
اکبر ص۶۲) یعنی حضرت رسول اللہ صلعم خدا کے مقرر
کردہ نبی اور اس کے رسول اور برگزیدہ بندے
ہیں آپ نے کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی اور
چشم زدن بھی کبھی شرک نہ کیا (یہی حق ہے)

حضرت رسول اللہ صلعم نے بتوں کی پرستش کی

۲۸ حضرت رسول اللہ صلعم کے والدین مؤمن تھے

مولانا علی النور صاحب نے درالیتیم ص۳۲ میں لکھا ہے
السبیل الثالث انهما کانا على التوحید ودین
ابراهیم کما کان على ذلک طائفة من العرب
کزید بن عمرو بن نفیل وقس ابن ساعدہ وغیرهما
ومشى على هذا الطریق الامام فخر الدین الرازی
وزاد ان اباء النبی کلهم الى ادم على التوحید
لم یکن فیهم مشرک انتهى وعلیه هذا القول

حضرت رسول اللہ صلعم کے والدین مشرک تھے

امام ابوحنیفہ نے فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ و
والدا رسول اللہ صلعم ماتا على الكفر (کتاب
درالیتیم فی ایمان اباء النبی الکریم ص۴۲
مولفہ مولانا علی النور صاحب [?]
آنحضرت کے والدین کفر پر مرے (حقیقة
الفقه ص۱۷۹ حصہ دوم بحوالہ فقہ اکبر
وترجمہ ہدایہ جلد۱ ص۲۱)

احادیث منھا ما اخرج البیھقی و الطبرانی
و ابونعیم عن عمر - یعنی تیسری سبیل یہ ہے کہ
وہ (حضرت رسول اللہ صلعم کے والدین) دین حضرت
ابراہیم ع پر تھے جس پر ایک گروہ عرب کا
تھا جیسے زید بن عمرو بن نفیل و قس بن ساعدہ
وغیرہ اور اسی طرف امام فخر الدین رازی
گئے ہیں اور انھوں نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ
انحضرت صلعم کے آبا و اجداد حضرت آدم ع
تک سب کے سب موحد تھے کوئی مشرک نہ تھا
اور اس قول کی تائید بہت سی حدیثوں سے
جنکی بیہقی اور طبرانی و ابونعیم وغیرہ نے
روایت کی ہے - یہی قول حق ہے اور
مذہب اہلبیت علیہم السلام سے بھی ثابت
ہے - شاہ عبدالحق صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت رسول اللہ
کے آباؤ اجداد حضرت آدم ع سے حضرت عبداللہ تک سب کے سب کفر و
شرک سے پاک تھے (فتح الغالب فی اخرج المطالب ص ۳ بحوالہ شرح مشکوۃ)

علماء اہلسنت نے کہا کہ آیت ولا تسئل عن
اصحاب الجحیم حضرت رسول اللہ صلعم کے والد
کی شان میں نازل ہوئی ہے در منثور سیوطی
میں ہے کہ وکیع و سفیان بن عیینہ اور
عبدالرزاق اور عبید بن حمید اور ابن جریر
اور ابن منذر نے محمد بن کعب قرظی سے روایت
کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ
لیت شعری ما فعل ابوای فنزل انا
ارسلناک بالحق بشیرا و نذیرا ولا تسئل
عن اصحاب الجحیم - فما ذکرھما حتی توفاہ
(در الیتیم ص ۸ بحوالہ در منثور سیوطی)
یعنی حضرت نے فرمایا کہ نہ معلوم میرے ماں باپ
کے ساتھ کیا کیا گیا اسوقت یہ آیت نازل
ہوئی کہ اے رسول ہم نے تم کو حق کے ساتھ
بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے اور جہنم والوں
کے متعلق مجھ سے سوال نہ کرو - اور

در منثور سیوطی میں ہے ابن ابی حاتم اور حاکم اور ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل
میں ابن مسعود رض سے روایت کی ہے کہ آیت ماکان للنبی والذین امنوا ان
یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لھم انھم اصحاب الجحیم ۝

حضرت رسول اللہ ؐ کے والدین کی شان میں نازل ہوئی ہے - یعنی نبی ؐ کیلئے اور مومنین کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کیلئے استغفار کریں اگرچہ وہ ان سے قرابتداروں سے ہوں بعد اس کے کہ واضح ہوچکا کہ وہ اہل جہنم سے تھے - اس مضمون کی بہت سی حدیثیں کتب اہلسنت میں ہیں انہیں حدیثوں کی بنا پر امام ابوحنیفہ اور اہلسنت کے بہت بڑے گروہ نے یہ عقیدہ کر لیا ہے کہ حضرت رسول اللہ ؐ کے والدین کا انتقال حالت کفر میں ہوا (نعوذ باللہ)

## ۲۹ حضرت رسول اللہ ؐ کبھی خطا اجتہادی نہیں کرتے تھے

ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۲۳ چھاپہ مصر میں لکھا ہے کہ اعلم ان للانبیاء ان یجتہدو مطلقاً - واذا اجتہدو فلابد من اصابتہم ابتداء و انتہاء کما فی المسائرہ - یعنی انبیا علیہم السلام کو اختیار ہے کہ جس مسئلہ میں چاہیں اجتہاد کریں اکثر علماء کا یہی عقیدہ ہے - یا وحی کا انتظار کرنے کے بعد (اگر وحی نہ آئے) تو اجتہاد کریں - اور جبکہ انہوں نے اجتہاد کیا تو ان کا مصیب ہونا ضروری ہے ابتداء میں بھی اور انتہاء میں بھی (یعنی ہرگز غلطی نہیں کر سکتے) جیسا کہ المسائرہ میں ہے -

## حضرت رسول اللہ ؐ اجتہادی غلطیاں کرتے تھے

علامہ شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ کتب سیر اور احادیث میں تم نے اکثر پڑھا ہوگا کہ بہت سے ایسے موقعے پیش آئے کہ جناب رسول خدا ؐ نے کوئی کام کرنا چاہا یا کوئی بات فرمائی تو حضرت عمر نے اس خلاف رائے ظاہر کی مثلاً بخاری میں ہے کہ جب آنحضرت نے عبداللہ بن ابی کے جنازہ پر نماز پڑھنی چاہی تو حضرت عمر نے کہا کہ آپ منافق کے جنازہ پر نماز پڑھتے ہیں - قیدیان بدر کے معاملہ میں ان کی رائے بالکل آنحضرت کی تجویز سے الگ تھی - صلح حدیبیہ میں انہوں نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ اس طرح دب کر کیوں صلح کی جائے - ان تمام مثالوں سے تم

خود اندازہ کر سکتے ہو کہ حضرت عمر ان باتوں کو منصب نبوت سے الگ سمجھتے تھے۔
پھر لکھا ہے کہ اس امتیاز مراتب کی جرات اس وجہ سے ہوئی کہ انحضرت کے متعدد احکام
میں جب انہوں نے دخل دیا تو انحضرت نے اس پر نا پسندیدگی نہیں ظاہر فرمائی بلکہ متعدد
معاملات میں حضرت عمر کی رائے کو اختیار فرمایا۔ اور بعض موقعوں پر تو خود وحی الٰہی
نے حضرت عمر کی رائے کی تائید کی۔ قیدیان بدر، حجاب ازواج مطہرات، نماز برجنازہ
منافق۔ تمام معاملات میں وحی جو آئی وہ (حضرت رسول اللہ کی رائے کے خلاف) حضرت
عمر کی رائے کے موافق آئی (الفاروق حصہ ۲ ص ۲۳۷ و ص ۲۳۸)
اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی اپنی مکتوبات جلد ۲ مکتوب ۳۶
ص ۲۷ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہر گاہ اصحاب کرام در بعض امور اجتہادیہ با آں سرور
علیہ الصلوۃ والسلام مخالفت کردہ اند و بخلاف رائے آں سرور علیہ الصلوۃ والتسلیمات
حکم نمودہ اند و آں اختلاف ایشاں مذموم و ملام نہ بود و منع ان با وجود نزول وحی
وحی نیامدہ۔ یعنی صحابہ کرام بعض اجتہادی چیزوں میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی مخالفت کی ہے اور حضور صلعم کی رائے کے مخالف رائے دی ہے اور ان کا یہ
اختلاف برا نہ تھا نہ ملامت کے قابل اور باوجود اس کے ان کے خلاف وحی نہ اتری
ان بیانات سے معلوم ہوا کہ حضرت رسول اللہ صلعم اجتہاد میں بہت غلطیاں کیا کرتے تھے لیکن
حضرت عمر غلطی خطا نہیں کرتے تھے چنانچہ بہت سے موقعوں پر پروردگار عالم نے حضرت
رسول اللہ صلعم کی رائے کے خلاف اور حضرت عمر کے رائے کے موافق آیت نازل فرمائی
علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ انیس ۱۹ مقامات پر حضرت عمر کی رائے کے مطابق قرآن نازل ہوا
اور علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ اکیس ۲۱ مقامات پر آپ کی رائے کے مطابق قرآن نازل ہوا (تاریخ الخلفاء

صـــ۸۳) اور کنز العمال جلد ۶ صـــ۳۲۸ میں ہے کہ خود حضرت عمرؓ نے کہا کہ وافقت ربی فی اربعین - یعنی چالیس مقامات پر میں نے اپنے رب کی موافقت کی - یعنی میرے موافق آیت نازل ہوئی -

## ۱۴) حضرت رسول اللہ صلعم کی مخالفت جائز نہیں

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ ماکان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللّٰہ و رسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللّٰہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا ۝ پارہ ۲۲ رکوع ۲) یعنی جب خدا اور رسول کسی بات کا حکم دیں تو پھر کسی مومن یا مومنہ کو اس بات میں اپنی پسند و ناپسند کا اختیار نہیں رہتا اور پارہ ۱۰ رکوع ۱۴ میں فرماتا ہے کہ الم یعلموا انہ من یحاد اللّٰہ و رسولہ فان لہ نار جھنم خالدا فیھا ذالک الخزی العظیم ۝ یعنی کیا ان لوگوں کو یہ نہیں معلوم کہ جو اللہ اور رسول کی مخالفت کرے گا اس کیلئے دوزخ کی آگ تیار ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا یہ بڑی رسوائی ہے - قرآن مجید میں اس مضمون کی لفاً

## حضرت رسول اللہ صلعم کی مخالفت جائز ہے

ابھی علامہ ابن حجر مکی اور علامہ سیوطی اور علی متقی اور مجدد الف ثانی اور علامہ شبلی کی تحریریں گذر چکیں کہ صحابہ کرام اور خصوصا حضرت عمر حضرت رسول اللہ کی مخالفت کیا کرتے تھے جس کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام نے جن احکام میں رسول اللہ صلعم کی مخالفت کی ہے وہ احکام حضرت صلعم کے منصب رسالت سے الگ تھے اور ان میں صحابہ کیلئے رسول اللہ کی مخالفت جائز تھی بلکہ مزید ایں کہ خدا نے بھی ان مقامات پر صحابہ ہی کے رائے کی تائید کی اور رسول اللہ کی رائے کو ناپسند فرمایا اور حضرت عمر کی رائے کے موافق آیت نازل فرما کر ثابت کر دیا کہ صحابہ کی عقل و رائے اور اجتہاد کی صلاحیت

بہت سی آیتیں ہیں جنمیں پروردگارِ عالم نے
مطلقاً حضرت رسول اللہ صلعم کے احکام کی
مخالفت سے منع فرمایا ہے اور اس پر عذاب
آخرت کا وعدہ فرمایا ہے ۔
عقد الجید مطبوعہ لاہور صفحہ ۸۱ میں ہے کہ کان
الامام احمد یقول لیس لاحد مع اللہ
ورسولہ کلام ۔ یعنی امام احمد کہا کرتے
تھے کہ کسی شخص کو خدا اور رسول کے مقابلہ میں
کلام کرنے کی گنجائش نہیں ہے ۔
اور مولانا محمد امجد صاحب نے بہار شریعت میں اول
صفحہ ۱۲ میں لکھا ہے کہ عقیدہ ۔ حضور کی
اطاعت عین اطاعت الٰہی ہے طاعت الٰہی
بے طاعت حضور ناممکن ہے یہانتک کہ اگر
آدمی فرض نماز میں ہو اور حضور اس کو
یاد فرمائیں فوراً جواب دے اور حاضر خدمت
ہو اور یہ شخص کتنی ہی دیر تک حضور سے
کلام کرے بدستور نماز میں ہے اس کی
نماز میں کوئی خلل نہیں ۔

(نعوذ باللہ) حضرت رسول اللہ صلعم سے بہتر تھی

**صلح حدیبیہ** ۔ شاہ عبد الحق صاحب محدث
نے مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۶۲ میں لکھا ہے
کہ حضرت عمر نے کہا کہ صلح حدیبیہ کے روز میرے
دل میں اور بہت عظیم شبہہ پیدا ہو گیا
چنانچہ میں نے آنحضرت کی خدمت میں جا کر ایسی
گفتگو کی جیسی بے باکی کی گفتگو حضرت سے
میں نے کبھی نہ کی تھی تو حضرت نے فرمایا کہ اے
پسر خطاب بدرستی کہ من فرستادہ خدا ام
وبے فرمان وے نمی کنم و وے ناصر و مددگار
من است و مرا ضائع نہ خواہد کرد یعنی
اے خطاب کے بیٹے بیشک میں خدا کا رسول
ہوں اور بغیر حکم خدا کے کوئی کام نہیں کرتا
اور وہی میرا ناصر و مددگار رہے وہ مجھ کو
ضائع نہ کرے گا ۔
اور تاریخ خمیس دیار بکری جلد ۲ صفحہ ۲۵ میں ہے
جب حضرت رسول اللہ صلعم نے صلح حدیبیہ میں کفار
سے (دب کر) صلح کی تو حضرت عمر نے کہا کہ
واللہ ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ یعنی خدا کی قسم جب سے میں ایمان لایا

آج کے سواء کبھی مجھ کو (رسول اللہ کی رسالت مین) شک نہیں ہوا - غرض یہ کہ حضرت عمر کو صلح حدیبیہ کے روز رسول اللہ کی رسالت مین شبہہ عظیم پیدا ہو گیا اور آپ نے حضرت کی خدمت میں جا کر نہایت درجہ بے ادبی کی گفتگو کی جس پر حضرت نے فرمایا کہ اے خطاب کے بیٹے میں خدا کا رسول ہوں اور جو کام میں کر رہا ہوں بحکم خدا کر رہا ہوں اور وہ میرا ناصر و مددگار ہے - اور علامہ شبلی اور دیگر علما ئے اہلسنت نے لکھا ہے کہ حضرت رسول اللہ کا وہ فعل حضرت کے منصب رسالت سے الگ تھا اور حضرت عمر کا اعتراض کرنا جائز تھا اور ان کا بہت عظیم الشان اجتہاد تھا - اسی قسم کے اور بہت سے واقعات ہیں جہاں حضرت عمر نے رسول اللہ کی شدید مخالفت کی جن کو علماء اہلسنت نے حضرت عمر کے عظیم الشان کارناموں میں شمار کیا ہے اور ان کا اجتہاد قرار دیا ہے اس طرح علمائے اسلام نے صحابہ کے عیب کو ہنر اور گناہ کو عبادت بنا دیا پھر یہ بھی ایمان رکھتے ہیں کہ رسول اللہ کی اطاعت ہر مسلمان پر واجب ہے یہاں تک کہ اگر رسول اللہ صلعم پکار لیں تو نماز تمام کرنے کا انتظار بھی نہیں کرنا چاہئے بلکہ حالت نماز ہی میں دوڑ کر حاضر ہو جانا چاہئے چاہے حضرت نے اپنے کسی نجی کام کیلئے کیوں نہ پکارا ہو - ببیں تفاوت رہ از کجا ست تا بہ کجا =

| ۳) انبیاءؑ نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ وارث بناتے ہیں | انبیاءؑ وارث بھی ہوتے ہیں اور وارث بناتے بھی ہیں |
|---|---|
| صاحب حبیب السیر نے لکھا ہے کہ کتب فریقین میں لکھا گیا جب آیت مبارکہ وآت ذی القربی حقہ یعنی اے رسول اپنے قرابتداروں کو ان کا حق دو - نازل ہوئی تو | علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ نے انتقال کے وقت ایک لونڈی جس کا نام ام ایمن تھا اور پانچ اونٹ اور ایک گلہ دنبیوں کا چھوڑا جو |

تو حضرت رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہ زہراؑ کو علاقہ
فدک دے دیا۔ لیکن امیر المومنین ابو بکر نے اپنی
خلافت کے اوائل میں اس علاقہ کو حضرت فاطمہ
زہراؑ کے سارے متروکات کے ساتھ چھین کر
بیت المال میں داخل کر لیا اور ان کو نہ دیا اور
جب حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ نے اس معاملہ
میں ان سے گفتگو کی تو جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ
کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نحن معاشر الانبیاء لا
نرث ولا نورث۔ یعنی ہم گروہ انبیا نہ کسی کے وارث
ہوتے ہیں نہ کسی کو اپنا وارث بناتے ہیں۔ (حبیب
السیر جزو سوم صفحہ ۹ چھاپہ بمبئی)
اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اپنی
کتاب ازالۃ الخفا میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر سے
روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے
فرمایا کہ نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث
یعنی ہم گروہ انبیا نہ وارث ہوتے ہیں نہ وارث بناتے
ہیں (ترجمہ ازالۃ الخفا حصہ
اسی حدیث کا سہارا لے کر حضرت ابوبکر نے حضرت
خاتون جنتؑ کو ان کے پدر بزرگوار کی میراث

میراث میں حضرت رسول اللہ صلعم کو پہونچی (سیرۃ النبی
جلد ۱ صفحہ ۱۲۲) یہی مضمون سیرۃ حلبیہ جلد ۱
صفحہ ۵۶ میں بھی ہے
اور صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے کہ از عبد اللہ
یک کنیزک ماندہ بود ام ایمن نام و پنج شتر
و گلہ گوسفند ماند بمیراث بہ پیغمبر رسید (روضۃ
الاحباب جلد ۱ صفحہ ۵) یعنی حضرت عبد اللہ نے اپنے
بعد ایک لونڈی چھوڑی تھی جس کا نام ام ایمن تھا
اور پانچ اونٹ اور دنبیوں کا ایک گلہ چھوڑا
جو میراث میں حضرت رسول اللہ صلعم کو پہونچیں۔
اور برزنجی نے احکام سلطانیہ لکھا کہ ورث النبی
من امہ آمنہ بنت وھب دارا بمکہ
وھی التی بین الصفا والمروہ التی خلف سوق
العطارین فاما الدور فباعھا عقیل بعد ھجرۃ
النبی صلعم۔ یعنی حضرت رسول اللہ نے اپنی والدہ آمنہ
بنت وھب کے مکانات وراثت میں پائے جو مکہ
میں صفا و مروہ کے درمیان عطاروں کے بازار کے
عقب میں واقع تھے جس کو جناب عقیل نے حضرت
رسول اللہ صلعم کی ہجرت کے بعد بیچ ڈالا۔

سے محروم کر دیا جس کی بنا پر حضرت معصومہ ابوبکر سے ناراض ہوئیں اور تا زندگی ان سے گفتگو نہ کی اور وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ ابوبکر آپ کے جنازے میں شرکت نہ کریں (بخاری جلد ۳ ص ۳۷ باب غزوۂ خیبر) اس حدیث کے راوی تنہا حضرت ابوبکر ہیں اور کسی صحابی نے یہ حدیث حضرت رسول اللہ صلعم سے روایت نہیں کی ہے (دیکھئے تاریخ الخلفاء ص ۵۰)

احمد بن داؤد دینوری جن کی وفات ۲۸۱ھ میں ہوئی اپنی معتبر تاریخ اخبار الطوال ص ۲۴ چھاپہ مصر میں لکھتے ہیں کہ فی اول ملکہ توفی داؤد ع وورث سلیمان ملکہ وذالک فی عصر کیخسرو ابن سیاوش۔ یعنی (بلقیس) کی ابتدائی حکومت میں حضرت داؤد ع نے انتقال فرمایا اور حضرت سلیمان ع ان کے ملک کے وارث ہوئے اور یہ باتیں کیخسرو بن سیاوش کے زمانے میں ہوئیں۔

اور تاریخ کامل ابن اثیر ص ۸۷ جلد ا میں ہے کہ فلما مات ورث سلیمان ملکہ و علمہ و نبوتہ یعنی جب حضرت داؤد ع نے جب انتقال فرمایا تو حضرت سلیمان ع ان کے ملک اور علم اور ان کی نبوت کے وارث ہوئے۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ وورث سلیمان داؤد (پارہ ۱۹ رکوع ۱۷) یعنی حضرت سلیمان[۴۶] حضرت داؤد ع کے وارث ہوئے۔ مولانا محمد نعیم الدین صاحب نے تفسیر خزائن العرفان میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ "نبوت و علم و ملک میں" (دیکھئے قرآن مجید مترجم شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی پارہ ۱۹ رکوع ۱۷ ص ۴۵۰ حاشیہ ع ۵ مطبوعہ دہلی) یعنی حضرت سلیمان نبوت و علم کے علاوہ حضرت داؤد ع کے ملک و تخت و تاج کے وارث ہے اور ملک میں تخت و تاج و خزانہ و قلعہ جواہرات۔ باغات و زراعتیں دہات و شہر سب داخل ہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ انبیاء ع وارث ہوتے بھی ہیں اور وارث بناتے بھی ہیں اور حضرت ابوبکر کی حدیث لا نرث ولا نورث بے اعتبار ہے یہی سبب ہے حضرت

ناراض
صدیقہ طاہرہ صلوات اللہ علیہا نے اس حدیث کو قبول نہیں کیا اور حضرت ابوبکر سے
ہوئیں یہاں تک کہ ان کو اپنے جنازے میں شرکت کی بھی اجازت نہ دی جیسا کہ امام
بخاری وغیرہ نے لکھا ہے اور جس پر پردہ ڈالنے کیلئے علماء اہلسنت نے بڑی
بڑی باتیں بنائی ہیں۔

## ۳۴) حضرت رسول اللہ ص کو معراج جسمانی نہیں ہوئی

ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر ص۱ میں لکھا ہے
حضرت عائشہ کی حدیث ہے کہ ما فقدت جسد محمد
لیلۃ المعراج - یعنی شب معراج حضرت رسول اللہ ص
کا جسم اطہر میرے پاس سے غائب نہیں ہوا۔
اور مولانا شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ امیر معاویہ
کو معراج جسمانی سے انکار تھا (سیرۃ النعمان
ص۲)
اور صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے کہ جمعے برانند
کہ روح مبارک آنحضرت را در خواب بمعراج بردند و
جسد در محل خود بود و این مذہب را عائشہ
صدیقہ و معاویہ و حسن بصری روایت می کنند و
پھر لکھا ہے کہ این جماعت استدلال می نمایند

## حضرت رسول اللہ ص کو معراج جسمانی ہوئی

ملا علی قاری نے امام ابوحنیفہ کے قول
(والمعراج) کی شرح میں لکھا ہے کہ ای
بجسد المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یقظۃ الی السماء (شرح فقہ اکبر ص۱) یعنی
خبر معراج کی حضرت محمد مصطفیٰ ص کے جسم اطہر کے
ساتھ حالت بیداری میں آسمان تک (حق) الخ
حق ہے - اور اس کا رد کرنے والا گمراہ و بدعتی ہے۔
اور بہار شریعت جلد اول ص۱۳ میں ہے کہ حضور
کے خصائص سے معراج ہے کہ مسجد حرام سے
مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے ساتوں آسمان
اور کرسی و عرش تک بلکہ بالائے عرش رات کے
ایک خفیف حصہ میں مع جسم شریف لے گئے

بآیہ کریمہ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ
للناس چہ در کلام عرب رؤیا در دیدن خواب شایع
است - (روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۱۱۸) یعنی ایک جماعت
کا مذہب یہ ہے کہ آنحضرت کی روح مبارک کو عالم خواب
میں معراج میں لے گئے اور آپ کا جسم اطہر اپنی جگہ پر
رہا اور یہ مذہب عائشہ صدیقہ اور معاویہ اور حسن
بصری سے مروی ہے - ان کا عقیدہ تھا کہ معراج خواب میں ہوئی -
اور اس جماعت نے آیت کریمہ وما جعلنا الرؤیا التی الخ
(یعنی اے رسول ہم نے یہ خواب جو تم کو دکھایا ہے لوگوں
کی آزمائش کیلئے دکھایا ہے) سے استدلال کیا ہے
اور کہا ہے کہ کلام عرب میں رؤیا خواب کے معنی میں
شایع ہے - علماء اہلسنت نے قول جناب عائشہ
کی تاویلیں کی ہیں اور اس کو صحیح کرنے کی کوشش
کی ہے لیکن روایت کی صحت سے انکار نہیں
کیا ہے (دیکھئے شرح فقہ اکبر ص ۱) اور امام ابوحنیفہ

اور ابو منصور ماتریدی نے مذہب ہے کہ معراج
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں مع
روح اور جسد مقدس کے مسجد حرام سے مسجد
اقصیٰ تک اور وہاں سے آسمان تک پھر جہاں
تک کہ خدائے تعالیٰ نے چاہا حق ہے -
مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس تک
جانا قرآن سے ثابت ہے انکار اس کا کفر
ہے (مذاہب الاسلام ص ۶۹)
تیسرے گروہ - کا عقیدہ ہے کہ حضرت کو مکہ سے
بیت المقدس تک جسمانی معراج ہوئی اور بیت
المقدس سے آسمانوں تک روحانی (دیکھو
روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۱۱۸ بحث معراج)

نے صرف اتنا لکھا ہے کہ خبر المعراج حق ومن رده فهو ضال مبتدع (فقہ اکبر ص) یعنی معراج کی
خبر حق ہے جس نے اس کو رد کیا گمراہ و بدعتی ہے - لیکن آپ نے جسمانی و روحانی کی کوئی تشریح
نہیں کی ہے لہذا آپ بھی معراج جسمانی کے منکر ہی سمجھے جائیں گے اس لئے کہ مثبت کیلئے بیان
ضروری ہے - اور حق یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ ص کو عالم بیداری میں مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک

اور وہاں سے آسمانوں تک پھر جہاں تک خدا نے چاہا مع جسم و روح کے معراج ہوئی اور اسکا
منکر کافر ہے اور آیت ما جعلنا الرویا التی ارینٰک الا فتنۃ للناس والشجرۃ الملعونۃ
فی القرآن ط کو معراج سے کوئی ارتباط نہیں ہے یہ آیت بنی امیہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

# اختلاف خلافت کے متعلق

## ۳) حضرت رسول اللہؐ نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا

بخاری نے لکھا ہے کہ قال عمران استخلف (یستخلف) فقد استخلف
من ھو خیر منی ابوبکر وان اترک فقد ترک من ھو
خیر منی رسول اللہ فاثنوا علیہ؟ - بخاری کتاب
الاحکام باب استخلاف جلد ۴ صـ ۱۶۷ چھاپہ مصر) یعنی عمرؓ نے
کہا کہ اگر میں کسی کو اپنا خلیفہ بناؤں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ
مجھ سے پہلے ابوبکر نے اپنا خلیفہ بنایا جو مجھ سے بہتر تھے
اور اگر میں ترک کردوں (کسی کو خلیفہ نہ بناؤں) تو بھی
کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حضرت رسول اللہؐ نے بھی کسی
کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا جو مجھ سے بہتر ہے۔
اور ابو داؤد نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ
قال عمر ان لا استخلف فان رسول اللہ صلعم لم یستخلف
وان استخلف فان ابابکر قد استخلف (سنن ابو
داؤد باب فی الخلیفۃ یستخلف صـ ۱۴ چھاپہ اصح
المطابع) یعنی عمرؓ نے کہا کہ اگر میں کسی کو خلیفہ نہ بناؤں
تو کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت رسول اللہؐ نے بھی کسی کو
خلیفہ نہیں بنایا اور اگر خلیفہ بناؤں تب بھی حرج نہیں
کیونکہ ابوبکر نے خلیفہ بنایا۔ اسی مضمون کی حدیثیں

## حضرت رسول اللہؐ خود اپنا خلیفہ مقرر کرکے دنیا سے اٹھے

ابن عساکر نے عمرو بن زبیر سے روایت کیا ہے
قال ارسلنی عمر بن عبد العزیز الی الحسن البصری
اسئلہ عن اشیاء فجئتہ فقلت لہ اشفنی
فیما اختلف الناس فیہ؟ ھل کان رسول اللہ؟
استخلف ابابکر فاستوی الحسن قاعدا وقال
او فی شک ھو لا ابالک ای واللہ الذی
لا الہ الا ھو لقد استخلفہ ولھو اعلم باللہ
واتقی لہ واشد لہ مخافۃ من ان یموت
لو لم یامرہ (تاریخ الخلفاء صـ ۴۲) یعنی عمرو بن زبیر
نے کہا کہ عمر بن عبد العزیز نے مجھ کو حسن بصری کے
پاس بھیجا تاکہ ان سے کچھ باتیں دریافت کروں
تو میں نے ان سے کہا کہ جس بات میں لوگ اختلاف
کر رہے ہیں اس میں میری تشفی کیجئے۔ کیا حضرت
رسول اللہؐ نے حضرت ابوبکر کو خود اپنا خلیفہ مقرر
فرمایا تھا۔ حسن بصری یہ سن کر سیدھے ہو کر بیٹھ
گئے اور کہا تیرا باپ نہ رہے کیا یہ بات شک
کی ہے قسم ہے اس پروردگار کی جس کے سوا

علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء فصل میں بیان کیا ہے
کہ مسلم نے میں اور بیہقی نے دلائل میں اور
حاکم نے مستدرک میں اور احمد وغیرہ نے روایت
کی ہیں - (دیکھئے تاریخ الخلفاء ص۵) حضرت
ابوبکر نے مرنے کے وقت اپنی زبان یا ہاتھوں سے کھینچ رہے ہیں

کوئی معبود نہیں - بیشک آنحضرت ابوبکر کو
اپنا خلیفہ بنایا تھا حضرت ابوبکر اللہ کو بہت زیادہ
پہچانتے تھے اور سب سے بڑھ کر متقی اور پرہیزگار
تھے وہ اللہ سے اتنا ڈرتے تھے کہ اگر آنحضرت
ان کو خلیفہ نہ بناتے تو وہ خلافت پر مرنے
کو ترجیح دیتے - لیجئے حضرت ابوبکر و عمر کو اُکو تھا کہ آنحضرت نے اپنا وفات کے قریب کسی کی
خلافت پر نامزد نہیں کیا لیکن حق بجرے نے پروردگار عالم کی قسم شرعی کھا کر کہہ دیا کہ حضرت
نے حضرت ابوبکر کو خود (اپنی زندگی میں) اپنا خلیفہ مقرر کر دیا تھا ورنہ حضرت ابوبکر موت
قبول کر لیتے لیکن خلافت قبول نہ کرتے ۔

نیز ابن عساکر نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ جاءت امرأۃ الی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسئلہ شیئاً فقال لھا تعودین فقالت یا رسول اللہ ان عدت
فلم اجدک تعرض للموت فقال ان جئت فلم تجدنی فاتی ابا بکر فانہ الخلیفۃ
بعدی (تاریخ الخلفاء ص۴۲) یعنی ایک عورت حضرت رسول اللہ کی خدمت میں کچھ پوچھنے
۶- آئی تو آپ نے فرمایا کہ پھر آنا اس نے عرض کیا کہ اگر میں آئی اور آپ نہ ملے (یعنی خدا
نخواستہ موت آگئی) تو حضرت نے فرمایا کہ ابوبکر کے پاس آنا کیونکہ وہی میرے بعد خلیفہ
ہیں - اسی مضمون کی حدیث بخاری نے جبیر بن مطعم سے روایت کی ہے ان حدیثوں
سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسول اللہ نے جبتک حضرت ابوبکر کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا دنیا
سے نہ اٹھے - اسی مضمون کو ابن حجر نے صواعق محرقہ فصل ۴ میں اور ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر
ص۹۶ میں اور شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں اختیار کیا ہے ۔
(ان کا دروازہ نہ توڑا ہوتا) ۷- سازش سقیفہ میں خلافت کو عمر یا ابوعبیدہ کی گردن میں ڈال دیا ہوتا
[illegible]

(حدیث ۲۳۰۲) [illegible]

**صحابہ نافرمان رسول تھے** — ابن عساکر کی روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت رسول اللہ نے حضرت ابوبکر کو خود اپنا خلیفہ مقرر فرمایا علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ فصل ۴ فی بیان ان النبی صلعم نص علی خلافۃ ابی بکر میں لکھتے ہیں " حدیثیں نقل کی ہیں اس کے بعد لکھا ہے کہ من تامل الاحادیث التی قدمناها علم من اکثرها انہ نص علیها نصا ظاهرا وعلی ذالک جماعۃ من المحدثین وهو الحق وقال جمهور اهل السنۃ والمعتزلۃ والخوارج لم ینص علی احد - یعنی چوتھی فصل اس امر کے بیان میں ہے کہ آیا حضرت رسول اللہ نے ابوبکر کی خلافت پر نص فرمائی -

پھر لکھا ہے کہ جو لوگ ان حدیثوں میں غور کریں جو میں نے پہلے تحریر کیں تو ان میں سے اکثر حدیثوں سے ان کو معلوم ہوگا کہ حضرت رسول اللہ نے ابوبکر کی خلافت پر بالکل ظاہر اور صریح نص فرمائی ہے محدثین کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے اور یہی حق ہے لیکن جمہور اہلسنت اور معتزلہ اور خوارج کہتے ہیں کہ حضرت نے کسی کی خلافت پر نص نہیں فرمائی -

## سقیفہ کی کہانی حضرت عمر کی زبانی

پس بعد حضرت رسول اللہ صلعم صحابہ کرام یعنی انصار و مہاجرین کا فرض تھا کہ حضرت ابوبکر کو مسجد رسول میں لا کر ممبر پر بٹھلاتے اور بیعت کر لیتے چھپ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں جا کر دھینگا مشتی اور اٹھا پٹک کی کیا ضرورت تھی چنانچہ بخاری اور مسلم نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے حج سے واپس ہوئے تو ایک خطبہ دیا اور کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ اگر عمر مر گئے تو میں فلاں کی بیعت کروں گا اس شخص کو بھولنا نہ چاہئے کہ ابوبکر کی بیعت بے سوچے سمجھے اچانک ہوگئی یہ تو ٹھیک ہے لیکن اللہ نے اس کے شر سے بچا لیا اور تم میں سے کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے جس کی طرف ابوبکر کی طرح لوگوں کی گردنیں بلند ہوں

(جس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاجرین سقیفہ کے پیچھے سے خلافت حاصل کرنے کی خفیہ سازش کئے ہوئے تھے)

رسول اللہ صلعم نے وفات پائی تو ابوبکر سب سے افضل تھے۔ علیؑ اور زبیر اور ان کے ساتھی فاطمہ کے گھر میں بیٹھے رہے اور تمام انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے (سقیفہ مدینہ سے تین میل پر ایک مکان تھا جہاں کفار عرب باطل مشورے کیلیے جمع ہوتے تھے۔ غیاث اللغات)۔

تو میں نے کہا کہ اے ابوبکر ذرا انصار کے پاس چلئے راہ میں ہم کو دو آدمی ملے اور کہا کہ انصار تک نہ جائیے آپ اپنا کام کیجئے تو میں نے کہا کہ بخدا ضرور جاؤنگا جب ہم لوگ سقیفہ میں پہونچے تو دیکھا کہ انصار جمع ہیں اور ایک شخص چادر اوڑھے بیٹھا ہے میں نے پوچھا یہ کون ہے لوگوں نے کہا کہ سعد بن عبادہ انصاری ہیں جب ہم لوگ بیٹھ گئے تو سعد نے خطبہ پڑھا اور کہا کہ ہم اللہ کے مددگار اور اسلام کا لشکر ہیں اے مہاجرین تم ہم میں سے ایک گروہ ہو اب تم خفیہ طور پر یہ ارادہ رکھتے ہو کہ ہمارے اصل سے ہم کو قطع کر دو اور خلافت سے ہم کو روک دو یہ کہہ کر بیٹھ گئے۔ میں نے اپنے دل میں ایک بات سوچی ہوا تھا اور پوشیدہ تیاری کر رہا تھا کہ ابوبکر میری تیاری دیکھ کر سمجھ گئے اور کہا کہ تم اپنی جگہ پر بیٹھے رہو۔ میں بیٹھا رہا۔ بخدا وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے تو انہوں نے مجھ سے بہتر تقریر کی۔ انہوں نے کہا کہ جس خلافت کا دعوی کر رہے ہو بیشک تم اسکے لائق ہو مگر اہل عرب اس کو قریش ہی کیلیے پسند کرتے ہیں کیونکہ وہ نسب اور گھر کے لحاظ سے اوسط العرب ہیں میں تمہارے لئے دو شخصوں میں سے ایک کو پسند کرتا ہوں اور میرا اور ابو عبیدہ جراح کا ہاتھ پکڑا۔ لیکن اس بات کے سوا اور کوئی بات مجھے ناگوار نہ معلوم ہوئی کہ ابوبکر کے ہوتے ہوئے میں خلیفہ بنایا جاؤں مجھکو اس سے زیادہ پسند تھا کہ کوئی میرا سر کاٹ لے۔ یہ سن کر انصار نے کہا کہ ہمارے درد سے شفا حاصل ہوگی

ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے اس پر (موافقت و مخالفت میں) ہر طرف
شور و غل شروع ہوا میں ڈرا کہ کہیں اختلاف نہ پیدا ہو جائے میں نے ابوبکر سے کہا کہ
ہاتھ بڑھاؤ انہوں نے ہاتھ بڑھا دیا اور میں نے جھٹ بیعت کر لی اس کے بعد مہاجرین
نے بیعت کی ان کے بعد انصار نے بیعت کی۔ بخدا ہم جس کام کیلئے اکٹھا ہوئے تھے
اس کے بیچ ہم ابوبکر سے زیادہ مناسب کسی کو نہ پاتے تھے مجھ کو یہ ڈر پیدا ہوا کہ اگر
ہم لوگ چلے گئے اور کسی کی بیعت نہ ہوئی تو یہ لوگ کہیں کسی اور کی بیعت نہ کر لیں تو
ایسی صورت میں ہم کو کسی ایسے شخص کی بیعت کرنی پڑے گی جس کو ہم پسند نہیں کرتے
یا اگر اس کے خلاف جائیں گے تو فساد ہوگا (تاریخ الخلفا صفحہ ۵۲ بحوالہ بخاری و مسلم
یہی مضمون باختلاف عبارت روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۲۲ میں اور امامت و سیاست
ابن قتیبہ جلد ا صفحہ ۸ اور تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۵۶ چھاپہ مصر وغیرہ میں ہے)
اور صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے کہ حضرت رسالت پناہ چون از دار دنیا بجوار رحمت حضرت
مولیٰ جل و علی نقل فرمود ہمان روز عمرہ اصحاب عمر خطاب با ابو عبیدہ مباسطت فرمودہ گفت
دست خود را بسط نمائی تا با تو بیعت کنم چہ حضرت در شان تو فرمودہ امین هذه الامۃ
ابو عبیدہ گفت اے عمر تا مسلمان شدی از تو سخن خطا نہ شنیدہ بودم الا این سخن
کہ با من بیعت میکنی (روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۲۱) یعنی جب حضرت رسول خدا صلعم جوار رحمت
پروردگار میں پہونچے اس روز حضرت عمر نے ابو عبیدہ جراح سے کہا کہ ہاتھ بڑھاؤ تمہاری
بیعت کریں کیونکہ حضرت رسول اللہ صلعم نے تم کو امین امت فرمایا ہے ابو عبیدہ نے کہا کہ اے عمر
جب سے مسلمان ہوئے ہو تم سے میں نے کوئی غلط بات نہیں سنی اس کے سوا کہ میری بیعت کرنے
کو کہتے ہو۔ پھر کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ تھوڑے انصار مثل اسید بن حضیر اور سائرین

استبداد کے ابوبکر کی طرف مائل تھے لیکن کل انصار سقیفہ میں سعد بن عبادہ کو گھر سے
نکال کر لائے تھے کہ ان کو خلیفہ بنالیں۔

پھر لکھا ہے کہ سقیفہ میں انصار کے جمع ہونے کی خبر انصار ہی کے ایک شخص نے عمر تک
پہونچائی اور اصرار کیا کہ قبل اس کے کہ کوئی ایسی بات ظاہر ہو جو جنگ و خونریزی
کا سبب ہو ان لوگوں تک پہنچ جاؤ۔ (باختصار)

ان روایات سے صاف ظاہر ہے کہ بعد رسول اللہ مہاجرین و انصار کے درمیان خلافت
کی سخت رسا کشی ہو رہی تھی اور کسی کو معلوم نہ تھا کہ کون جیتے گا اور کون ہارے
گا یہاں تک کہ خود حضرت ابوبکر و عمر کو بھی معلوم نہ تھا کہ کون خلیفہ ہوگا سب اپنی اپنی پوشیدہ
تدبیروں میں مشغول تھے اور عجلت اتنی تھی کہ حضرت عمر ابو عبیدہ جراح کا ہاتھ
کھینچ رہے تھے تو حضرت ابوبکر حضرت عمر کی بیعت کر رہے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ
انصار اس خلافت کے گیند کو اچک لیں تو وہ حضرت رسول اللہ کے نصوص کثیرہ
اور واضح اور روشن حدیثیں بلکہ قرآن مجید کی بہت سی آیتیں جو ابن حجر نے صواعق
محرقہ میں اور شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں اور دیگر علماء نے اپنی کتابوں
میں نقل کی ہیں جن میں صاف صاف حضرت ابوبکر و عمر کی خلافت کی تصریح ترتیب
خلافت کے ساتھ اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم موجود ہے کہاں کوئی
ہوئی تھیں کہ خود حضرت ابوبکر کو بھی معلوم نہ تھیں کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر کو اور
اور حضرت عمر ابو عبیدہ کو اور انصار سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنائے دے رہے تھے
اور بنی ہاشم خاموش اپنے گھر میں بیٹھے رہے کیا سارے صحابہ مہاجرین و انصار دنیا
پرست اور نافرمان خدا و رسول تھے۔ ہرگز نہیں اگر حضرت رسول اللہ ص کی ایک حدیث

اشارہ کے طور پر بھی خلافت شیخین کے متعلق موجود ہوتی صحابہ ہرگز اس سے اختلاف نہ کرتے
بلکہ بعد رسول اللہ سب باتفاق جاکر حضرت ابوبکر کو کسی بلند مقام پر بٹھلا کر ان کی بیعت
کر لیتے کیونکہ حضرت ابوبکر کے نام کی تصریح کے بعد کسی دوسرے کی بیعت کا سوال ہی کیا
تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر کی خلافت کے متعلق جسقدر حدیثیں اہلسنت کی
کتابوں میں منقول ہیں سب بعد کو بنائی گئی ہیں۔ اور اگر اس کو قبول نہ کیجئے تو
تسلیم کیجئے کہ صحابہ نافرمان خدا و رسول تھے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر کی خلافت کے
نصوص کو بھلا دیا اور خود خلافت کے حرص میں مبتلا ہوگئے پس جبکہ صحابہ نے حضرت
ابوبکر کے خلافت کے نصوص کو بھلا دیا تو اگر حضرت امیرالمومنین علی بن ابیطالب ع کی
خلافت کے نصوص کو بھلا دیا ہو اور حکومت کی حرص میں مبتلا ہوگئے ہوں تو
کیوں تعجب ہے اور کیا سبب ناراضگی ہے جیسا کہ شیعوں کا دعویٰ ہے۔

## (۳) امام کا عادل ہونا ضروری ہے

شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہے کہ
خلافت راشدہ کی بہت سی شرطیں ہیں مثلاً بینا
و شنوا ہونا۔ آزاد ہونا صاحب علم و عدالت و
شجیع ہونا (اردو ازالۃ الخفا ص۱۷ حصہ دوم
چھاپہ)

اور ابو منصور ماتریدی کا مذہب ہے کہ امام کیلئے
نو شرطیں ہیں ۶ عادل ہو کیونکہ فاسق گواہی

## امام کا عادل ہونا ضروری نہیں ہے

محی الدین نے لکھا ہے کہ وعند الحنفیۃ
لیست العدالۃ شرط للصحۃ فیصح
تقلید الفاسق مع الکراھیۃ (المسائرہ
ص۱۶۸) یعنی حنفیوں کے یہاں امام کا
عادل ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ بدکار
کی بیعت بھی صحیح ہے ساتھ کراہیت
پھر ص۱۶۲ میں لکھا ہے کہ ویجب طاعۃ

[illegible]

کے قابل نہیں اور امارت عامہ کی اہلیت، شہادت
کی اہلیت سے بالاتر ہے اور عدالت
صفت قلبی اور ملکہ نفسانی ہے جس کی وجہ
سے آدمی متقی پرہیزگار بامروت ہو جاتا
ہے اور اس سے التزام کے ساتھ تقویٰ
اور مروت کے کام صادر ہوتے ہیں اور گناہ
کبیرہ کرنے سے فوراً عدالت چلی جاتی
ہے اور گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا بھی قادح
عدالت ہے اور مروت سے یہ مراد ہے کہ
اخلاق و عادات اپنے زمانے کے امثال
و اقران کے پاس سے اچھے اختیار کرے یا
اس شہر کے سے آدمیوں کے اختیار کرے
جہاں رہتا ہے پس جو کام اس کے امثال
و اقران پر باعث مضحکہ ہوں سب خلاف
مروت و قادح عدالت ہیں (مذاہب
الاسلام ص ۱۸ چھاپہ نولکشور لکھنؤ)
یہ سب شرط امام رازی نے اپنی کتاب
نہایۃ العقول فی درایۃ الاصول میں لکھا
ہے اور شرح مقاصد میں ہے کہ امام کا

الامام عادلاً کان او فاجراً اذا لم یخالف
الشرع۔ یعنی امام کی اطاعت واجب ہے عادل
ہو یا بدکار اگر وہ شریعت کی مخالفت نہ کرتا
ہو۔ امام محمود عینی شرح کنز الدقائق جلد ۲ ص ۱۹۲ میں لکھتے ہیں
اور مولانا محمد امجد علی صاحب نے بہار شریعت حصہ اول
ص ۱۱۵ میں لکھا ہے کہ امامت کبریٰ نبی صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت مطلقہ کہ حضور
کی نیابت سے مسلمانوں کے تمام امور دینی و
دنیوی میں حسب شرع تصرف عام کا اختیار
رکھے اور غیر معصیت میں اس کی اطاعت تمام
جہان کے مسلمانوں پر فرض ہو اس امام کے
لیے مسلمان۔ آزاد۔ عاقل۔ بالغ۔ قادر۔
قریشی ہونا شرط ہے۔ ہاشمی۔ علوی۔ معصوم
ہونا اس کی شرط نہیں۔ مولانا نے عصمت سے
تو انکار ہی کیا ہے شرط عدالت کو بھی نکال
دیا ہے۔ پھر ص ۵۳ میں لکھا ہے

عقیدہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انبیاء نہ تھے
فرشتہ نہ تھے کہ معصوم ہوں ان میں بعض کے
لیے لغزشیں ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر

[illegible]

حسب ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ۱
مسلمان ہو ۲ صاحب عدالت ہو اھ اور
یہی شرط "تذکرۃ الفقہاء کتاب السیر میں ہے
(دیکھئے حاشیہ مذاہب الاسلام ص۸۱) انلوگوں نے
امام کیلئے عدالت کی شرط لگائی ہے یعنی جسمیں
صفت عدالت موجود نہیں وہ خلیفہ نہیں ہوسکتا۔
واضح رہے کہ ان عبارتوں میں امام سے خلیفہ
مقصود ہے لیکن اس شرط کی بنا پر خلفاء اسلام
میں سوا حضرت علی ع کے سب کی خلافت
ناجائز قرار پاتی ہے اسلئے کہ انمیں سے سواد
حضرت علی ع سے کوئی بھی عادل نہ تھا نہ قبل
خلافت نہ بعد خلافت جس کے ثبوت سے
سارے سیر و تواریخ کی کتابیں بھری پڑی
ہیں اور خود علماء اہلسنت کو اقرار ہے الحق
نیا کر اہلسنت کے دوسرے گروہ نے خلافت کی
شرطوں میں سے عدالت کو نکال ہی دیا ہے

اگرفت اللہ اور رسول کے خلاف ہے۔
۹۳
**اقرار گناہ** ملاعلی قاری نے شرح فقہ اکبر ص
میں لکھا ہے کہ ولا نذکر الصحابۃ الا بالخیر۔ وان
صدر من بعضھم بعض ما ھو فی الصورۃ شر
فانہ اما کان عن اجتہاد ولم یکن علی وجہ
فساد من اصرار و عناد۔ یعنی ہم لوگ صحابہ
کو بھلائی کے سوا کبھی برائی سے یاد نہیں کرتے
اگرچہ بعض صحابہ سے بعض ایسے کام صادر ہوگئے جو شر
کی صورت میں تھے لیکن وہ اجتہادی غلطی تھی
سرکشی و فساد مقصود نہ تھا
ص۹۶
اور شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے تکمیل الایمان
میں لکھا ہے کہ روش اہلسنت آنست کہ صحابہ رسول
را بجز خیر یاد نہ کنند و لعن و سب و شتم و اعراض
و انکار با یشاں براہ سوء ادب نروند از جہت
نگاہداشتن نسبت صحبت آنحضرت۔
پھر لکھا ہے کہ وانچہ از بعض مشاجرات و محاربات

و تقصیر در حفظ حقوق اہلبیت نبوی در غایت سوء ادب بایشاں نقل کنند بعد از تسلیم
صحت ان اخبار ازان اغماض کنند و تغافل ورزند و گفتہ را ناگفتہ و شنیدہ را ناشنیدہ
انگارند زیرا کہ صحبت ایشاں با پیغمبر یقینی است و نقلہائے دیگر ظنی و یقینی با ظنی متروک

منشود وظن یا یقین معارض نگردد۔

مشترک

پھر لکھا ہے کہ اگرچہ بحث تصور بعضی امور کہ ارباب سیر و تواریخ نقل کنند و قدر
ازان بسرحد تواتر رسیدہ باطن را وحشتے و خاطر را کدورتے دست دہد با
وجود آن سلامت در اغماض و کف لسان است۔ یعنی اہلسنت کی روش یہ ہے کہ
صحابہ پر لعن وطعن نہیں کرتے (ان کے گناہوں پر) اعتراض نہیں کرتے (ان
کے فضائل وخلافت سے) انکار نہیں کرتے اور اہل سیر و تواریخ نے جو صحابہ کے
بعض جھگڑے اور لڑائیاں اور اہلبیت کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی اور ان
کی شان میں انتہا درجہ کی بے ادبی کے واقعات نقل کئے ہیں ان کو تسلیم کرنے
کے بعد بھی ان سے اغماض و تغافل کریں اور کہی ہوئی باتوں کو بے کہی اور سنی
ہوئی کو بے سنی بنائیں اس لئے کہ ان لوگوں کا صحابی پیغمبر ہونا یقینی اور یہ
روایتیں ظنی ہیں اور ظنی روایتوں کی بنا پر یقینی کو چھوڑ نہیں سکتے اور ظن یقینی
کا معارض نہیں ہو سکتا۔

مشترک

اور اگرچہ ارباب سیر و تواریخ نے جو واقعات نقل کئے ہیں جن سب کا ایک
مضمون حد تواتر تک پہونچا ہے اور ان کے تصور سے دل میں ایک وحشت
و کدورت پیدا ہوتی ہے لیکن باوجود اس کے (اہلسنت کے مذہب کی) سلامتی
اسی میں ہے کہ ان چیزوں سے چشم پوشی کی جائے اور زبان کو روکا جائے۔
پہلے تو عبدالحق صاحب نے صحابہ کے گناہوں کی روایت کو ظنی قرار دیا ہے لیکن آخر
میں ان سب کے مشترک مضمون کے تواتر کا اقرار کیا ہے اور خبر متواتر یقینی
ہوتی ہے اور یقین لاحق یقین سابق کو توڑ دیتا ہے لہذا صحابیت کا شرف اگر حاصل بھی تھا تو

ختم ہوگیا اور گناہ ثابت۔

باقی رہا اجتہاد۔ تو اولاً ان صحابہ کا اجتہاد ثابت نہیں اسلئے کہ ان میں شرائط اجتہاد پائی نہیں جاتی تھی
اور دوسری بنا پر خدا اور رسول کو صحابہ اور ساری امت کو اطاعت قرآن و اہلبیت کا حکم دیا
تھا جن باتوں کی تفصیل پہلے گذر چکی اگر صحابہ مجتہد تھے تو ان کو اطاعت اہلبیت کا
حکم نہ دیا جاتا اسلئے کہ مجتہد کیلئے دوسرے کی تقلید جائز نہیں۔ اور اگر فرض کر لیا جائے کہ یہ لوگ مجتہد
تھے جب بھی حکم خدا اور رسول کے خلاف اجتہاد جائز نہیں ہیں جبکہ خدا اور رسول نے ساری امت کو اطاعت
و محبت اہلبیت کا حکم دیا اور ان کی مخالفت اور نافرمانی اور ایذا رسانی سے ڈرایا ہے
اور ایسے لوگوں کیلئے جہنم کا وعدہ کیا ہے تو پھر اجتہاد کے ذریعہ سے خدا و رسول کے ان صاف
احکام کو جو حد تواتر سے بھی زیادہ ہیں رد کرنا اور اطاعت و محبت اہلبیت ترک کر کے ان
کی مخالفت و نافرمانی کرنا اور ان کے حقوق کے ادا کرنے میں کوتاہی کرنا اور ان کی شان میں
انتہا درجہ کی بے ادبی کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے کیونکہ احکام خدا و رسول کے مقابلہ میں اجتہاد
کفر ہے یا کیا ہے۔

اطاعت اہلبیت علیہم السلام کے متعلق حضرت رسول اللہ ؐ نے ارشاد فرمایا کہ انی تارک
فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہلبیتی ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی و
انہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض (مسلم جلد ۲ چھاپہ دہلی ص ۲۷۹) یہ حدیث متواتر
ہے اور انتالیس سندوں سے وارد ہوئی ہے۔
یعنی میں تم لوگوں کے درمیان میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک خدا کی
اور اپنی عترت اپنے اہلبیت اگر تم لوگوں نے ان دونوں کا دامن پکڑا تو میرے بعد
کبھی گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ

میرے پاس حوض کوثر پر پہونچیں۔
اور مخالفت اہلبیت کے متعلق فرمایا ہے کہ النجوم امان لاهل الارض من الغرق و
اهلبیتی امان لامتی من الاختلاف فاذا خالفتها قبیلة من العرب اختلفوا
وصاروا حزب ابلیس (صواعق محرقہ ابن حجر ص۹۱ چھاپہ مصر و مستدرک حاکم جلد ۳
ص۱۴۹) یعنی ستارے امان ہیں زمین والوں کیلیے غرق سے اور میرے اہلبیت امان ہیں
میری امت کیلیے اختلاف سے پس جبکہ عرب کا کوئی قبیلہ اہلبیت کی مخالفت کرنے
لگے تو اس میں اختلاف پیدا ہوجائے گا اور وہ شیطان کا گروہ ہوجائے گا۔
اور اہلبیتؑ کی ایذا رسانی کے متعلق فرمایا ہے کہ حرمت الجنة علی من ظلم اهلبیتی و
واذانی فی عترتی (صواعق محرقہ ص۱۴۲ و وسیلة النجاة ص۵۵) یعنی جنت حرام کی گئی
ہے اس شخص پر جو میرے اہلبیت پر ظلم کرے اور مجھ کو میری عترت کے بارے میں اذیت
دے
اور توہین اہلبیت کے متعلق فرمایا ہے کہ اشتد غضب اللہ وغضب رسوله علی من
احتقر ذریتی واذانی فی عترتی۔ (مودة القربیٰ مودہ ۱۲) یعنی اللہ اور اس کے
رسول کا غضب شدید ہو اس شخص پر جو میری ذریت کو حقیر سمجھے اور میری عترت
کے بارے میں مجھ کو اذیت دے
اور اہلبیتؑ سے جنگ کرنے والوں کے متعلق فرمایا ہے انا حرب لمن حاربکم وسلم
لمن سالمکم (مستدرک حاکم جلد ۳ ص۱۴۹ و وسیلة النجاة ص۵۵ بحوالہ ترمذی) یعنی
آنحضرتؐ نے اہلبیت کو اے علی مجھ سے اس سے جنگ ہے جس نے تم لوگوں سے
جنگ کی اور مجھ سے اس سے صلح ہے جس نے تم لوگوں سے صلح کی۔ یعنی اہلبیت

سے جنگ رسول اللہ سے جنگ ہے اور اہلبیت سے صلح رسول اللہ صلعم سے صلح ہے اور
رسول اللہ صلعم سے جنگ کرنے والے مسلمان کا حشر معلوم ہے۔ اس مضمون کی
حدیثیں فریقین کی معتبر کتابوں میں حد تواتر سے کہیں زیادہ موجود ہیں ان احادیث
رسول کی زد میں آنے والے کیا خطائے اجتہادی کے پردے میں چھپائے جاسکتے ہیں۔
احادیث رسول کے جواب میں جھوٹی حدیثیں ❀ حضرت رسول اللہ صلعم کی ان حدیثوں کو
تکذیب کیلیے لیکن کوشش یہ کی گئی کہ ان کے مقابلہ میں جھوٹی حدیثیں بناکر شہرت دی
گئی یہاں تک انہی کو اصل مذہب بنا لیا گیا۔
حدیث ثقلین کے مقابلہ میں یہ حدیث بنائی گئی۔ صالح بن موسیٰ نے اپنی اسناد سے
ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ انی خلفت فیکم
الثقلین کتاب اللہ وسنتی یعنی میں نے تمہارے درمیان میں دو چیزیں چھوڑی ہیں کتاب خدا
اور اپنی سنت۔ یہ حدیث دوسرے الفاظ میں یوں بھی منقول ہے ترکت فیکم امرین
لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب اللہ وسنة رسوله (مشکوٰة ص۲۰ مطبوعہ نظامی)
یعنی چھوڑدیں میں نے تم میں دو چیزیں جبتک تم انکو پکڑے رہوگے گمراہ نہ ہوگے
وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے
ان حدیثوں کے موضوع ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ یہ امر ظاہر ہے کہ جس طرح قرآن مجید صراحت
اور تفسیر کا محتاج ہے کیونکہ اس کی آیتوں کے مختلف معنی لگائے جاسکتے ہیں اسی طرح
حدیثیں بھی صراحت اور شارح کی محتاج ہیں کیونکہ ان کے بھی مختلف معنی لگائے جاسکتے
ہیں نیز حدیثیں جھوٹی بھی بنائی جاسکتی ہیں اور بنائی گئیں ہیں الغرض دونوں کے لئے پیغمبرؐ یہ نہیں
فرماسکتے تھے کہ جبتک تم ان کو پکڑے رہوگے گمراہ نہ ہوگے۔ اسلئے کہ حدیث قرآن

وسنت کا پکڑنا ہدایت کیلئے کافی نہیں ہے چنانچہ بعد رسول اللہ قرآن وسنت رسول کے پکڑنے
والے گمراہ ہو گئے اور بیشمار فرقوں پر تقسیم ہو گئے اور ہر فرقہ اسی کتاب خدا اور سنت رسول سے
دوسرے فرقوں کا کفر ثابت کرتا ہے چنانچہ آج وہابیوں اور سنیوں کے جھگڑوں ہی کو
دیکھ لیجیے۔ پس اگر قرآن وسنت رسول میں امت کو اختلاف وگمراہی سے بچانے کی طاقت
ہوتی تو یہ اختلافات کیوں پیدا ہوتے اور گمراہیاں کیوں پھیلتیں لہذا ثابت ہوا کہ قرآن
ہو یا حدیث دونوں ہی مفسر معصوم کی محتاج ہیں جو ان کے اختلاف کو دور کر کے
صحیح راستہ بتائے اسی سبب سے آنحضرت صلعم نے قرآن کے ساتھ اہلبیت کی پیروی
کا حکم دیا تھا کیونکہ وہ بنص آیت تطہیر معصوم ہیں۔
اور اگر بفرض اس حدیث کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بھی یہ حدیث احاد سے ہے اور حدیث ثقلین
متواتر ہے سو اس کے مقابلہ میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔
اسی طرح حدیث اصحابی کالنجوم اور حدیث اقتدوا باللذین بعدی ابی بکر وعمر وحدیث عشرہ
فی الجنۃ وغیرہ بیشمار حدیثیں بنائی گئیں جن میں سے اپنی کتاب الفرقۃ الناجیہ میں پوری
بحث وتنقید کی ہے لیکن جب یہ حدیثیں بھی کافی نہ ہو سکیں تو خطائے اجتہادی کا سہارا
لیا گیا۔ یہ باتیں علاوہ ان بدعتوں کے ہیں جو انہوں نے دین پروردگار میں پیدا کیں
اور حلال خدا کو حرام اور حرام خدا کو حلال کیا۔

**فاسق وگنہگار خلیفہ رسول نہیں ہو سکتا** خداوند عالم پارہ ۲۱ سورہ سجدہ آیت
۲۰ میں ارشاد فرماتا ہے کہ واما الذین فسقوا فماواھم النار یعنی فاسقوں
کی جگہ جہنم ہے۔ اور جہنمی شخص خاتم المرسلین کا خلیفہ وجانشین اور امت مسلم
کا راہبر نہیں ہو سکتا

دوسری دلیل۔ خداوند عالم سورہ حجرات پارہ ۲۶ آیت ۶ میں ارشاد فرماتا ہے کہ ان
جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا۔ یعنی فاسق اگر تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق
کرو۔ اور اس امر پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ فاسق کی گواہی قبول نہیں۔ پس ایسا
شخص جس کی گواہی بھی قبول نہیں امت مسلمہ کا راہبر اور خلیفہ رسول کیونکر ہو سکتا
ہے۔

تیسری دلیل۔ خداوند عالم سورہ شعراء پارہ ۱۹ آیت ۱۵۱ میں ارشاد فرماتا ہے کہ
لا تطیعوا امر المسرفین۔ یعنی حد سے گزرنے والوں کی پیروی نہ کرو

چوتھی دلیل۔ سورہ نساء پارہ ۴ آیت ۱۴ میں فرماتا ہے ومن یعص اللہ ورسولہ
ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیھا ولہ عذاب مھین۔ یعنی جو خدا اور
اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور خدا کے مقرر کردہ حدود سے گزرے گا خدا اس
کو جہنم میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے بہت برا عذاب ہے

پانچویں دلیل۔ سورہ ہود پارہ ۱۲ آیت ۱۱۳ میں فرماتا ہے کہ لا ترکنوا الی الذین
ظلموا فتمسکم النار۔ یعنی (اپنے معاملہ دین ودنیا میں) ظالموں کی طرف مائل نہ ہو
ورنہ تم کو جہنم لے لے۔

باختصار یہ پانچ بہت واضح اور صاف آیتیں قرآن مجید کی میں نے لکھ دیں جن میں خداوند
نے ظالم اور گنہگاروں کی پیروی سے مسلمانوں کو منع فرمایا ہے اور عذاب جہنم کا
کا وعدہ فرمایا ہے پھر فاسق شخص خلیفہ رسول اور پیشوائے امت کیونکر ہو سکتا ہے
اور یہ کہنا کہ صحابہ کے جرم کا ذکر نہیں کرنا چاہیے ان کی خطائیں خدا معاف کر دے گا۔
اخفائے جرم ہے اور جرم کے چھپانے سے جرم معاف نہیں ہو جاتا نہ خطا کا قابل پیشوائی

اور یہ خبر کس نے دی ہے کہ صحابہ کے سارے گناہ معاف ہیں یہ ایک مغالطہ ہے جبکہ قرآن مجید
کی آیتیں پکار کر کہہ رہی ہیں کہ ظالم و فاسق کا ٹھکانہ جہنم ہے اور حضرت رسول اللہ
کی بہت سی حدیثیں بتا رہی ہیں کہ بدعتی صحابہ بھی جہنم میں جائیں گے امام بخاری نے
عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ قال النبی ص انا فرطکم علی الحوض لیرفعن الی رجال منکم
حتی اذا اھویت لاناولھم اختلجوا دونی فاقول ای ربی اصحابی یقول لا تدری
ما احدثوا بعدک (بخاری جلد ۴ ص ۱۴۹ چھاپہ مصر) یعنی میں حوض کوثر پر تم سب
سے پہلے پہنچوں گا اور تم لوگوں میں سے کچھ لوگ اٹھا کر وہاں لائے جائیں گے
یہانتک کہ میں جھکوں گا کہ ان کو پانی پلاؤں تو وہ لوگ وہاں سے ہٹا دیے جائیں
گے تو میں کہوں گا کہ اے میرے پروردگار یہ تو میرے اصحاب ہیں تو خداوند عالم فرمائے
گا کہ تم کو نہیں معلوم کہ ان لوگوں نے تمہارے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کیں ہیں۔
بخاری وغیرہ میں اس مضمون کی بہت سی حدیثیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حوض
کوثر سے وہ صحابہ ہٹا دیے جائیں گے جنہوں نے رسول اللہ ص کے بعد دین خدا میں
بدعتیں ایجاد کیں اسلئے کہ دین پروردگار میں بدعتیں ایجاد کرنا یا اہلبیت رسول پر
ظلم کرنا ان گناہوں میں نہیں ہے جو بخش دیا جائے اسلئے کہ اس سے دین خدا
برباد ہو گیا بہت سی امتیں گمراہ ہو گئیں اور اسلام کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے یہ گناہ چوری
کر لینے یا شراب پینے کے مثل نہیں ہیں جنکی برائیاں گناہ کرنے والوں ہی تک محدود
رہتی ہیں۔ مشکوٰۃ باب العلم میں ہے کہ حضرت رسول اللہ ص نے فرمایا کہ من سن فی
الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص
من اجورھم شئ ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرھا ووزر من

عمل بھا من غیر ان ینقص من اوزارھم شئی - یعنی جو شخص اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کرے (جو قرآن اور احادیث رسول سے ثابت ہو) اس کو اس کا ثواب ملے گا اور ان لوگوں کا بھی جو (قیامت تک) اس پر عمل کریں گے بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں سے کچھ کم ہو اور جو شخص اسلام میں (اپنی طرف سے) نیا طریقہ ایجاد کرے (جو قرآن اور احادیث رسول سے ثابت نہ ہو) اس پر اس کا گناہ ہے اور ان کا گناہ بھی جو (تا قیامت) اس پر عمل کریں گے بغیر اس کے کہ اس کے گناہ میں سے کچھ کم ہو۔

اور حضرت عمر سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ان الذین فرقوا دینھم و کانوا شیعا ھم اصحاب البدع و اصحاب الاھواء لیس لھم توبۃ انا منھم بری وھم منی براء رواہ الطبرانی (مجمع الزوائد مطبوعہ انصاری جلد ا صفحہ ۵۷) یعنی جن لوگوں نے اپنے دین میں شاخیں نکالیں اور مختلف گروہ بن گئے وہ اہل بدعت اور اپنے خواہشات نفس کی پیروی کرنے والے ہیں - ان کیلئے توبہ نہیں ہے میں ان سے بیزار ہوں اور وہ مجھ سے بیزار - اس سے معلوم ہوا کہ دین میں بدعت ایجاد کرنے والوں کیلئے توبہ نہیں ہے خدا ← اور خدا کا عذاب ان کے لیے بڑا ہے ۔

علماء اہلسنت کہتے ہیں کہ جن حدیثوں میں حوض کوثر سے صحابہ کے ہٹائے جانے کا یا داخل جہنم کئے جانے کا ذکر ہے منافقین کی شان میں وارد ہوئی ہیں۔

یہی تو ہم بھی کہتے ہیں کہ نہ تو سارے صحابہ جنتی تھے نہ سب عادل تھے اور حدیث الصحابۃ کلھم عدول و حدیث اصحابی کالنجوم اور سارے صحابہ کا جنتی ہونا وغیرہ یہ سب باتیں صحابہ کے ماننے والوں نے بعد میں بنائی ہیں ورنہ حضرت رسول اللہ بدعتی صحابہ کو اصحابی نہ فرماتے جبکہ ایکے اصحاب سب کے سب عادل تھے اور آپ صحابہ کو ان کی پیروی کا حکم دے چکے تھے۔

آیات مدح صحابہ اور قرآن مجید میں یا احادیث رسول میں جن اصحاب رسول (مہاجرین

لائے

دالفار کی مدح کی گئی ہے ان سے وہ صحابہ مقصود ہیں جو خوادرسول پر سچے دل سے ایمان
پھر اپنی آخری زندگی تک ایمان و صداقت پر قائم رہے اور بعد رسول اللہ صراط مستقیم
سے منحرف نہ ہوئے اور قران واہلبیت ؏ سے متمسک رہے رضوان اللہ علیہم
اجمعین ۔ نہ وہ لوگ جن کا بعد رسول اللہ ؐ بدل جانا بتواتر ثابت ہے اور علماء فریقین نے تسلیم کیا ہے

## ✿ اختلاف خلفاء ثلثہ کے متعلق ✿

۳۵) حضرت ابوبکر اعلم الناس تھے | حضرت ابوبکر اعلم الناس نہ تھے

علامہ
علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص ۲۸ میں حضرت
ابوبکر کے علم کے متعلق لکھا ہے کہ فصل فی علمہ
وانہ اعلم الصحابۃ یعنی حضرت ابوبکر سارے
صحابہ میں سب سے اعلم تھے ۔

ابوالقاسم بغوی نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی ہے
انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ ابوبکر سے ایک آیت کے متعلق
سوال کیا گیا تو کہا کہ ای ارض تسعنی وای سماء
تظلنی اذا قلت فی کتاب اللہ مالم یرد اللہ یعنی
بعنی سی زمین مجھ کو جگہ دے گی اور کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا اگر میں منشاء خدا
کے خلاف اپنے دل سے قران کا کوئی معنی بتاؤں ۔

اور ابوعبیدہ نے ابراہیم تیمی سے روایت کیا ہے کہ سئل ابوبکر عن قولہ ۳ فاکھۃ و
ابا ۔ فقال ای سماء تظلنی وای ارض تقلنی ان قلت فی کتاب اللہ مالا اعلم ۔ یعنی
ایک مرتبہ ابوبکر سے قول پروردگار فاکھۃ وابا کے معنی پوچھے گئے تو کہا کہ کون سا
آسمان مجھ پر سایہ کرے گا اور کس زمین میں سما سکوں گا اگر میں کتاب خدا میں ایسا
معنی بتاؤں جو مجھ کو معلوم نہیں ۔

اور بیہقی نے حضرت ابوبکر سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ ان سے ایک مرتبہ کلالہ کے بارے

میں پوچھا گیا تو کہا کہ میں اپنی رائے بتاتا ہوں اگر ٹھیک ہو تو خدا کی طرف سے سمجھنا اور اگر غلط ہو تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے سمجھنا میرے خیال میں یہ باپ اور بیٹے کے علاوہ کوئی چیز ہے (تاریخ الخلفاء صـ ۶۵ و کنز العمال جلد ۶ صـ ۲۰) اس قسم کے واقعات بکثرت ہیں۔ اور اور علم قرآن و حدیث کے متعلق آپ کے حالات پہلے گزر چکے۔

علامہ شہرستانی نے لکھا ہے کہ وقع فی زمانھم اختلافات کثیرۃ لعدم اطلاعھم علی النصوص علیھا فی مسائل میراث الاخوۃ والجدۃ وغیر ذلک مشھورۃ۔ (ملل و نحل شہرستانی جلد صـ) یعنی ان خلفاء کے زمانے میں قرآن اور احادیث رسول سے جاہل ہونے کی بنا پر بھائیوں اور نانی کی میراث وغیرہ میں بڑے اختلافات پیدا ہوئے جو عام طور پر مشہور ہیں

۳۷) حضرت ابوبکر بعد رسول اللہ ساری امت سے افضل تھے

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ افضل الناس بعد رسول اللہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ (شرح فقہ اکبر صـ ۱۴۳) اور بہار شریعت حصہ اول صـ ۵۲ میں ہے کہ عقیدہ بعد انبیاء و مرسلین تمام مخلوقات انس و جن سے افضل صدیق اکبر ہیں۔

حضرت ابوبکر افضل الناس نہ تھے

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ ابن سعد نے حسن بصری سے

واضح رہے کہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان کی افضلیت کا عقیدہ علمائے اہلسنت کا ایجاد کردہ ہے ورنہ قرآن مجید کی کوئی آیت یا حضرت رسول اللہ کی کوئی حدیث صحیح ان لوگوں کی افضلیت میں وارد نہیں ہوئی [illegible]

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ قال محشی آخر فلا وجہ للتوقف بل یجب ان یجزم بافضلیۃ علی رضی اللہ عنہ اذ قد تواتر فی حقہ ما یدل علی عموم مناقبہ واتصافہ بالکمالات و اختصاصہ بالکرامات یعنی ما ھو المفھوم من سوق کلامہ ولئن اقبل فیہ رائحۃ الرفض لکنہ فریۃ بلا مریۃ اذ کثرت فضائل علی وکمالاتہ العلیۃ وتواتر النقل فیہ یعنی بحیث لا یمکن لاحد انکارہ ولو کان یعنی ارفضا و توکا للسنۃ لم یوجد

اگر ٹھیک ہو تو خدا کی طرف سے سمجھنا اور اگر غلط ہو تو
سمجھنا میرے خیال میں یہ باپ اور بیٹے کے علاوہ کوئی
جلد ۶ صـ۲۰) اس قسم کے واقعات بکثرت ہیں۔ اور
حالات پہلے گزر چکے۔

فھم اختلافات کثیرة لعدم اطلاعھم علی النصوص
وغیر ذلک مشھورة۔ (ملل ونحل شہرستانی جلد
قرآن اور احادیث رسول سے جاہل ہونے کی بنا پر
بڑے اختلافات پیدا ہوئے جو عام طور پر مشہور ہیں

## حضرت ابوبکر افضل الناس نہ تھے

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ ابن سعد نے حسن بصری سے

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ قال محشی آخر فلا وجہ
للتوقف بل یجب ان یجزم بافضلیة علی رضی اللہ
عنہ اذ قد تواتر فی حقہ ما یدل علی عموم مناقبہ
واتصافہ بالکمالات و اختصاصہ بالکرامات
معنی اعنی المفہوم من سوق کلامہ ولا اقبل
فیہ رائحة الرفض لکنہ فریة ملا مریہ اذ
کثرت فضائل علی وکمالاتہ العلیة وتواتر
النقل فیہ بحیث لا یمکن لاحد انکارہ

ابوبکر
روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت جب خلیفہ بنائے
گئے تو انہوں نے خطبہ دیا اور کہا کہ انما انا بشر و
لست بخیر من احدکم فراعونی فاذا رائیتمونی
استقمت فاتبعونی واذا رائیتمونی زغت فقومونی
واعلموا ان لی شیطانا یعتریني یعنی میں تمہارے جیسا
ایک بشر ہوں اور تم میں سے کسی ایک سے بھی بہتر
نہیں ہوں پس مجھ پر نگاہ رکھو جب دیکھو کہ میں
ٹھیک چل رہا ہوں تو میری پیروی کرو اور جب دیکھو
کہ کج ہو گیا تو مجھ کو سیدھا کردو کیونکہ میرے ساتھ
ایک شیطان لگا ہے جو مجھ کو بہکایا کرتا ہے
اسی مضمون کی ایک روایت ابن سعد اور خطیب
نے مالک سے اور انہوں نے عروہ سے نقل کی
ہے (تاریخ الخلفاء صـ۴۹)
ان روایات سے معلوم ہوا کہ خلافت ملنے کے بعد سب سے
پہلا خطبہ جو حضرت ابوبکر نے فرمایا اس میں برسر عام
منبر رسول پر اقرار کیا کہ میں تم لوگوں میں سے کسی ایک
شخص سے بھی بہتر نہیں ہوں حالانکہ اس وقت زیر
منبر اس مجمع میں بہت سے منافقین اور بدکار لوگ بھی
موجود تھے جس سے معلوم ہوا کہ آپ امت میں
ایک معمولی انسان سے بھی افضل نہ تھے ساری
امت سے افضل ہونا تو بہت بڑی بات ہے
لیکن حضرت امیر المومنین ع کے مقابلہ میں جب مسلمانوں نے
آپ کو خلیفہ بنا لیا تو افضل الناس بھی بنا لیا۔

اسی سبب سے اہلسنت کا بہت بڑے گروہ نے حضرت امیرالمومنینؑ پر ان لوگوں کی افضلیت سے انکار کیا ہے۔

من اہل الروایۃ والدرایۃ سنی اصلاً فایاک والتعصب فی الدین (شرح فقہ اکبر ص ۶۱ چھاپہ مصر) یعنی شرح عقائد نسفی کے ایک دوسرے محشی نے لکھا ہے کہ یہاں توقف کی کوئی وجہ نہیں ہے اور علیؑ کی افضلیت کا یقینی کرنا واجب ہے کیونکہ ان کے عموم مناقب اور کثرت فضائل و کمالات کے ساتھ ان کے متصف ہونے اور کرامات کے ساتھ ان کے مخصوص ہونے پر جو حدیثیں دلالت کرتی ہیں حد تواتر تک پہونچی ہوئی ہیں اس محشی کے سیاق کلام سے یہی سمجھ میں آتا ہے اسی سبب سے ان کے متعلق کہا گیا ہے کہ ان میں رافضیت کی بو ہے۔

لیکن یہ بلاشبہ جھوٹ ہے اسلئے کہ حضرت علی کے فضائل کی کثرت اور ان کے کمالات علیہ اور ان کے متعلق احادیث کا تواتر اس حد تک ہے کہ کسی شخص کیلئے اس سے انکار ممکن نہیں۔ پس اگر یہی بات رافضیت اور سنت کے چھوڑنے کا سبب ہو تو اہل روایت و درایت میں کوئی سنی باقی نہ رہے گا (سب رافضی ہو جائیں گے) پس دیکھو دینی معاملات میں تعصب سے بچتے رہو۔

اور ریاض النضرہ فی فضائل العشرہ میں ہے کہ اور بعض سلف کو اس میں بھی اختلاف ہے کہ حضرت ابوبکر افضل ہیں یا حضرت علی اس کو ابو عمر بن عبدالبر نے اپنی کتاب صحابہ میں لکھا ہے اور اسی سے تمسک کیا جاتا ہے اس بات پر کہ فاضل کی موجودگی میں مفضول کی خلافت و امامت منعقد ہو جاتی ہے (مذاہب الاسلام ص ۶۹ بحوالہ ریاض نضرہ)

اور مولانا حکیم نجم الغنی صاحب نے لکھا ہے کہ خلفاء اربعہ سب اصحاب سے افضل ہیں

اور ان کی فضیلت بترتیب خلافت ہے یعنی پہلے ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر فاروق پھر حضرت
عثمان ذوالنورین پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین افضل ہیں اور فضیلت کے یہاں
معنی عند اللہ زیادتی ثواب کے لئے جانے ہیں اور کسی دوسری وجہ کی تفضیل مثلاً کثرت علم
و شرف نسب و شجاعت و مروت وغیرہ جن کو عرف میں فضیلت سمجھتے ہیں یہاں مقصود
نہیں - (مذاہب الاسلام صفحہ ۶۹) کثرت علم وغیرہ کیونکہ سبب فضیلت سمجھا جا سکتا ہے اس
سے خلفاء ثلثہ کی افضلیت کے لئے خطرات پیدا ہو جاتی گئے -
پھر اگلا ہے کہ میں جمیع الوجوہ ایک صحابی کی تفضیل دوسرے پر محال ہے اسلئے کہ تفضیل
حضرت علی ع کی جہاد سیفی و سنانی و فن قضا و ہاشمیت خصوصا زوجیت بتول ص پر صدیق
اکبر پر قطعی ہے - (مذاہب الاسلام صفحہ ۳)
اور علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ جلد ۳ صفحہ ۷ میں لکھا ہے کہ ابو جعفر اسکافی سے
ایک کتاب مجھ کو ملی جس میں لکھا تھا کہ بشیر بن معتمر ابو موسیٰ اور جعفر بن میشر اور
بغداد کے دوسرے علماء کا مذہب یہ ہے کہ افضل الناس علی بن ابیطالب ثم ابنہ
الحسن ثم الحسین ثم حمزہ بن عبدالمطلب ثم جعفر بن ابی طالب - یعنی سارے انسانوں
سے افضل (بعد رسول اللہ) علی بن ابیطالب ع ہیں ان کے بعد ان کے بیٹے حضرت امام
حسن ع پھر حضرت امام حسین ع پھر حضرت حمزہ رضہ پھر جعفر بن ابیطالب رضہ ہیں
مسئلہ افضلیت امیر المومنین کسی برہان و دلیل کا محتاج نہیں ہے اس سے وہی انکار کر سکتا ہے جو
کور باطن ہو یا حسد و دشمنی آل رسول کی رگ میں چل رہا ہو میں نے مسئلہ تفضیل پر بہت اختصار
کے ساتھ اپنی کتاب الفرقۃ الناجیہ میں صفحہ ۱۴۳ سے صفحہ ۲۷۲ تک میں لکھا ہے مومنین وہاں ملاحظہ
فرمائیں اس مقام پر صرف ایک حدیث حضرت رسول اللہ ص کی نقل کر رہا ہوں عن ابی ہریرہ قال

قالت فاطمه ؑ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا فاطمہ اما ترضین ان اللہ اطلع علی
اهل الارض فاختار رجلین احدهما ابوک والاخر بعلک (ازالۃ الخفا فارسی مقصد ۲
صـ ۲۶۲ و مستدرک حاکم جلد ۳ صـ ۱۲۹ و وسیلۃ النجات صـ ۱۳۲ اخرجه الطبرانی فی
الکبیر والخطیب عن ابی هریرہ) ابوہریرہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہراء صلوات اللہ
علیہا نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے فاطمہ کیا تم راضی
نہیں ہو کہ پروردگار عالم نے تمام اہل زمین پر نگاہ ڈالی تو ان میں سے صرف دو
شخصوں کو چنا ایک تمہارا باپ اور دوسرا تمہارا شوہر ۔
اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ سارے اہل دنیا سے افضل صرف دو شخص ہیں ایک حضرت رسول اللہ صلعم
اور دوسرے حضرت امیر المومنین ؑ یہی عقیدہ کل معتزلہ اہلسنت اور صوفیون اور کل تفضیلیہ
اہلسنت کا ہے ۔

| (۳۷) حضرت ابوبکر سب سے پہلے ایمان لائے | حضرت ابوبکر بعثت کے سات برس کے بعد ایمان لائے |
| --- | --- |
| علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ اول من اسلم ابوبکر الصدیق (تاریخ الخلفا صـ ۲۲) یعنی سب سے پہلے ابوبکر صدیق ایمان لائے ۔<br>شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ از جملہ فضائل حضرت صدیق یہ ہے کہ آپ نے اول بعثت میں سب سے سبقت کی اور مشرف باسلام ہوئے (اردو ازالۃ الخفا حصہ ۲ صـ ۱۸۳) | علامہ طبری نے ابن حمید سے روایت کی ہے قال حدثنا مسلمۃ منه ثم اسلم زید بن حارثه مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان اول ذکر اسلم وصلی بعد علی بن ابی طالب ثم اسلم ابوبکر بن ابی قحافہ الصدیق (طبری جلد ۲ صـ ۶۱ چھاپہ مصر) یعنی ابن حمید نے کہا کہ مجھ سے مسلمہ نے اور ان سے عروہ نے پھر زید |

بن حارثہ حضرت رسول اللہ صلعم کے غلام اسلام لائے پس وہ پہلے مرد ہیں جو حضرت علی ؑ سے
بعد اسلام لائے اور نماز پڑھی ان کے بعد ابوبکر بن قحافہ صدیق اسلام لائے ۔
اور صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے کہ وصحیح نزد محققان اہل سیر و تواریخ آنست کہ
اول خدیجہ رضہ و بعد از و علی ؑ و بعد از و زید بن حارثہ ان گاہ ابوبکر پس بلال بودہ
(روضۃ الاحباب جلد ۲ صـ ۱۸) یعنی محققان اہل سیر و تواریخ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ (اسلام
لانے والوں میں) پہلے خدیجہ رضہ ان کے بعد حضرت علی ؑ اور ان کے بعد زید بن حارثہ
ان کے بعد ابوبکر ان کے بعد بلال ہیں ۔
اور ملا مبین صاحب فرنگی محلی لکھنوی اپنی کتاب وسیلۃ النجات صـ ۸ میں لکھتے ہیں کہ بروایت
ابن عباس و زید بن ارقم و سلمان فارسی و بسیاری از صحابہ و تابعین وے (علی ؑ) اول
مسلمین است ابن حجر گفتہ کہ هو الارجح و از بعضے اجماع برین معنی نقل شدہ و سن شریف
آن صاحب ولایت وقت بعثت حضرت رسالت دہ سال و نزد بعضے کمتر ازاں گفتہ
اند و از ابیات منسوب بہ آنجناب کہ در شرح وقایہ در باب قسمۃ الغنائم وارد کردہ
اولیت او باسلام و اختصاص او بفضائل مختصہ واضح و لائح است ۔ یعنی ابن عباس ؓ اور
زید بن ارقم اور سلمان فارسی اور بہت سے صحابہ و تابعین کی روایت کی بنا پر حضرت علی ؑ
سب سے پہلے مسلمان ہیں ابن حجر نے کہا ہے کہ یہی قول زیادہ راجح ہے اور بعض علماء
اس پر اجماع نقل کیا ہے ۔ عمر شریف اس صاحب ولایت کی بعثت کے وقت دس برس
اور بعض کے نزدیک کم تھی اور ان اشعار سے جو حضرت علی ؑ کی طرف منسوب ہیں اور شرح
وقایہ باب غنیمت خمس میں مذکور ہیں حضرت کی سابقیت اسلام اور فضائل مخصوصہ کے
ساتھ آپ کا مخصوص ہونا واضح و روشن ہے

اور محب طبری نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے حضرت نے فرمایا کہ اسلمت قبل ان
یسلم الناس بسبع سنین (ریاض نضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۸) یعنی کل اسلام لانے والوں
سے سات برس پہلے میں اسلام لایا۔
اور علامہ طبری نے محمد بن سعد سے روایت کی ہے قال قلت لابی اکان ابوبکر اولکم
اسلاما قال لا ولقد اسلم قبلہ اکثر من خمسین ولکن کان افضلنا اسلاما۔
(طبری جلد ۲ صفحہ ۶۰ (?) چھاپہ مصر) یعنی محمد بن سعد نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا
کہ کیا ابوبکر آپ لوگوں میں سب سے پہلے اسلام لائے تھے تو کہا نہیں ان سے پہلے
پچاس آدمی اسلام لا چکے تھے لیکن وہ اسلام میں ہم لوگوں سے افضل تھے۔
مسٹر کے اے حمید بی اے (لندن) بیرسٹر اپنی کتاب مسلمانان عالم جلد ا صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں کہ
ابتداء میں حضور پر معدودے چند لوگوں کے بجز عوام ایمان نہ لائے اشاعت اسلام کی رفتار
بالکل سست تھی چار سال کے بعد مسلمانوں کی تعداد صرف انتالیس ۳۹ تھی۔
اور علامہ طبری کی روایت گزر چکی کہ حضرت ابوبکر پچاس آدمیوں کے بعد ایمان لائے جس سے
معلوم ہوا کہ یقیناً آپ چار سال کے بعد ہی ایمان لائے اور حضرت امیر المومنین ع کا قول گزر
چکا کہ میں کل اسلام لانے والوں سے سات برس پہلے اسلام لایا جس سے ثابت ہوتا ہے
کہ حضرت ابوبکر بعثت کے سات برس کے بعد اسلام لائے جس کے دو بہت مضبوط شواہد حسب
ذیل ہیں
۱ تبلیغ رسالت کا اہم ترین موقع دعوت ذوالعشیرہ جبکہ حضرت رسول اللہ صلعم نے چالیس آدمیوں
کی دعوت کی اور ان کو اسلام کا پیغام دیا اور فرمایا کہ کون ہے جو آج میری مدد کرے
کہ میں اس کو اپنا بھائی اور وزیر اور جانشین بناؤں آپ نے تین مرتبہ یہ پیغام دیا

لیکن
میں
کسی نے کوئی جواب نہ دیا ہر مرتبہ صرف حضرت علی ع کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ یا رسول اللہ
میں آپ کی مدد کروں گا اور آپ کا بھائی اور وزیر اور جانشین بنوں گا تب حضرت
حضرت علی ع کو اپنے سینے سے لگایا اور مجمع سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ دیکھو یہ میرا بھائی
اور میرا وزیر اور میرا جانشین ہے تم لوگ اس کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا
(طبری جلد ۲ صفحہ ۶۳ چھاپہ مصر و معارج النبوۃ رکن ۳ واقعہ نہم و کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۲
و ابوالفداء جلد ا صفحہ ۱۱۶ و مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۳۳ و سیرت حلبیہ جلد ا صفحہ ۳۸۱ و خصائص
نسائی صفحہ ۶ (?) و مسند احمد بن حنبل جلد ا صفحہ ۱۵۹ و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۲ وغیرہ) یہ بعثت
کے تین سال کے بعد کا واقعہ ہے لیکن اس واقعہ میں حضرت ابوبکر کا کوئی ذکر نہیں ہے اگر
آپ مسلمان ہو چکے ہوتے تو ضرور اس دعوت میں شرکت کرتے اور حضرت رسول اللہ کی نصرت
کا دعویٰ کرتے اور حضرت کے بھائی اور وزیر اور جانشین بنتے ایسے اہم ترین وقت میں جبکہ حضرت
رسول اللہ یکہ و تنہا تھے اور دنیا ایک وزیر اور مددگار چاہتے تھے جو اس اہم ترین فریضہ
تبلیغ رسالت میں آپ کا بوجھ بٹائے حضرت ابوبکر کا غائب رہنا اور ایک بارہ تیرہ سال
کے لڑکے (حضرت علی ع) کا خاتم المرسلین کی وزارت اور جانشینی کے عہدہ پر فائز
ہو جانا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے۔ مددگا
نیز یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ روز دعوت عشیرہ حضرت علی ع نے رسول اللہ صلعم سے نصرت
و عدہ کیا اور اس وعدہ کو اس طرح پورا کیا کہ کوئی سخت یا آسان منزل تبلیغ رسالت کی ایسی
نہ آئی جس کو امیر المومنین نے سر نہ کیا ہو یہاں تک کہ آپ کی جان نثاریوں پر ملائکہ ہمہ وقت
اور خود پروردگار عالم نے فخر و مباہات فرمائی اور یہاں تک کہ جبکہ پیغمبر خدا کی زندگی کے
آخری خدمات میں آپ نے اپنی حکومت و خلافت بھی کھو دی اور صحابہ کی طرح رسول اللہ ص

کو بستر علالت پر چھوڑ کر خلافت کے پیچھے نہ دوڑے تو حضرت رسول اللہ صلعم کے لئے کیونکر
ممکن تھا کہ آپ اپنا وعدہ بھول جاتے اور آخر وقت میں حضرت علی عم کی خوبیوں
کو بھلا کر حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنا دیتے عقل والوں کے لئے سوچنے کا موقع ہے ۔

۲ع ۷ سنہ بعثت میں جبکہ کفار مکہ نے حضرت ابوطالب اور حضرت رسول اللہ صلعم سے بائیکاٹ
کی اور مکہ سے نکل جانے پر مجبور کیا یہاں تک کہ حضرت ابوطالب اپنے خاندان کے چالیس
آدمیوں کے ساتھ شعب یعنی پہاڑ کے درہ میں جا کر پناہ لی اور تین سال تک سخت
سخت تکلیفیں اٹھائیں ۔ کئی کئی روز کھانا اور پانی میسر نہیں ہوتا تھا جنگل کی گھاس
اور پتیاں کھا کھا کر بسر کرتے تھے ۔ بھوک اور پیاس کی تکلیفوں سے بچوں کے رونے
کی آوازیں سن کر کفار بھی سر پیٹ کھاتے تھے اور پوشیدہ طور پر کھانا اور پانی پہنچاتے
تھے پھر کفار ہی نے اس بائیکاٹ کو ختم کرانے کی کوشش کی لیکن حضرت ابوبکر کا
اس طویل زمانے میں کوئی ذکر نہیں ہے کہ آپ نے حضرت رسول اللہ صلعم کے ساتھ کوئی
ہمدردی کی ہو کبھی کچھ کھانا یا پانی پہونچایا ہو یا کفار سے حضرت کے متعلق کوئی سفارش
کی ہو جو اس امر کی واضح دلیل ہے کہ آپ اسوقت تک اسلام نہیں لائے تھے ۔

۳۸) حضرت ابوبکر سب سے بڑے شجاع تھے

شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ خلیفہ کیلئے شجاع
ہونا شرط ہے (ترجمہ ازالۃ الخفا حصہ ۲ ص ۷)
اسی طرح بہت سے علماء نے خلافت کیلئے
شجاعت کو شرط قرار دیا ہے یعنی جو بہادر

حضرت ابوبکر شجاع نہ تھے

جنگ بدر میں آپ حضرت رسول اللہ صلعم کے ساتھ
ایک چھپر کے نیچے بیٹھے رہے اور جہاد نہیں کیا
بلکہ جب حضرت رسول اللہ صلعم خدا کی بارگاہ میں فتح
و نصرت کی دعا کرنا چاہتے تھے تو آپ کبھی حضرت کو
پکڑ لیتے تھے اور کبھی جب حضرت دعا کیلئے ہاتھ

بڑھ کر جو ... سے بیان کیا ہے۔

نہ ہو وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا پھر خلفاء ثلاثہ کی شجاعت کو
علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء (صـ ۲۵ چھاپہ لاہور)
میں حضرت ابوبکر کی شجاعت کے بیان میں لکھا
ہے کہ وانہ اشجع الناس یعنی وہ سارے
انسانوں سے زیادہ بہادر تھے۔

علماء نے آپ کی شجاعت کی دلیل یہ دی ہے کہ
عـ۱ ایک مرتبہ مشرکین قریش مسجد الحرام میں حضرت رسول اللہ
سے پوچھا کہ آپ ہی ہیں جو ہمارے بتوں کو برا کہتے
ہیں آپ نے فرمایا ہاں پس وہ لوگ حضرت پر ٹوٹ
پڑے اور ایذا دینے لگے اسی اثناء میں حضرت ابوبکر
آگئے اور آپ نے ان کفار سے کہا کہ اتقتلون رجلا
ان یقول ربی اللہ یعنی کیا تم لوگ ایک شخص کو اسلئے
قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ میرا رب
ہے بس وہ سب حضرت کو چھوڑ کر چلے گئے۔ ترجمہ
(ازالۃ الخفا حصہ ۲ صـ ۱۱۷ وطبری وکامل وغیرہ)

دلیل عـ۲ - ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ صلعم جب دار ارقم
میں داخل ہوئے تاکہ چھپ کر نماز پڑھ لیں اسوقت
آپ کے ساتھ صرف اڑتیس آدمی تھے جو مسلمان
ہوئے تھے تو حضرت ابوبکر نے کہا کہ آپ مسجد میں چل کر

اٹھاتے تھے تو ہاتھ پکڑ لیتے تھے اور کہتے تھے
کہ بس کیجئے کتنی دعا کیجئے گا خدا نے جو آپ
سے مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے وہ پورا کرے
گا۔ تاریخ طبری جلد صـ و ریاض نضرہ
صـ ۹۳

شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت صدیق کو اس
غزوہ میں نمایاں خصوصیات حاصل ہوئیں اور آپ کے
فضائل دوبالا ہوگئے اول یہ کہ آپ اس روز آنحضرت صلعم
کے ساتھ خیمہ میں تھے۔ دوم یہ کہ اس روز جب
آنحضرت صلعم نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی ... تو حضرت
صدیق نے جانب غیب سے آواز عظیم سنکر
عرض کیا کہ بس کافی ہے (یعنی آپ کی دعا قبول
ہوئی اب دعا نہ کیجئے)
پھر لکھا ہے کہ معنی اس کلام کے اس فقیر کے نزدیک یہ ہیں
کہ حضرت صدیق کو الہام کیا گیا کہ آنحضرت صلعم کی دعا
مقرون باجابت ہوئی اور یہ صورت از جملہ ان
واقعات کے ہے کہ صحابہ کرام کے الہام نے وحی سے
سبقت کی اور پھر اوسکے مطابق وحی نازل
ہوئی بلکہ یہی الہام وحی ہوا یا بمطابق کہ جب

ظاہر ہو جائے یعنی اپنا دین ظاہر کر دیجئے
حضرت نے فرمایا کہ اے ابوبکر ہم لوگ ابھی تھوڑے
ہیں لیکن حضرت ابوبکر کا اصرار اتنا بڑھا کہ حضرت
اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد کی طرف تشریف
لے گئے اور حضرت ابوبکر ایک مقام پر کھڑے ہو کر
خطبہ پڑھنے لگے ناگاہ کفار مسلمانوں پر
ٹوٹ پڑے اور حضرت ابوبکر کو جوتیوں سے
مارنے لگے پھر پاؤں سے روند ڈالا۔
(تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۳۳۲ چھاپہ مصر و
مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۴۹ )

صحابہ کرام کو الہام ہوا گیا تو آنحضرت صلعم نے بفراست
جان لیا کہ یہ خاطر جانب غیب سے تھا کہ مدبر
السموات والارض نے القا کیا یعنی یہ فراست
صادقہ وحی باطنی تھی۔ (ازالۃ الخفا اردو حصہ دوم
صفحہ ۱۹۰) خلاصہ اس تحریر کا یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ
جنگ بدر کے روز جب خدا کی بارگاہ میں دعا کرنے
لگے تو خداوند عالم نے حضرت رسول اللہ سے پہلے
حضرت ابوبکر پر الہام فرمایا اور انہوں نے غیبی آواز
سنی کہ رسول اللہ کی دعا قبول ہوگی اور جنگ
فتح ہو جائے گی ہوا آپ نے رسول اللہ کو روکا کہ بس
اب دعا نہ کیجئے آپ کی دعا قبول ہو گئی اور جنگ فتح ہو گی تب حضرت رسول اللہ نے بھی
سمجھ لیا کہ حضرت ابوبکر پر الہام ہوا ہے اسی بنا پر یہ دعا کرنے سے روک رہے ہیں ہوا
حضرت کو بھی اطمینان ہوا اور یہی ابوبکر کا الہام رسول اللہ صلعم کیلئے وحی باطنی ہو گیا
یعنی ہمیشہ حضرت جبریل کے ذریعہ سے وحی نازل ہوتی تھی لیکن جنگ بدر میں حضرت ابوبکر
کے ذریعہ سے رسول اللہ پر وحی نازل ہوئی پہلے ابوبکر پر الہام ہوا بعد میں وہی الہام
رسول اللہ صلعم کے لئے وحی ہو گیا اور حضرت ابوبکر کا یقین و اطمینان رسول اللہ سے بڑھا
ہوا تھا حضرت رسول اللہ صلعم گھبرا گھبرا کر خدا کی بارگاہ میں دعا کرتے تھے اور حضرت ابوبکر حضرت کا
ہاتھ پکڑ کر روک دیتے تھے کہ دعا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے خدا نے آپ کی دعا قبول کر لی
اور آپ کامیاب ہیں۔

**جنگ احد** - علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں خود حضرت ابوبکر سے روایت کی ہے قال لما کان یوم احد انصرف الناس کلھم عن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فکنت اول من فاء۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۵ چھاپہ لاہور) یعنی احد کے روز سارے صحابہ حضرت رسول اللہ ص کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو سب سے پہلے میں پلٹ کر آیا۔ یہی مضمون تاریخ خمیس جلد ۱ ص ۴۸۵ و ازالۃ الخفا مقصد ۲ ص ۱۲ وکنز العمال جلد ۵ ص ۲۷۵ وغیرہ میں ہے۔

**جنگ خندق** - یہ جنگ تو تنہا حضرت علی ع نے فتح کی اور کسی صحابی کو عمرو بن عبد ود کے مقابلہ کی جرأت ہی نہ ہو سکی۔ اس جنگ میں دشمنوں نے تقریباً ایک ماہ تک مدینہ کا محاصرہ رکھا مسلمان ساری ساری رات جاگ کر بسر کرتے تھے کہ کہیں دشمن شبخون نہ ماریں ایک شب جبکہ سردی بھی بہت تیز تھی اور دشمنوں کا خوف بھی تھا حضرت رسول اللہ ص نے فرمایا کہ کوئی ہے جو جاکر دشمن کی خبر لائے لیکن کسی صحابی نے جواب نہ دیا پھر حضرت نے چند صحابہ کا نام لیکر فرمایا کہ جاکر دشمن کی خبر لاؤ تو حضرت ابوبکر نے جواب دیا کہ حذیفہ رض سے کہئے وہی خبر لا سکتے ہیں (سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۳۲۷ وکنز العمال جلد ۵ ص ۲۷۹ وغیرہ)

**جنگ خیبر** - اس جنگ میں حضرت ابوبکر سردار لشکر بنائے گئے آپ گئے لیکن شکست کھا کر بھاگ آئے (حبیب السیر جلد ۳ ص ۱۳۲ و تاریخ طبری وغیرہ)

**جنگ حنین** - اس جنگ میں بھی حضرت ابوبکر بھاگ گئے (عقد الفرید جلد ۳ ص ۳۳ چھاپہ مصر احتجاج المامون علی الفقہاء فی فضل علی ع)

**سریہ وادی الرمل** - اس سریہ میں حضرت رسول اللہ ص نے حضرت ابوبکر سردار لشکر بنائے گئے لیکن دشمن کے حملہ کی تاب نہ لا سکے اور بھاگ کر مدینہ واپس آئے۔

غرض لڑائیوں میں آپ بھاگتے رہے اور کسی جنگ میں آپ کا کوئی کارنامہ نہیں ملتا

## (۳۹) حضرت ابوبکر حالت شرک میں بھی مسلمان تھے

علامہ حلبی نے لکھا ہے کہ اخرج ابو نعیم عن
بعض الصحابۃ ان ابا بکر آمن بالنبی قبل
النبوۃ اے علم انہ النبی المنتظر لما مر
عن بحیراء الراھب (سیرۃ حلبیہ جلد ا ص ۲۷۱)
یعنی ابو نعیم نے بعض صحابہ سے روایت کی ہے
کہ حضرت ابوبکر حضرت رسول کے نبی ہونے سے
پہلے ان پر ایمان لا چکے تھے یعنی جانتے تھے
کہ آپ ہی وہ نبی ہیں جن کا انتظار کیا جا
رہا ہے بسبب خبر دینے بحیرا راہب کے
اور علامہ سیوطی نے ابو نعیم سے روایت کی ہے
کہ فرات بن سائب نے کہا کہ میں نے میمون
ابن مہران سے پوچھا کہ ابوبکر پہلے ایمان
لائے تھے کہ علیؑ تو انہوں نے کہا کہ خدا کی
قسم حضرت ابوبکر جب بحیراء راہب کی طرف
سے گذرے تھے اسی وقت حضرت رسول اللہؐ
پر ایمان لائے تھے۔ اور یہ حضرت علیؑ
کی پیدائش سے پہلے کا واقعہ ہے (تاریخ

## حضرت ابوبکر حالت اسلام میں بھی مسلمان نہ تھے

حذیفہ یمانی نے حضرت ابوبکر سے روایت کی ہے انہوں
نے کہا کہ حضرت رسول اللہ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا
الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل قال ابوبکر
یا رسول اللہ وھل الشرک الا ما عبد من دون
اللہ او ما دعی مع اللہ۔ قال ثکلتک امک الشرک
فیکم اخفی من دبیب النمل یعنی شرک تم لوگوں میں
چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے یہ سن کر
حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ شرک یہی تو ہے
کہ غیر خدا کی پرستش کی جائے یا غیر خدا کو پکارا
جائے۔ فرمایا تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے (میں
کہہ رہا ہوں کہ) شرک تم لوگوں میں چیونٹی کی چال سے
زیادہ پوشیدہ ہے (یعنی چیونٹی کی چال بھی محسوس کی
کی جا سکتی ہے لیکن تم لوگوں کا شرک محسوس نہیں کیا گیا
نہ عام انسان اس کو سمجھ سکیں گے)
نیز معقل بن یسار نے روایت کی ہے کہ انطلقت
مع ابی بکر الصدیق الی رسول اللہ فقال یا ابا بکر
الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل۔ فقال ابوبکر

الخلفاء ص۲۳ چھاپہ لاہور)

وصل الشرک الا من جعل مع اللہ الٰہا آخر فقال النبی ص والذی نفسی بیدہ الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل (ازالۃ الخفا مقصد ا ص ۱۹۹ وتفسیر در منثور سیوطی جلد ۴ ص ۵۴)

یعنی معقل بن یسار نے کہا کہ میں ابوبکر صدیق کے ساتھ حضرت رسول اللہ کی خدمت میں گیا تو حضرت نے فرمایا کہ اے ابوبکر شرک تم لوگوں میں چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے تو حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ شرک یہی تو ہے کہ اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا قرار دیا جائے تو حضرت نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے شرک تم لوگوں میں چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔ ان دونوں روایتوں میں سے پہلی روایت حذیفہ رض سے اور دوسری روایت معقل بن یسار سے منقول ہے لیکن دونوں میں حضرت نے جناب ابوبکر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ شرک تم لوگوں میں چیونٹی کی چال سے زیادہ پوشیدہ ہے۔ بحیرا و راھب کے زمانے میں حضرت ابوبکر کا ایمان لانا صحابہ کا قول کہا جاتا ہے لیکن یہ دونوں حدیثیں خود رسول اللہ ص کی ہیں جن کو چودہ سو برس سے بڑے بڑے جلیل القدر علماء اپنی کتابوں میں نقل کرتے چلے آرہے ہیں

(۱۴) حضرت ابوبکر کا ایمان ساری امت کے ایمان سے وزنی ہے

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عمر سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ لو وزن ایمان ابی بکر بایمان اھل الارض لرجح بھم (تاریخ الخلفاء ص ۸۶)

حضرت ابوبکر کا ایمان اور شیطان کا ایمان برابر ہے

امام ابو حنیفہ نے کہا کہ میرا اور ابوبکر کا ایمان برابر ہے (سیرۃ النعمان ص ۱۷۲) اس قول پر علماء اہلسنت نے بڑی ناراضگی ظاہر کی ہے اور

یعنی حضرت ابوبکر کا ایمان سارے اہل زمین کے
ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو اس پر
بھاری ہو جائے گا۔
اور بہار شریعت ص ۳۹ میں ہے کہ حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تنہا ایمان اس
امت کے تمام افراد کے مجموعہ ایمانوں پر
غالب ہے۔

تاویلات کے ذریعہ سے اس کو درست کرنے کی کوشش
کی ہے۔
فقہ اکبر ص ۱۸۶ میں امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ وایمان
اهل السماء والارض لا یزید ولا ینقص - یعنی ایمان
اہل آسمان و زمین کا نہ زیادہ ہوتا ہے و کم ہوتا ہے
اور اس کی شرح میں ملا علی قاری نے کہا ہے کہ ایمان
اہل آسمان یعنی ملائکہ اور اہل جنت کا اور اہل
زمین یعنی انبیاء و اولیاء اور کل مومنین نیکوکار و بدکار کا نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم ہوتا ہے
(شرح فقہ اکبر ص [illegible]) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر کا ایمان اور ایک فاجر مسلمان کا ایمان
برابر تھا۔ اور خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ایمان ابی بکر و ایمان ابلیس واحد
اور حضرت ابوبکر اور ابلیس کا ایمان ایک ہے (سوانح عمری حضرت خلیفہ اول حصہ اول ص ۱۵۳ مطبوعہ
گجوہ ضلع ساون بحوالہ تاریخ خطیب بغدادی)

(۲) حضرت رسول اللہ نے سوائے ابوبکر کے سب دروازے مسجد کی طرف
کے بند کرا دیے۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت رسول اللہ نے
فرمایا کہ لا یبقین فی المسجد خوخة الا خوخة
ابی بکر - قال العلماء هذا اشارة الی الخلافة
لانه یخرج منها الی الصلوة بالمسلمین -
(تاریخ الخلفاء ص ۴۲ وغیرہ) یعنی حضرت نے

حضرت ابوبکر کا کوئی مکان مسجد سے متصل نہ تھا

علامہ قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ قیل
فیه تعریض بالخلافة له لان ذالک شرط ان ارید
به الحقیقة لان اصحاب المنازل الاصقة بالمسجد
کان لهم الاستطراق منها الی المسجد فامر بسدها
سوی خوخه ابی بکر تنبیها للناس علی انه یخرج

فرمایا کہ نہ باقی رہے مسجد میں کوئی دروازہ سوائے
ابوبکر کے دروازے کے۔ علماء نے کہا ہے کہ
اس سے خلافت کی طرف اشارہ مقصود ہے یعنی
حضرت نے ان کا دروازہ مسجد کی جانب اس لئے
کھلا رکھا تا حضرت ابوبکر خلافت کے زمانے میں
اسی دروازے سے نماز پڑھنے کیلئے مسجد میں آیا
جایا کریں گے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے مرض
وفات میں یہ بھی فرمایا تھا کہ بجز حضرت صدیق کے کھڑکی
کے تمام کھڑکیاں بند کردی جائیں۔ یہ حدیث بھی
خلافت صدیق پر دلالت کرتی ہے (ترجمہ ازالۃ الخفا
حصہ دوم صـ۱۵)

منها الى المسجد للصلوة وان اريد به المجاز
فهو كناية عن الخلافة وسد ابواب المقالة
دون التطرق والتطلع اليها۔ پھر لکھا ہے کہ
قال التوربشتى وادعى المجاز اقوى اذ لم يصح
عندنا ان ابا بكر كان له منزل بجنب
المسجد وانما كان منزله بالسنح من عوالى
المدينة (قسطلانی مطبوعہ مصر جلد ۶ صـ۸۲)
یعنی قول ضعیف یہ ہے کہ اس حدیث میں
تعریض خلافت ہے اگر اس سے حقیقی معنی
مراد لیا جائے اسلئے کہ جن لوگوں کے مکانات
مسجد سے متصل تھے وہ اسی دروازے سے
آمد و رفت رکھتے تھے تو حضرت نے بجز ابوبکر
کے سب کے دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیدیا اور ابوبکر کی کھڑکی اس لئے کھلی رکھی کہ
ان کی خلافت کی طرف لوگوں کی تنبیہ مقصود تھی کہ وہ اسی دروازے سے نماز کے
لئے آیا کریں گے۔ اور اگر مجازی معنی مراد لئے جائیں تو یہ کنایہ ہے خلافت سے یعنی
سب لوگ اپنی آرزوئے خلافت کا دروازہ بند کریں سوائے ابوبکر کے۔
توربشتی نے کہا ہے کہ یہی مجازی معنی زیادہ قوی ہے اس لئے کہ ہم لوگوں کے نزدیک
ابوبکر کا کوئی مکان مسجد رسول کے قریب ہونا ثابت نہیں ہے کیونکہ ان کا مکان محلہ
سنح میں تھا جو عالی مدینہ میں ہے

شب ہجرت حضرت ابوبکر حضرت رسول اللہ صلعم کے ساتھ گئے

حضرت عائشہ سے منقول ہے انہوں نے کہا کہ ایک روز
دوپہر کے وقت ہم اپنے باپ کے گھر میں بیٹھے ہوئے
تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلعم سر مبارک
پر طیلسان ڈالے تشریف لا رہے ہیں حالانکہ حضرت
اس وقت میں کبھی گھر تشریف نہیں لاتے تھے حضرت
ابوبکر نے حضرت رسول اللہ صلعم کی خدمت میں عرض کیا کہ
میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کوئی اہم کام آپ
کو یہاں تک لایا ہے حضرت نے فرمایا کہ جو لوگ
تمہارے گھر میں ہوں ان کو باہر کر دو حضرت ابوبکر
نے عرض کیا کہ میری لڑکیوں کے سوا کوئی نہیں
ہے ایک ان میں سے عائشہ ہیں حضرت نے فرمایا
کہ خداوند عالم نے مجھ کو ہجرت کا حکم دیا ہے یہ
سن کر ابوبکر نے کہا کہ میں بھی ساتھ چلوں فرمایا
ہاں تم بھی ساتھ چلو حضرت ابوبکر مارے خوشی
کے رونے لگے پھر عرض کیا کہ میری ان دو اونٹوں
میں سے ایک آپ قبول فرمائیے حضرت نے فرمایا
بقیمت قبول کروں گا جناب عائشہ نے کہا کہ ہم کو

شب ہجرت حضرت ابوبکر بجائے رسول اللہ کی جستجو میں نکلے

علامہ طبری نے لکھا ہے کہ ابوبکر حضرت علی ع کے پاس آئے
اور پوچھا کہ رسول اللہ صلعم کہاں ہیں حضرت نے فرمایا کہ وہ
غار ثور کی طرف گئے ہیں اگر تم کو ضرورت ہو تو جاؤ ابوبکر
بہت تیز روانہ ہوئے حضرت نے جب حضرت ابوبکر کی آہٹ
محسوس کی تو سمجھا کہ کوئی مشرک آ رہا ہے ہوا حضرت تیز
دوڑنے لگے یہاں تک کہ آپ کی نعلین مبارک کا تسمہ ٹوٹ
گیا اور پتھر سے ٹھوکر کھا کر پائے مبارک کا انگوٹھا زخمی
ہو گیا اور بہت خون جاری ہوا ابوبکر کو یہ خوف ہوا کہ
کہیں دھوکہ میں حضرت کو زیادہ زحمت نہ ہو لہذا انہوں
نے پکارنا شروع کیا تب حضرت نے پہچانا کہ یہ ابوبکر ہیں
اور ٹھہر گئے یہاں تک کہ ابوبکر پہنچ گئے تو دونوں ساتھ
روانہ ہوئے (تاریخ طبری جلد ۲ [illegible] چھاپہ مصر)

امام احمد بن حنبل نے ابن عباس رض سے روایت کی ہے
قال ابن عباس وشری علی نفسہ فلبس ثوب النبی ثم نام
مکانہ قال ابن عباس کان المشرکون یرمون رسول اللہ
فجاء ابوبکر وعلی نائم قال وابوبکر یحسب انہ رسول اللہ

بہت فوراً سامان سفر درست کر دیا اور کھانا تیار کر کے
ناشتہ دان میں رکھ دیا لیکن کوئی چیز نہ تھی جس سے اس کو باندھتے
تو اسماء بنت ابوبکر نے اپنا کمر بند دو ٹکڑے کر کے
ایک ٹکڑے سے ناشتہ دان باندھ دیا اور دوسرا اس
کے اندر رکھ دیا اسی وقت سے وہ ذات النطاقین
کہی جانے لگیں اور عبد اللہ بن ابوبکر کو مقرر کیا کہ
وہ دن بھر کفار قریش کے پاس رہیں اور رات کو
ان کی خبر غار ثور میں پہونچا دیں۔
اسماء بنت ابوبکر کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر کے پاس پانچ
ہزار درہم نقد موجود تھے اس کو لیکر اٹھائیس صفر
یا پہلی ربیع الاول کو کھڑکی سے جو حضرت ابوبکر کے کوٹھے
پر تھی دونوں حضرات باہر نکل گئے (روضۃ الاحباب
جلد اول صفحہ ۱۲۹ چھاپہ انوار محمدی لکھنؤ و بخاری جلد ۲
صفحہ ۲۱۵ واقعہ ہجرت باختلاف الفاظ)
اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے
شب کے وقت اپنے خانہ مبارک سے ہجرت نہیں کی بلکہ
دن کے وقت حضرت ابوبکر کے گھر سے ہجرت کی حالانکہ
ہر مسلمان جانتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے شب کے وقت
حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو اپنے بستر پر سلا کر اپنے

فقال یا نبی اللہ فقال علی ان نبی اللہ قد انطلق
نحو بئر میمون فادرکہ قال فانطلق ابوبکر و دخل
معہ الغار (مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۳۳۱) یعنی
حضرت ابن عباس نے کہا کہ جب حضرت علی علیہ السلام نے
خدا کی راہ میں اپنی جان بیچ ڈالی اور حضرت رسول اللہ
کا لباس پہن کر سوئے اور مشرکین حضرت رسول اللہ
کو (یعنی حضرت علی علیہ السلام کو رسول کے دھوکہ میں) پتھر
مار رہے تھے اتنے میں حضرت ابوبکر (کہیں حرام
چھپ کر) حضرت کے پاس پہونچے اس وقت (فرش
رسول پر) حضرت علی علیہ السلام سو رہے تھے۔ حضرت ابوبکر
نے سمجھا کہ خود حضرت رسول اللہ سوئے ہیں لہذا کہا
یا نبی اللہ۔ حضرت علی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم
بئر میمون کی طرف تشریف لے گئے ہیں وہیں جاؤ
تب حضرت ابوبکر ادھر روانہ ہوئے اور حضرت
کے ساتھ غار میں داخل ہو گئے۔
اور علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ لما خرج رسول اللہ
من اللیل لحق بغار ثور قال و تبعہ ابوبکر فلما
سمع رسول اللہ صلعم حسہ خلفہ خاف ان یکون
الطلب فلما رای ذالک ابوبکر تنحنح فلما سمع

گھر سے جبکہ کفار قریش آپ کا گھیرے ہوئے تھے
ہجرت کی اور سورہ یسین کی آیت وجعلنا
من بین ایدیھم سدا ومن خلفھم سدا
فاغشینٰھم فھم لا یبصرون ۵ تلاوت فرماکر
ایک مٹھی خاک کافروں کی طرف پھینکی
اور گھر سے نکل گئے اور کفار حضرت کو نہ دیکھ
سکے دیکھئے (روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۱۲۸
وتاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۰۱ چھاپہ مصر وازالۃ الخفا
اردو حصہ ۲ صفحہ ۲۷۸ چھاپہ لاہور

ذالک رسول اللہ ص عرفہ فقام لہ حتی تبعہ
فاتیا الغار (تفسیر در منثور سیوطی جلد ۳
صفحہ ۲۴۰) یعنی جب شب ہجرت حضرت رسول اللہ
نکلے تو غار ثور تک پہونچ گئے اور حضرت ابوبکر
نے حضرت کا پیچھا کیا جب آنحضرت ص نے اپنے
پیچھے ان کی آہٹ محسوس کی تو ڈرے کہ شاید
کوئی آپ کو گرفتار کرنے آرہا ہے جب حضرت
ابوبکر نے رسول اللہ کے خوف کو سمجھا تو
کھنکارے تو حضرت رسول اللہ نے ان کو پہچان
لیا اور کھڑے ہوگئے یہاں تک کہ ابوبکر ان تک پہونچ گئے پھر دونوں غار تک گئے
یہی مضمون عمدۃ التحقیق ذکر ہجرت عمدہ ہجرت ابوبکر و مسند ابن عباس و فتح الباری شرح
صحیح بخاری ذکر ہجرت بحوالہ ترمذی و نسائی و حاکم و مناقب خوارزمی وغیرہ میں بھی ہے۔

سوال) غار میں حضرت رسول اللہ ص کیلئے حضرت ابوبکر کے یہاں سے کھانا آتا تھا | غار میں حضرت کیلئے حضرت علی ع کھانا پہونچواتے تھے

علامہ طبری نے لکھا ہے کہ وکانت اسماء بنت ابی بکر
تاتیھما من الطعام اذا امست بما یصلحھما۔
(طبری جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ چھاپہ مصر) یعنی ہر روز
شام ان لوگوں کے لئے اسماء بنت ابوبکر

علامہ طبری نے لکھا ہے کہ حضرت رسول اللہ ص نے ہجرت
کے وقت حضرت علی ع کو حکم دیا تھا کہ ارسل الی
بطعام واستاجر لی دلیلا یدلنی علی طریق
المدینۃ واشتر لی راحلۃ ثم مضی رسول اللہ

ان کے پاس کا کھانا پہونچاتی تھیں ۔
اور ابن ہشام نے بھی لکھا ہے کہ کانت اسماء بنت
ابی بکر تاتیھما من الطعام اذا امست بما یصلحھما
(سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۲۶۸) ترجمہ گذر چکا ۔

رسول اللہ واعمی اللہ ابصار الذین کانوا یرصدونہ وخرج علیھم رسول اللہ ص (طبری جلد ۲ صفحہ ۹۹ چھاپہ مصر) یعنی میرے پاس کھانا بھیجا اور ایک راہبر جو مجھ کو مدینہ کا راستہ بتائے مقرر کر دینا اور ایک سواری بھی بھیجنا نہ فرماکر

حضرت تشریف لیگئے اور خدا نے ان لوگوں کو اندھا کر دیا جو آپ کی تاک میں تھے اور آنحضرت ص ان کے سامنے سے نکل گئے ۔

اور علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ فمکث ھو وابوبکر فی الغار ثلثۃ ایام یختلف الیھم بالطعام عامر بن فھیرہ وعلی یجھزھم فاشترا ثلثۃ اباعر من ابل البحرین واستاجر لھم دلیلا فلما کان بعض اللیل من اللیلۃ الثالثۃ اتاھم علی ع بالابل فرکب رسول اللہ راحلتہ ورکب ابوبکر اخری فتوجھوا نحو المدینۃ ۔ یعنی حضرت رسول اللہ ص اور ابوبکر غار میں تین روز ٹھہرے ۔ عامر بن فہیرہ ان لوگوں کا کھانا پہونچاتا تھا اور حضرت علی ع اس کا سامان کرتے تھے پھر حضرت تین اونٹ بحرین کے خرید فرمائے اور اجارہ پر ایک راہبر مقرر فرمایا اور جب تیسری شب کا کچھ حصہ گذر گیا تو حضرت علی ع ان اونٹوں اور راہبر کو لیکر حضرت کی خدمت میں پہونچے پس حضرت رسول اللہ ص حضرت علی ع کے اونٹ پر سوار ہوئے اور دوسرے اونٹ پر ابوبکر سوار ہوئے اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے ۔

## ۱۳۵ غار ثور میں سکینہ حضرت ابوبکر پر نازل ہوا

علامہ سیوطی نے جناب ابن عباس سے روایت کی ہے

## غار میں سکینہ حضرت رسول اللہ پر نازل ہوا

مفسرین نے لکھا ہے کہ ھو للنبی ویکون المراد بالسکینۃ

فانزل اللہ سکینتہ علیہ قال علی ابی بکر ان النبی ص لم تزل السکینۃ علیہ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۳)
یعنی حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ (غار ثور میں) اللہ تعالیٰ نے اپنا سکینہ حضرت ابوبکر پر نازل فرمایا کیونکہ حضرت رسول اللہ ص کے ساتھ تو سکینہ ہمیشہ رہتا تھا۔
شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس نے آیہ کریمہ فانزل اللہ سکینتہ علیہ کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اللہ نے آسکی پر اپنی سکینت اتاری یعنی حضرت صدیق پر کیونکہ آنحضرت صلعم کے ساتھ تو سکینت الٰہی (اطمینان قلب) ہمیشہ رہتی تھی۔ (ازالۃ الخفا اردو حصہ اول صفحہ ۵۰) و روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۱۳)

النازلۃ علیہ عصمتہ عن حصول سبب من اسباب الخوف لہ و یؤید کون الضمیر فی علیہ للنبی ص الضمیر فی و ایدہ بجنود لم تروھا فانہ للنبی ص لا نہ المؤید بجنود الجنود (تفسیر فتح البیان جلد ۴ صفحہ ۱۰۹) یعنی اس آیت میں لفظ سکینتہ میں ہ کی ضمیر حضرت رسول اللہ ص کی طرف پھرتی ہے اور مراد سکینہ سے حضرت کا اسباب خوف سے محفوظ رہنا ہے اور اس ضمیر کے حضرت رسول اللہ کی طرف پھرنے کی تائید قول پروردگار و ایدہ بجنود لم تروھا سے ہوتی ہے (یعنی خدا نے ان کی مدد ایسے لشکر سے کی جس کو تم نے نہیں دیکھا) اسلئے کہ اس لشکر سے حضرت رسول اللہ صلعم کی تائید کی گئی۔

نیز اس قول کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جنگ حنین کے ذکر میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ و علی المومنین (سورہ توبہ پارہ ۱۰ رکوع ۹) یعنی پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا سکینہ اپنے رسول پر اور مومنین پر نازل فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سکینہ حضرت رسول اللہ ص پر بھی نازل ہوتا تھا پس ثابت ہوا کہ حضرت ابن عباس والی روایت جھوٹوں کی بنائی ہوئی ہے کہ غار ثور میں سکینہ حضرت ابوبکر پر نازل ہوا کیونکہ حضرت رسول اللہ

کے ساتھ تو سکینہ الٰہی ہمیشہ رہتا تھا آپ پر سکینہ نازل ہونے کی ضرورت نہ تھی۔ تعجب ہے کہ علامہ سیوطی اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی جیسے بڑے بڑے علماء یہ آیت یاد نہ تھی جسمیں خداتعالیٰ رسول اللہ صلعم پر سکینہ نازل فرمانے کی خبر دی ہے ورنہ وہ اس جھوٹی روایت کو اپنی کتابوں میں نہ لکھتے۔

اور آیت غار بھی صاف صاف یہی بتارہی ہے کہ سکینہ حضرت رسول اللہ صلعم پر نازل ہوا۔ خداوندعالم ارشاد فرماتا ہے کہ الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروھا (پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۱۲) یعنی اگر تم اپنے رسول کی مدد نہ کرو (تو پرواہ نہیں ہے) اللہ تو نے اس کی مدد کی۔ جس وقت اس کو کافروں نے گھر سے نکالا وہ دو کا دوسرا تھا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ حزن نہ کرو خدا ہم لوگوں کے ساتھ ہے تو خدا نے اس پر اپنی تسلی نازل فرمائی اور ایک ایسے لشکر سے اس کی مدد کی جس کو تم نے نہیں دیکھا۔

اس آیت سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں ع۱ یہ کہ شب ہجرت غار ثور میں دو چھپنے والوں میں سے خدا کی مدد صرف رسول اللہ کے ساتھ تھی اگر حضرت ابوبکر کے ساتھ بھی ہوتی تو بجائے نصرہ اللہ کے نصرھما اللہ فرماتا اسلئے کہ ہٗ کی ضمیر واحد کے لئے آتی ہے اور دو کے لئے ھما کی ضمیر آتی ہے۔ ع۲ یہ کہ مکہ سے حضرت رسول اللہ تنہا نکلے تھے اسی لئے اخرجہ فرمایا ہے اگر حضرت ابوبکر بھی ساتھ ہوتے تو اخرجھما فرماتا اسلئے کہ گذر چکا کہ دو کے لئے ھما کی ضمیر آتی ہے ع۳ یہ کہ خداوند عالم نے حضرت رسول اللہ صلعم کی نصرت ایک تو اسوقت کی جب کافروں نے آپ کو گھر سے نکالا حضرت علی ع کے ذریعہ سے کہ آپ

نے اپنی جان رسول اللہ ؐ پر قربان کر کے بستر رسول پر سو کر کافروں کو دھوکہ میں رکھا اور حضرت رسول اللہ ؐ کو بسلامت گھر سے نکل کر مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کا موقع دیا اور یوں مدد کی کہ حضرت رسول اللہ دشمنوں کے درمیان سے نکل گئے اور وہ نہ دیکھ سکے خدا نے ان کو اندھا کر دیا۔ اور دوسرے اسوقت خدا نے رسول اللہ ؐ کی مدد فرمائی جبکہ حضرت ابوبکر کا رونا اور تڑپنا پیغمبر ؐ کیلئے دردسر اور خطرہ کا سبب بنا ہوا تھا اسلئے کہ دشمن تعاقب میں تھے اگر وہ غار میں حضرت ابوبکر کے رونے اور گفتگو کرنے کی آواز محسوس کر لیتے تو رسول اللہ کی جان کو خطرہ تھا لہٰذا اس موقع پر بھی خدا نے آنحضرت کی مدد فرمائی کہ باوجود اس کے کہ دشمن غار تک پہونچے لیکن خدا نے ان کو بہرا کر دیا کہ وہ حضرت ابوبکر کے رونے کی آواز نہ سن سکے اور اپنے رسول پر تسلی نازل فرمائی کہ حضرت ابوبکر کے رونے اور باتیں کرنے سے پریشان نہ ہوں خدا ان کی حفاظت فرمائے گا۔

اور اس آیت میں جو خداوند عالم نے حضرت ابوبکر حضرت رسول اللہ ؐ کا صاحب فرمایا ہے ایسی ان کے لئے کوئی فضیلت نہیں کیونکہ خداوند عالم نے کافروں کو بھی پیغمبر کا صاحب فرمایا ہے چنانچہ سورہ یوسف پارہ ۱۲ رکوع ۱۵ میں فرمایا ہے کہ حضرت یوسف ؑ نے فرمایا کہ یا صاحبی السجن ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار یعنی اے میرے قیدخانہ کے دونوں ساتھیو کیا بہت سے رب اچھے ہیں یا ایک خدا جو سب پر غالب ہے، اس آیت میں حضرت یوسف ؑ نے اپنے قیدخانہ کے دو کافر ساتھیوں کو صاحب فرمایا ہے

اور سورہ کہف پارہ ۱۵ رکوع ۱۷ میں اس نے ایک مومن کو ایک کافر کا صاحب فرمایا ہے ارشاد ہے کہ قال لہ صاحبہ وھو یحاورہ اکفرت بالذی خلقک من تراب ثم من نطفۃ ثم سوّاک رجلا ۝ پس اس سے اس کے ساتھی نے جو باتیں کر رہا تھا کہا

کیا تو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھ کو مٹی سے خلق کیا پھر نطفہ سے پھر تجھے ٹھیک آدمی بنا دیا۔

۲۵) حضرت ابوبکر نے اپنا سارا مال راہ خدا میں خرچ کر دیا

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ
ما نفعنی مال قط ما نفعنی مال ابی بکر فبکی ابوبکر
وقال هل انا و مالی الا لک یا رسول اللہ (تاریخ
الخلفاء ص ۲۶ یعنی مجھ کو کسی کے مال نے اتنا فائدہ
نہیں پہونچایا جتنا ابوبکر کے مال نے فائدہ پہونچایا
یہ سن کر حضرت ابوبکر رونے لگے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ
میں اور میرا مال سب آپ ہی کا ہے۔
اور ابن شاہین نے السنۃ میں اور امام بغوی
نے اپنی تفسیر میں اور ابن عساکر نے ابن عمر
سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ ایک روز
میں حضرت رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر تھا
اور وہاں حضرت ابوبکر بھی تھے و علیہ عبائۃ
قد خللها فی صدرہ بخلال فنزل علیہ
جبریل ؑ فقال یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مالی اری
ابا بکر علیہ عبائۃ قد خللها فی صدرہ بخلال

حضرت ابوبکر راہ خدا میں مال صرف کرنے میں بخیل تھے

قبل ہجرت قیام مکہ کے دوران میں حضرت
رسول اللہ کی اعانت میں کسی موقع پر حضرت
ابوبکر کا اپنا مال صرف کرنا کسی تاریخ سے ثابت
نہیں ہوتا یہاں تک کہ حضرت رسول اللہ صلعم کی شعب
ابو طالب کی تین سال کی سخت ترین مدت میں بھی
جبکہ بنی ہاشم جنگل کی پتیاں اور گھاس کھا کھا کر
بسر کرتے تھے کبھی حضرت ابوبکر نے ایک روٹی اور
ایک آبخورہ پانی رسول اللہ صلعم کے لئے کھلا ہوا
یا پوشیدہ طور پر نہیں بھیجا جیسا کہ حضرت ابوبکر
کے ایمان کے بیان میں گذرا۔
شب ہجرت جب حضرت ابوبکر مکہ سے روانہ ہوئے
تو آپ کے پاس پانچ ہزار یا چھ ہزار درہم تھے
جن کو آپ اپنے ساتھ لے گئے تھے (تاریخ خمیس
جلد ۱ ص ۳۶۷)
اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ جلد ۳

فقال یا جبریل انفق ماله علی قبل الفتح قال
فان الله یقرء علیه السلام و یقول قل له
اراض انت عنی فی فقرک هذا ام ساخط
فقال ابوبکر رض اسخط علی ربی انا عن ربی
راض انا عن ربی راض انا عن ربی راض
یعنی حضرت صدیق اکبر ایک عبا پہنے ہوئے تھے
(لیکن بجائے بٹن کے گریبان میں) کانٹے
لگا کر سینہ چھپائے تھے اتنے میں حضرت جبرئیل ؑ
نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمد ؐ کیا بات ہے کہ
میں ابوبکر کو عبا میں کانٹے لگائے دیکھ رہا ہوں
حضرت نے فرمایا کہ اے جبریل انہوں نے اپنا
سارا مال فتح مکہ سے پہلے مجھ پر خرچ کر دیا
حضرت جبرئیل ؑ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو
سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ان سے پوچھیے
کہ اس فقر میں مجھ سے راضی ہیں یا ناراض
پس حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں اپنے رب پر
غصہ کروں گا میں اپنے رب سے راضی ہوں
راضی ہوں - راضی ہوں (ترجمہ ازالۃ الخفا مقصد ۲ صفحہ ۸۹)
حضرت ابوبکر کی مفلسی کا انجام - ابن عساکر

میں ۲ چھاپہ مصر میں لکھا ہے کہ دس ہزار درہم تھے
اور سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ میں حضرت انس سے
منقول ہے کہ شب ہجرت حضرت ابوبکر اپنے ساتھ
چالیس ہزار درہم لے گئے تھے - باوجود اس
کے آپ نے جب اپنا اونٹ حضرت کی خدمت
میں پیش کیا اور حضرت نے فرمایا کہ مفت نہیں
لوں گا تو آپ نے اپنا اونٹ حضرت کے ہاتھ
سے نو سو (۹۰۰) درہم میں فروخت کیا حالانکہ اس کو
دو سو (۲۰۰) روپے میں خریدا تھا -
شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی نے مدارج
النبوت جلد ۲ صفحہ میں لکھا ہے کہ حضرت
ابوبکر نے ایک اونٹ دو سو (۲۰۰) درہم کا خریدا تھا جب
حضرت رسول اللہ ؐ کو مدینہ کا سفر درپیش ہوا
اور آپ پاپیادہ روانہ ہوئے تو راہ میں حضرت ابوبکر
بھی جا کر مل گئے اور آپ نے حضرت رسول اللہ
کی خدمت میں اپنا اونٹ پیش کیا اور حضرت
سے اس کی قیمت نو سو درہم وصول کی -
یعنی سات سو درہم منافع حاصل کیا -) حالانکہ
حضرت نے فرمایا تھا کہ جس دام پر تم نے خریدا ہے

اور خطیب نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ؐ
نے فرمایا کہ ہبط علی جبریل علیہ السلام و علیہ
طنفسۃ وھو متخلل بھا فقلت یا جبریل ما ھذا
قال ان اللہ تعالیٰ امر الملائکہ ان تتخلل فی السماء
کتخلل ابی بکر فی الارض (تاریخ الخلفاء صـ ۳۶
و صـ ۲۷) یعنی حضرت نے فرمایا کہ ایک مرتبہ جبریلؑ
میرے پاس اسی صورت سے نازل ہوئے کہ وہ
ٹاٹ کا کپڑا پہنے تھے اور (بجائے بٹن کے)
اس میں کانٹے لگائے ہوئے تھے میں نے پوچھا کہ
اے جبریل ؑ یہ کیا انہوں نے کہا کہ اللہ نے فرشتوں
کو حکم دیا ہے کہ وہ بھی آسمان میں ٹاٹ پہنیں اور
اسی طرح کانٹے لگائیں جس طرح ابوبکر صدیق زمین
میں ٹاٹ پہنے ہیں اور کانٹے لگائے ہیں ۔
علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ضعیف
ہیں اور اگر لوگ ان کو عام طور پر شہرت نہ دیتے
اور ان سے کام نہ لیتے تو زیادہ بہتر تھا ۔
شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ اسلام قبول کرنے
کے بعد حضرت صدیق نے ابتداء اسلام میں ترقی اسلام
و مسلمین اور آنحضرت ؐ کی اعانت میں چالیس ہزار

اسی قیمت پر ہوں گا (فتح الباری شرح صحیح بخاری
واقعہ ہجرت)
غار ثور سے نکل کر حضرت قبا میں قیام فرمایا
اور وہاں ایک مسجد کی تعمیر کی لیکن کسی روایت
سے نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت ابوبکر نے اس کی
تعمیر میں کچھ پیسے خرچ کئے ہوں ۔
پھر قبا سے روانہ ہو کر حضرت مدینہ میں داخل
ہوئے اور حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر میں
قیام فرمایا اور حضرت ابوبکر نے محلہ سنح میں
خبیب بن سیاف کے گھر میں جا کر قیام کیا (روضۃ
الاحباب جلد ۱ صـ ۱۳۶)
محلہ سنح حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان سے
ایک میل کے فاصلہ پر تھا (روضۃ الاحباب جلد ۲
صـ ۲۵)
جب حضرت رسول اللہ ؐ نے مسجد کی تعمیر فرمائی تو اس
میں حضرت ابوبکر نے اپنے مال سے کوئی مدد نہیں
کی مسجد کیلئے جو زمین حضرت نے خریدی اس کی
قیمت حضرت ابو ایوب انصاری نے ادا کی چنانچہ
علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ مدینہ میں قیام کے

درہم خرچ کئے (ترجمہ ازالۃ الخفا حصہ دوم ص ۱۸۶)

کے بعد سب سے پہلا کام ایک خانہ خدا کی تعمیر تھی
ایک زمین دو یتیموں کی تھی آپ نے فرمایا یہ زمین
بقیمت لینا چاہتا ہوں یتیم بچوں نے اپنی کاملات

مفت نذر کرنی چاہی لیکن حضرت نے گوارا نہ کیا حضرت ابو ایوب انصاری نے قیمت ادا کی اور مسجد کی تعمیر شروع ہوئی (سیرۃ النبی جلد ۱ ص ۲۰۶).

آیت نجوٰی۔ بعض اصحاب رسول کو رسول اللہ ص سے تنہائی میں گفتگو کرنے کا بڑا شوق تھا اور حضرت رسول اللہ ص حضرت علی ع سے جب تنہائی میں گفتگو کرتے اور راز و نیاز کرتے تو ان لوگوں کو بہت شاق گذرتا چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر نے حضرت رسول اللہ ص پر اعتراض بھی کر دیا جبکہ آنحضرت ص حضرت علی ع کو طائف بھیجنا چاہتے تھے تو آپ نے حضرت سے دیر تک رازدارانہ گفتگو فرمائی اس پر حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آج کو آپ نے علی ع سے دیر تک سرگوشی فرمائی حضرت نے فرمایا میں نے کیا سرگوشی کی درحقیقت خدا نے سرگوشی کی یعنی میری سرگوشی حکم خدا سے تھی (کنز العمال ذکر فضائل علی ع جلد ۶ ص ۳۹۹ و مشکوۃ باب فضائل علی ع وغیرہ)

غرض صحابہ نے حضرت رسول اللہ ص سے بے ضرورت سرگوشی شروع کر دی اسوقت یہ آیت نازل ہوئی یا ایھا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین نجویکم صدقۃ ط ذالک خیر لکم واطھر ط فان لم تجدوا فان اللہ غفور رحیم ۵ پارہ ۲۸ سورہ مجادلہ (یعنی) اے ایمان والو جب پیغمبر سے کان میں کوئی بات کہنی چاہو تو سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات دیا کرو یہی تمہارے لئے بہتر اور پاکیزہ بات ہے اور اگر تم کو اس کا مقدور نہ ہو تو بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے۔ اس حکم کا نازل ہونا تھا کہ سب سرگوشی

کرنے والے جوا ہو گئے اور حضرت علیؓ کے سوا دس روز تک کوئی صاحب مقدور آنحضرت
کے پاس بھی نہ پھٹکا لیکن حضرت علیؓ باوجود فقر و تنگدستی کے روزانہ صدقہ دیتے
اور سرگوشی کرتے اور علوم حاصل کرتے چنانچہ اس امر پر عبد اللہ بن عمرؓ رشک کرتے
تھے اور خود حضرت علیؓ نے فرمایا کہ قرآن میں ایک آیت ایسی بھی ہے جس پر
نہ میرے قبل کسی نے عمل کیا نہ میرے بعد کوئی عمل کرے گا - غرض دس روز تک
یہ حکم رہا آخر صاحبان مقدرت صحابہ کی فیاضیوں کا امتحان ہونے کے بعد منسوخ ہو گیا
(دیکھئے تفسیر کشاف جلد ۳ صفحہ ۱۷۱ چھاپہ مصر و مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۴۸۲ و تفسیر
در منثور سیوطی جلد ۶ صفحہ ۱۸۵ و تفسیر کبیر امام رازی جلد ۱ صفحہ ۱۶۷ و تفسیر خازن جلد ۴
صفحہ ۲۴۲ و تفسیر مدارک وغیرہ)

یہ آیت نجویٰ مدینہ میں نازل ہوئی اور مدینہ ہی میں منسوخ ہو گئی لیکن حضرت ابوبکرؓ نے
کبھی ایک درہم صدقہ دیکر کوئی مسئلہ نہیں پوچھا - حضرت رسول اللہ صلعم سے سرگوشی کرنے کیلئے
جو صدقہ مقرر کیا گیا تھا وہ صرف ایک درہم تھا (تفسیر مدارک جلد ۴ صفحہ ۲۴۲)
حضرت علیؓ نے جب سرگوشی کی تو بجائے ایک درہم کے ایک اشرفی صدقہ دیا -
(تفسیر کبیر امام رازی جلد ۸ صفحہ ۱۶۷)

جب صحابہ کرام نے صدقہ کا نام سن کر رسول اللہ سے سرگوشی ترک کر دی تو خدا کا عتاب نازل
ہوا آیت نازل ہوئی کہ ءأشفقتم ان تقدموا بین یدی نجویکم صدقات فاذ لم
تفعلوا تاب اللہ علیکم - کیا تم لوگ اتنی سی بات سے ڈر گئے کہ حضرت رسول اللہ
سے سرگوشی کرنے کے پہلے کچھ صدقہ دے لیا کرو تو جب تم لوگ اتنی سی بات نہ کر سکے
تو خدا نے تم کو معاف کر دیا - اس آیت سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے پیسہ رکھتے

ہونے بخل کیا گناہ کیا لیکن خدا نے ان کو معاف کر دیا۔

پس جو شخص نے شعب ابو طالب میں جبکہ حضرت رسول اللہ ص تین سال تک بھوکے اور پیاسے کی تکلیفیں برداشت کرتے رہے کبھی ایک روٹی سے مدد نہ کی اور شب ہجرت باوجود اس کے کہ بروایت انس بن مالک چالیس ہزار درہم یا کم از کم پانچ ہزار درہم نقد اس کے پاس موجود تھے دو سو روپے کا اونٹ پیغمبر ص کے ہاتھ آٹھ سو روپئے میں فروخت کیا پھر نہ کسی مسجد کی تعمیر میں کچھ مدد کی نہ باوجود مقدرت کے صدقہ دیکر حضرت رسول اللہ سے کوئی مسئلہ پوچھا بلکہ خدا کی راہ میں ایک درہم خرچ کرنے سے ڈر گیا اس نے اسلام اور حضرت رسول اللہ ص کی اعانت میں چالیس ہزار درہم کب اور کیونکر خرچ کر دیے یہانتک کہ خود فقیر و مفلس بن کر ٹاٹ پہن لیا صاحبان عقل کے لئے سوچنے اور غور کرنے کا مقام ہے۔

| ۴۶) حضرت ابوبکر نے کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا | حضرت ابوبکر نے بتوں کو سجدہ کیا |
| --- | --- |
| شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ بت کو بھی حضرت صدیق نے سجدہ نہیں کیا حضرت زہری فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق کی فضیلت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ نے کبھی بت کو سجدہ نہیں کیا (ترجمہ ازالۃ الخفا حصہ دوم ص ۱۸۳) یہ قول امام زہری کا ہے | علامہ قسطلانی نے بخاری کی شرح میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے قال اجتمع المہاجرون والانصار عند رسول اللہ ص فقال ابوبکر رض وعیشک یارسول اللہ انی لم اسجد لصنم قط فغضب عمر بن الخطاب وقال تقول وعیشک یارسول اللہ انی لم اسجد لصنم قط وقد کنت فی الجاھلیۃ کذا وکذا سنۃ (ارشاد الساری جلد ۶ ص ۱۵۶) یعنی ابوہریرہ |

نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت رسول اللہؐ کی خدمت میں مہاجرین و انصار کا مجمع تھا ناگاہ
حضرت ابوبکر بولے کہ یا رسول اللہ آپ کی جان کی قسم میں نے کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا
یہ سن کر حضرت عمر کو غصہ آگیا اور انہوں نے کہا کہ تم رسول اللہ کی جان کی قسم کھا کر کہتے
ہو کہ تم نے کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا حالانکہ زمانہ جاہلیت میں فلاں فلاں سال
تم بت پرستی کیا کرتے تھے۔

حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو بتوں کا سجدہ کرتے ہوئے اگر خود نہ دیکھا ہوتا تو کبھی ان کو غصہ نہ آتا
اور حضرت رسول اللہؐ کے سامنے حضرت ابوبکر کو شرمندہ نہ کرتے اور اگر تکذیب کرتے تو حضرت ابوبکر
فوراً اس کی رد کرتے یا خود حضرت رسول اللہؐ اس کی رد فرماتے کہ اے عمر تم سے زیادہ میں
ابوبکر کی حالات زندگی سے واقف ہوں کیونکہ یہ ایام جاہلیت میں بھی میرے دوست تھے میں خود
جانتا ہوں کہ ابوبکر نے کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا تم کیونکر ان کی تکذیب کر رہے ہو لیکن حضرت
عمر کی تکذیب پر نہ تو حضرت ابوبکر نے جواب دیا نہ دیگر مہاجرین سے انکار کیا نہ خود حضرت
رسول اللہؐ نے کچھ فرمایا بلکہ سب خاموش رہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر
کا دعویٰ غلط تھا اور حضرت عمر نے جو کچھ کہا صحیح کہا۔ اور اس روایت کی صحت کیلئے
اتنا ہی کافی ہے کہ علامہ قسطلانی جیسے جلیل القدر محدث و علامہ نے اس کو بخاری کی
شرح میں نقل کیا ہے۔

دوسرا ثبوت - ملا مبین فرنگی محلی نے وسیلۃ النجات میں لکھا ہے کہ سئل عمدۃ المحققین و قدوۃ
المحدثین شیخ شہاب الدین ابن حجر المکی عن کلمۃ استعمال کرم اللہ وجہہ فی حق علیؓ
دون غیرہ عوضا عن الرضی و ہل یستعمل ذالک لغیرہ من الصحابہ فاجاب بقولہ
حکمہ ذالک ان علیا علیہ السلام لم یسجد لصنم قط فناسب ان یدعی لہ بما ہو مطابق

لحالہ من تکرمۃ الوجہ (وسیلۃ النجات ص۱۰۶) یعنی عمدۃ المحققین پیشوائے محدثین
شیخ شہاب الدین ابن حجر مکی سے سوال کیا گیا کہ کیا سبب ہے کہ حضرت علی ع کے نام
کے ساتھ رضی اللہ عنہ کے بدلے کرم اللہ وجہہ کہا جاتا ہے اور دوسرے صحابہ
کے نام کے ساتھ نہیں کہا جاتا اور کیا حضرت علی ع کے سوا دوسرے صحابہ کے نام کے ساتھ
کرم اللہ وجہہ کہا جاسکتا ہے یا نہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ اس میں حکمت یہ ہے
کہ حضرت علی علیہ السلام نے کبھی بتوں کا سجدہ نہیں کیا لہذا مناسب ہے کہ ان کو
ایسے نام سے پکارا جائے جو ان کے حال کے مطابق ہو

اور حسن بن مرانی نے کہا کہ لا یعبد الاوثان قط لصغرہ ومن ثم یقال کرم اللہ وجہہ
دون غیرہ من الصحابہ اخرجہ ابن سعد فی الطبقات وابن عبد البر فی الاستیعاب
وشیخ قاسم بن قطلوبغا الحنفی فی مسندہ المشہور بمسند ابی حنیفہ (ارجح المطالب
ص۱۱۱) یعنی حضرت امیر ع نے بچپن سے کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی اسی سبب سے
ان کو کرم اللہ وجہہ کہا جاتا ہے بخلاف دوسرے صحابہ کے - اخراج کیا ہے اس کو
ابن سعد نے طبقات میں اور عبد البر نے استیعاب میں اور شیخ قاسم بن قطلوبغا حنفی
نے اپنی مسند میں جو مسند ابو حنیفہ کے نام سے مشہور ہے -

ان علماء نے صاف اقرار کیا ہے کہ سوا حضرت علی ع کے صحابہ میں کوئی بھی ایسا نہ تھا
جس نے بتوں کو سجدہ نہ کیا ہو اسی سبب سے حضرت علی ع کے نام کے ساتھ کرم اللہ
وجہہ اور دیگر صحابہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے پس اگر حضرت ابوبکر
نے بھی بتوں کو سجدہ نہ کیا ہوتا تو علمائے اہلسنت ان کو نہ بھولتے بلکہ حضرت علی
کی طرح ان کے نام کے ساتھ بھی کرم اللہ وجہہ کہتے

## حضرت ابوبکر امیر حج بنائے گئے

شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ از جملہ فضائل حضرت صدیق یہ ہے کہ سنہ ۹ ھ کو آنحضرت ص نے حضرت صدیق کو امیر الحج مقرر فرمایا بعض لوگوں کو اس واقعہ میں سخت غلطی واقع ہوئی ہے انہوں نے خیال کیا ہے کہ حضرت صدیق کے بعد حضرت علی کو آنحضرت کا روانہ کرنا حضرت صدیق کا معزول کرنا تھا اور یہ غلط ہے (ترجمہ ازالۃ الخفا حصہ دوم صفحہ ۱۹۹ )

## حضرت ابوبکر امیر حج نہیں بنائے گئے

خود شاہ ولی اللہ صاحب نے قرۃ العینین صفحہ ۲۳۳ میں عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے قال ان رسول اللہ ص بعث ابا بکر وعمر ببراۃ الی مکہ فانطلقا فاذا هما براکب فقالا من هذا قال انا علی قال ما علمت الا خیرا فاخذ علی الکتاب فذهب بہ ورجع ابوبکر وعمر الی مدینہ فقالا ما لنا یا رسول اللہ قال ما لکما الا خیرا لکن قیل لی لا یبلغ منک الا انت او رجل منک (یہی روایت بروایت عبد اللہ بن عمر مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۵۱ میں اور بروایت ابن عباس رض جلد ۳ صفحہ ۱۳۳ میں موجود ہے۔ نیز یہی روایت بروایت ابوسعید خدری مودۃ القربی مودۃ ۷ حدیث ۹ میں اور روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۳۶۱ وتفسیر در منثور سیوطی جلد ۳ وتاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۱۵۶ وغیرہ میں باختلاف الفاظ موجود ہے ۔)

یعنی عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ حضرت رسول اللہ ص نے حضرت ابوبکر وعمر کو سورہ برائت دے کر مکہ کی طرف بھیجا وہ دونوں روانہ ہوگئے لیکن ابھی راہ میں تھے کہ ایک سوار ان سے ملا ان لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اس نے کہا میں علی ہوں حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں نے اس سوار کو دیکھ کر سوائے بھلائی کے کچھ نہ خیال کیا حضرت علی ع نے حضرت ابوبکر سے کتاب لے لی اور مکہ کی طرف روانہ ہوگئے اور حضرت ابوبکر وعمر مدینہ واپس آئے اور رسول اللہ ص کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم لوگوں سے کیا بات ظاہر ہوئی کہ اس خدمت سے محروم کر دیئے گئے

حضرت نے فرمایا کہ سوائے خیر کے کوئی بات نہیں ہے مجھ کو حکم ہوا ہے کہ سوائے میرے اور اس شخص کے جو مجھ سے ہو کوئی دوسرا شخص یہ کار تبلیغ انجام نہیں دے سکتا۔

اور کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۴۶ وارجح المطالب باب ۴ صفحہ ۴۹۴ میں بروایت نسائی و بروایت احمد بن حنبل خود جناب ابوبکر سے جو روایت منقول ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت ابوبکر مدینہ واپس آئے اور حضرت رسول اللہ ص کی خدمت میں پہونچ کر رونے لگے

واضح ہو کہ تبلیغ سورہ برائت کے متعلق اہلسنت کی کتابوں میں متعدد روایتیں ہیں جن میں ترمذی اور سنن نسائی اور مسند احمد بن حنبل کی چار روایتوں میں صاف صاف مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر مدینہ واپس آئے اور یہی مضمون مستدرک حاکم کی روایت میں ہے جن کے حوالے گذر چکے اور تین حدیثوں میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ وہ حضرت علی ع کے ساتھ مکہ گئے یا مدینہ واپس آگئے لیکن ان کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ واپس آئے

واقعہ غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد ۹ھ میں ذی قعدہ یا ذی الحجہ کے مہینہ میں حضرت رسول اللہ ص نے تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ مدینہ سے مکہ روانہ فرمایا اور حضرت ابوبکر کو اس کا امیر بنایا اور سورہ برائت کی ابتدائی چند آیتیں دے کر روانہ کیا کہ وہ حضرت کی نیابت میں مکہ میں اس کی تبلیغ کریں ان کے روانہ ہونے کے بعد جبرئیل ع امین بحکم پروردگار نازل ہوئے اور کہا کہ یہ کار رسالت یا تو خود آپ انجام دیں یا وہ شخص انجام دے جو آپ سے ہو اس کے علاوہ کوئی انجام نہیں دے سکتا یہ سنکر آنحضرت ص نے حضرت علی ع کو روانہ فرمایا کہ جلد از جلد جا کر ابوبکر سے سورہ برائت لے لو اور ان کو میرے پاس واپس کر دو حضرت علی ع روانہ ہوئے اور راہ میں حضرت ابوبکر کو پکڑ لیا اور ان سے سورہ برائت لیکر ان کو مدینہ واپس کر دیا حضرت ابوبکر حضرت رسول اللہ ص کی خدمت

پہونچ کر رونے لگے اور عرض کیا کہ مجھ سے کیا قصور سرزد ہوا کہ اس خدمت سے معزول کیا گیا
حضرت نے فرمایا سبب خیر ہے لیکن مجھے حکم خدا ہوا ہے کہ یہ خدمت یا میں خود انجام
دوں یا وہ شخص انجام دے جو مجھ سے ہے۔

حاکم نے جناب ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ لا یذھب بھا
الا رجل ھو منی و انا منہ یعنی سورہ توبہ کو تبلیغ کے لئے نہیں لے جاسکتا لیکن وہ
شخص جو مجھ سے ہو اور میں اس سے ہوں (مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۱۳۲)

اور عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ فرمایا کہ قیل لی انہ لا یبلغ عنک الا انت
او رجل منک (جلد ۳ ص ۵۱) یعنی مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ تبلیغ نہیں کرسکتا لیکن تم یا وہ
شخص جو تم سے ہو

اور طبری نے لکھا ہے فرمایا کہ لا یبلغ عنی غیری او رجل منی (طبری جلد ۲ ص ۳۸۳) یعنی
میری طرف سے تبلیغ نہیں کرسکتا لیکن خود میں یا وہ شخص جو مجھ سے ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ کار تبلیغ یا خود رسول اللہ کا فریضہ تھا جو اس شخص کا جو رسول اللہ
سے ہو اسی بنا پر حضرت کو حکم خدا ہوا کہ اے رسول اس کام کو یا خود تم انجام دو یا وہ شخص
انجام دے جو تم سے ہے چنانچہ حضرت نے حضرت علی ع کو بھیج کر حضرت ابوبکر کو معزول کردیا
اور اسی کا نام خلافت و امامت خاصہ ہے جس کی صلاحیت حضرت ابوبکر میں نہ تھی پس
جس شخص میں سورہ برائت کی چند آیتوں کی تبلیغ کی صلاحیت نہ تھی وہ بعد رسول اللہ
نیابت رسول اور ریاست عامہ اور پورے فرائض رسالت کی انجام دہی کے لائق
کیونکر ہوسکتا تھا۔

باقی رہا اہلسنت کا یہ دعویٰ کہ حضرت ابوبکر امیر حج بنائے گئے اور حضرت علی ع تبلیغ

برائت کی اس کی بنیاد حاکم اور ترمذی کی صرف دو روایتوں پر ہے لیکن یہ غلط ہے
اس سبب سے کہ خود اہلسنت کی بہت سی صحیح السند حدیثیں ان دونوں کو رد کر
رہی ہیں جن میں صاف صاف مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر راہ سے واپس آئے اور خدمت
رسول میں پہونچ کر اپنے معزول کئے جانے کا سبب دریافت کیا بلکہ اس غم میں رو ئے
چنانچہ ملا علی متقی نے کنز العمال جلد ا ص ۲۴۶ میں خود حضرت ابوبکر سے روایت کی ہے
کہ ان النبی ص بعثہ ببراءۃ الی اھل مکۃ فسار بھا ثلثا ثم قال لعلی ع الحقہ فرد علی
الی بکر و بلغھا انت فلما قدم ابوبکر بکی فقال یا رسول اللہ حدث فی شیٔ قال ما
حدث لک الا خیرا و لکن امرت ان لا یبلغہ الا انا او رجل منی - یعنی حضرت
ابوبکر کو حضرت رسول اللہ ص نے سورہ برائت لیکر اہل مکہ کی طرف روانہ کیا تو وہ تین دن
کی راہ گئے پھر آنحضرت ص نے حضرت علی ع سے فرمایا تم جاکر ابوبکر کو پکڑ لو اور ان کو میرے
پاس واپس کردو اور تم تبلیغ برائت کرو پس جب حضرت ابوبکر حضرت رسول اللہ کی خدمت
میں واپس آئے تو رونے لگے اور عرض کیا کہ کیا میرے متعلق کوئی امر حادث ہوا ہے
فرمایا جو کچھ حادث ہوا ہے بہتر ہے مجھ کو حکم ہوا ہے کہ یا تو خود میں تبلیغ کروں یا
وہ کرے جو مجھ سے ہو - یہ خود حضرت ابوبکر کا بیان ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ ابوبکر
کو میرے پاس واپس کردو چنانچہ وہ راہ ہی سے واپس ہی آئے - اس سے معلوم ہوا
حضرت ابوبکر کے امارت حج پر باقی رہنے روایت حضرت ابوبکر کی معزولی کی شرم مٹانے کے
کیلئے دور بنی امیہ میں بنائی گئی ہے جبکہ انعامات اور جاگیریں دے دے کر فضائل صحابہ
میں لاکھوں حدیثیں بنوائی گئیں دیکھئے (ابنا عقیل کی نصائح کافیہ ص )

## حضرت ابوبکر کی خلافت پر اجماع ہوا

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ ان الناس اجتمعوا علی ابی بکر (تاریخ الخلفاء صـ۷) یعنی لوگوں نے ابوبکر کی خلافت پر اجماع کیا۔
اور شاہ ولی اللہ صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ خلفاء ثلثہ کی خلافت پر اجماع منعقد ہوا (ترجمہ ازالۃ الخفاء حصہ دوم صـ۵۴)

## حضرت ابوبکر کی خلافت پر اجماع نہیں ہوا

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ روی الشیخان ان عمر بن الخطاب خطب الناس مرجعہ من الحج فقال فی خطبتہ قد بلغنی ان فلانا منکم یقول لو مات عمر بایعت فلانا فلا یغترن امرء ان یقول ان بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ الا وانھا کانت کذٰلک الا ان اللہ وقی شرھا (تاریخ الخلفاء صـ۴۶) یعنی شیخین نے روایت کی ہے کہ عمر بن خطاب نے حج سے واپس آتے ہوئے خطبہ پڑھا اور کہا کہ مجھ کو خبر ملی ہے کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ عمر کے مرنے کے بعد ہم فلاں شخص کی بیعت کریں گے۔ تو اس کو بھولنا نہیں چاہئے کہ ابوبکر کی بیعت بے سوچے سمجھے اچانک ہوگئی آگاہ رہو کہ جیسا میں کہہ رہا ہوں ان کی بیعت ٹھیک ویسی ہی ہوئی لیکن اللہ نے لوگوں کو اس کے شر (فتنہ و فساد و خونریزی) سے بچا لیا۔ (یہی مضمون طبری جلد ۲ صـ۴۴۶ چھاپہ مصر و تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صـ۱۲۴ و صحیح بخاری جلد ۴ صـ۱۲۳ و صواعق محرقہ صـ۲۱ و مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صـ۵۵ باختلاف الفاظ)

علامہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ ذکر صاحب الصحاح ان الفلتۃ الامر الذی یعمل فجاءۃ من غیر تردد ولا تدبر وھکذا کانت بیعۃ ابی بکر لان الامر لم یکن فیھا شوریٰ بین المسلمین وانما وقعت بغتۃ لم تمحض فیھا الاراء ولم یتناظر فیھا الرجال وکانت کالشیء المستلب المنتھب (شرح نہج البلاغہ جلد ۱ صـ۱۲۷ چھاپہ مصر) یعنی صاحب صحاح

نے لکھا ہے کہ (فلتة) اس کام کو کہتے ہیں جو اچانک بغیر غور و فکر کے ہو جائے - اور حضرت ابوبکر کی بیعت اسی طرح ہوئی کہ اس میں نہ کسی کی رائے لی گئی نہ لوگوں نے غور و فکر کیا بس چھینی جھپٹی ہوئی چیز کی طرح ہو گئی -

حجت الاسلام امام غزالی نے لکھا ہے کہ وعلامات رسول اللہ ص قال قبل وفاته ایتونی بدوات وبیاض لاذیل عنکم اشکال الامر واذکر لکم من المستحق لها بعدی - قال عمر دعوا الرجل فانه لیهجر وقیل یهذو - فاذا ابطل تعلقکم بتاویل النصوص فعلیکم الی الاجماع وهذا منقوض الخلافات العباس واولاده وعلیا وزوجته واولاده لم یحضروا حلقة البیعة وخالفکم اصحاب السقیفة (سر العالمین ص۹ چھاپہ بمبئی) یعنی جب حضرت رسول اللہ کے انتقال کا وقت آیا تو آپ نے اپنی وفات سے پہلے فرمایا کہ دوات و کاغذ لاؤ کہ میں خلافت کے اشکال کو تم لوگوں کے لئے دور کر دوں اور تم لوگوں کو یاد دلا دوں کہ حقدار خلافت کون ہے تو عمر نے کہا کہ چھوڑو اس مرد کو یہ ہذیان بک رہا ہے یا بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے پس جب تمہارا تعلق ان نصوص سے باطل ہو گیا جن کو غلط تاویل کے ذریعے سے تم خلافت ابوبکر کے ثبوت میں پیش کر سکتے تھے تو تم اجماع سے چپک گئے حالانکہ یہ بھی باطل ہے کیونکہ حضرت عباس اور ان کی اولاد اور حضرت علی اور ان کی زوجہ اور ان کی اولاد حلقہ بیعت میں حاضر نہیں ہوئے اور اصحاب سقیفہ نے بھی مخالفت ہی کی پھر اجماع کیا -

## حضرت ابوبکر نے اسلام کو ترقی دی

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ لما اشتهر وفاة النبی ص بالنواحی ارتدت طوائف کثیرة من العرب عن الاسلام ومنعوا الزکوة فنهض ابوبکر الصدیق لقتالهم (تاریخ الخلفاء ص...) یعنی جب حضرت رسول اللہ ص کی وفات کی خبر دنیا میں مشہور ہوئی تو عرب کے بہت سے گروہ اسلام سے پھر گئے اور انہوں نے زکوٰۃ روک لی تو حضرت ابوبکر صدیق ان سے جنگ کرنے کیلئے کھڑے ہو گئے

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ امام نووی نے حضرت ابوبکر کے اعلم الصحابہ ہونے کی دلیل یہ دی ہے کہ آپ نے اصحاب ردہ کے متعلق کہا کہ بخدا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا اس سے ضرور لڑوں گا بخدا اگر انہوں نے ایک اونٹ باندھنے کی رسی بھی جو وہ لوگ رسول اللہ ص کو دیا کرتے تھے مجھ سے روک لیا تو اس حقیر چیز کے لئے بھی میں ان سے لڑوں گا - (تاریخ الخلفاء ص۲۸)

شاہ ولی اللہ صاحب نے اصحاب ردہ کے زکوٰۃ

## حضرت ابوبکر نے اسلام کو مٹایا

**اصحاب ردہ سب مسلمان تھے** ❖ علامہ طبری نے لکھا ہے کہ اصحاب ردہ نے کہا کہ نؤمن باللہ ونشهد ان سیدنا محمدا رسول اللہ و لکن لا نعطیکم اموالنا (طبری جلد ۳ ص...) یعنی ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور شہادت دیتے ہیں کہ ہمارے سید حضرت محمد مصطفیٰ ص اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں لیکن ہم اپنا مال تم لوگوں کو نہ دیں گے -

اور علامہ دیار بکری نے لکھا ہے کہ انہوں نے کہا کہ نؤمن باللہ ونشهد ان محمدا رسول اللہ ونصلی ولکن لا نعطیکم اموالنا (تاریخ الخمیس دیار بکری جلد ۲ ص۲۲۴) یعنی ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور شہادت دیتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور ہم نمازیں پڑھتے ہیں لیکن تم لوگوں کو ہم اپنا مال نہ دیں گے -

صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے کہ سائر ہما

روکنی اور حضرت ابوبکر کے ارادہ جنگ کرنے کا حال لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ ابو حصین نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد حضرت صدیق سے افضل کوئی نہیں - منکرین زکوۃ کی بابت آپ نے وہی کام کیا جسے کوئی نبی ہی کر سکتا ہے -

قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرمایا کرتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت صدیق پر ایسا بار آ پڑا کہ اگر پہاڑوں پر پڑتا تو پاش پاش ہو جاتے آنحضرت کی وفات کے بعد مدینہ میں نفاق پھیل گیا - اکثر قبائل عرب مرتد ہو گئے - بخدا اس وقت جو اختلاف کیا گیا آپ نے اسے مٹا کر اسلام کو اس سے بے پرواہ کر دیا (ترجمہ ازالۃ الخفا حصہ اول ص ۱۹۱ چھاپہ لاہور)

حتی کہ عمر بن خطاب در جواز قتال با ایشان تامل و تردد می داشتند چہ ایشان قائل بودند بکلمہ توحید و باقی ارکان اسلام (روضۃ الاحباب جلد دوم ص ۲۶) یعنی کل صحابہ یہاں تک کہ عمر بن خطاب بھی اصحاب ردہ سے جنگ کرنے کے جواز میں تامل و تردد رکھتے تھے اسلئے کہ وہ سب کلمہ توحید اور باقی ارکان اسلام کے قائل تھے -

اصحاب ردہ سے جنگ کے بارے میں کل صحابہ نے ابوبکر کی مخالفت کی - امام بخاری نے لکھا ہے کہ قال عمر یا ابابکر کیف تقاتل الناس وقد قال رسول اللہ امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فمن قال لا الہ الا اللہ عصم منی مالہ ونفسہ الا بحقہ وحسابہ علی اللہ قال ابوبکر واللہ لا قاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکوۃ (بخاری جلد ۴ ص ۱۳۳ چھاپہ مصر کتاب استتابۃ المرتدین) یعنی عمر نے کہا کہ اے ابوبکر تم کیونکر ان لوگوں سے جنگ کروگے حالانکہ رسول اللہ نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے جنگ کروں کہ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کریں اور جب انہوں نے اقرار کر لیا تو ان کا مال اور ان کی جان محفوظ ہو گئی باستثناء دیگر حقوق - اور اس کی بد اعمالیوں کا حساب اللہ پر ہے ابوبکر نے کہا کہ خدا کی قسم جس نے نماز اور زکوۃ میں فرق کیا میں اس سے ضرور جنگ کروں گا - یہی مضمون ترجمہ ازالۃ الخفا حصہ دوم ص ۲۲۳ اور تاریخ الخلفاء ص ۵۱ و امامت و سیاست ابن قتیبہ جلد اص ۲۹ وغیرہ میں ہے)

اور علامہ دیاربکری نے لکھا ہے کہ وجادل ابوبکر اصحابہ فی جہادہم وکان من اشدہم علیہ عمر بن الخطاب و ابو عبیدہ بن الجراح و سالم مولی ابی حذیفہ وقالوا لہ احبس جیش اسامۃ بن زید فیکون عمارہ و امانا بالمدینۃ وارفق بالعرب حتی ینفرج ہذا الامر فان ہذا الامر شدید غورہ و مہلکۃ من غیر وجہ (تاریخ خمیس دیاربکری جلد ۲ ص ۲۲۴) یعنی حضرت ردہ سے جنگ کے بارے میں حضرت ابوبکر سے صحابہ نے جھگڑا کیا اور سب سے زیادہ سخت اس بارے میں حضرت عمر بن خطاب اور ابو عبیدہ جراح اور سالم ابو حذیفہ کے غلام تھے یہ لوگ کہتے تھے کہ اسامہ کے لشکر کو روکے رہئے اس سے آبادی بھی رہے گی اور مدینہ کی حفاظت بھی ہوگی اور عرب کے ساتھ نرمی کیجئے تاکہ یہ فتنے فرو ہو جائیں کیونکہ اس کا انجام برا اور بے وجہ ہلاکت ہے -

علامہ دیاربکری نے لکھا ہے کہ کرہت الصحابۃ قتال مانعی الزکوۃ وقالوا اہل القبلۃ فتقلد ابوبکر سیفہ وخرج وحدہ یعنی زکوۃ روکنے والوں سے جنگ صحابہ نے ناپسند کی اور کہا کہ وہ اہل قبلہ (یعنی مسلمان) ہیں پس حضرت ابوبکر نے اپنی تلوار لٹکالی اور تنہا جنگ کے لئے روانہ ہو گئے - یعنی اب تو لڑو گے -

شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ اسی زمانے میں ما سوا حرمین شریفین قریہ جوالی وغیرہ کے اکثر قبائل زکوۃ سے منکر ہو گئے - اس پر فقہائے صحابہ کی بہت بحث ہوئی کہ یہ لوگ اہل قبلہ ہیں ان سے کیونکر قتال کر سکتے ہیں چنانچہ حضرت فاروق اعظم نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں مگر جب تک وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہیں اور جس نے یہ کہہ دیا اس نے باستثناء حقوق

اسلام اپنی جان ومال مجھ سے بچا لیا حضرت صدیق اکبرؓ نے کہا کہ جو کوئی نماز و زکوٰۃ میں
فرق کرے گا میں اس سے لڑوں گا (ترجمہ ازالۃ الخفا حصہ اول صفہ ۹۰ چھاپہ لاہور)
پھر لکھا ہے کہ اکثر صحابہ کرام کو منکرین زکوٰۃ سے لڑنے میں تردد تھا۔ مگر جب فاروق
اعظم کو (حضرت ابوبکرؓ نے) یہ کہہ کر نرم کیا کہ تم زمانہ جاہلیت میں بہت سخت تھے اور
اب کیا اسلام کے بعد نرم ہو گئے۔ تو پھر اور صحابہ بھی متفق ہو گئے حضرت علی مرتضیٰ
سے بھی آپ کی قریب قریب یہی گفتگو ہوئی انہی میں مالک کہتے ہیں کہ صحابہ کرام منکرین
زکوٰۃ سے لڑنا نہیں چاہتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ اہل قبلہ (مسلمان) ہیں۔ جب حضرت
صدیق اکبر تن تنہا تلوار لیکر نکلے تو اب صحابہ کرام کو کوئی عذر نہ رہا اور ناچار وہ
بھی آپ کے ساتھ ہو گئے (صفہ ۹۱) ان بیانات سے معلوم ہوا کہ سارے صحابہ یہاں تک حضرت
عمر اور حضرت علیؓ بھی اصحاب ردہ سے جنگ کرنے کے خلاف تھے اور انہوں نے ان کے مسلمان
ہونے کی شہادت دی اور حضرت رسول اللہ کی حدیث سے استدلال کیا کہ حضرت نے فرمایا
مجھ کو صرف کافروں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جس نے لا الہ الا اللہ محمد
رسول اللہ کہہ دیا اس کی جان اور مال محفوظ ہے اس سے لڑنے کا حکم نہیں ہے اور اگر
اس نے گناہ کیا نماز نہ پڑھی یا روزہ نہیں رکھا یا زکوٰۃ نہیں دی تو اس کا حساب اللہ
اللہ پر ہے ہم لوگوں کو اس سے جنگ کرنے کی اجازت نہیں ہے (اور یہی حکم آج بھی ہے
کروڑوں مسلمان دنیا میں ایسے ہیں جو نماز نہیں پڑھتے روزہ نہیں رکھتے زکوٰۃ نہیں دیتے
لیکن ان کو قتل کرنا ان کا مال لوٹنا ان کی عورتوں اور بچوں کو کنیز بنانا جائز نہیں ہے)
لیکن حضرت ابوبکر نے کسی کی ایک نہ مانی نہ صحابہ کے جواب میں کوئی قرآن کی آیت یا
رسول اللہ کی حدیث پیش کی بس یہی کہتے رہے کہ میں تو ضرور لڑوں گا اگر آپ لوگ

میرا ساتھ نہ دینگے تو مین تنہا لڑوں گا۔ اسلئے کہ آپ سمجھتے تھے کہ یہ نہ تو کبھی راہ خدا
میں جنگ کی ہے نہ جنگ کر دن گا لیکن ایسا کہنے سے صحابہ مجبوراً جنگ کے لئے تیار ہوجائیں
گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ صحابہ کرام ناچار (مجبوراً) آپ کے ساتھ ہو گئے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب
نے لکھا ہے۔ اور بہت سے صحابہ اتمام حجت کے بعد خاموش ہو گئے۔ لیکن حضرت عمر اپنی
آخری زندگی تک حضرت ابوبکر کی ان لڑائیوں کو ناجائز سمجھتے رہے چنانچہ علامہ شہرستانی
اپنی کتاب ملل ونحل صفہ الخلاف السابع فی قتال مانعی الزکوۃ میں لکھا ہے کہ وقد ادی
اجتہاد عمر فی ایام خلافتہ الی رد السبایا والاموال الیھم واطلاق المحبوسین منھم۔
یعنی حضرت عمر کے اجتہاد نے ان کے دور خلافت میں یہ طے کیا کہ اصحاب ردہ کی عورتیں اور
بچے جو لونڈی غلام بنا لئے گئے تھے آزاد کر دئے جائیں اور ان کا مال جو لوٹا گیا ہے واپس کر دیا جائے
اور ان کے قیدی رہا کر دئے جائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ علماء اہلسنت نے جو لکھا ہے کہ
کل صحابہ نے اپنی غلطی اور حضرت ابوبکر کے اجتہاد کے درست ہونے کا اعتراف کیا سراسر
کذب و دروغ ہے کیونکہ بغیر دلیل و ثبوت کے رسول اللہ کے صریحی حکم کی مخالفت کا اجتہاد نہیں ہے۔

اصحاب ردہ منکر زکوۃ نہیں بلکہ منکر خلافت ابوبکر تھے علامہ اعثم کوفی نے لکھا ہے کہ
زیاد بن لبید نے حضرت ابوبکر کے حکم سے قبائل حضرموت اور کندہ اور بنو زہد اور بنو حجر
اور بنو تمیم وغیرہ سے زکوۃ طلب کی تو سردار قبیلہ کندہ اشعث نے کہا کہ ہم لوگ اسوقت
تک خدا اور اس کے رسول کے حکم کے تابع تھے جبتک حضرت رسول اللہ ہم میں موجود تھے
اب ان کے انتقال کے بعد ان کے اہلبیت میں سے کوئی ان کی جگہ پر بیٹھے تو ہم اس کی اطاعت
کریں گے ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکر) کی حکومت کیسی اور ہم پر اس کا کیا حق ہے۔

بنو اسد نے کہا کہ ایسے شخص کی اطاعت کیوں چاہتے ہو جس کی اطاعت کے لئے رسول اللہ صلعم نے
کسی کو کوئی حکم نہیں دیا۔ زیاد بن لبید نے کہا کہ یہ سچ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے کسی کو ابوبکر
کی اطاعت کا حکم نہیں دیا لیکن مسلمانوں نے اتفاق کرکے ان کو خلیفہ بنا لیا۔ بنو اسد
نے جواب دیا کہ اگر ان کو اجتہاد کا حق حاصل تھا تو اہلبیت کو کیوں چھوڑ دیا یہ حق النبی
کیلئے سزاوار تھا جیسا کہ خداوند عالم نے فرماتا ہے کہ اولوا الارحام بعضہم اولی ببعض
فی کتاب اللہ من المومنین والمہاجرین (پارہ ۲۱ سورہ احزاب) یعنی صاحبان قرابت میں
سے بعض (علیؑ) زیادہ حقدار ہیں بعض سے (رسول کی جانشینی کیلئے) کتاب خدا میں
بنسبت مومنین (انصار) اور مہاجرین (قریش) کے۔ خدا کی قسم مہاجرین و انصار نے
حسد کیا اور حقدار سے حق چھین لیا ہم کو پورا یقین ہے کہ حضرت رسول اللہ نے اپنے
اہلبیت سے ہٹ کر کسی کو امت کا پیشوا مقرر نہیں کیا انتقال نہیں فرمایا (تاریخ اعثم
کوفی) اعثم کوفی کے اعتبار کے لئے اتنا کافی ہے کہ محدث جلیل اہلسنت صاحب روضۃ
الاحباب نے روضۃ الاحباب جلد ۳ صفحہ ۵ میں اور محدث موفق ابن احمد خوارزمی
نے مناقب فصل ۲ صفحہ ۱۱۳ میں اس کی تاریخ سے مضامین لئے ہیں۔
اور بنو تمیم کے سردار مالک بن نویرہ نے جو زکوۃ وصول کی تھی اپنی قوم کو واپس دے دی
اور یہ اشعار کہے۔

نقلت خذوا اموالکم غیر خائف — ولا ناظر فیما یجئی من الغد
فان قام بالدین المحقق قائم — اطعنا وقلنا الدین دین محمد

یعنی میں نے لوگوں سے کہا کہ اپنا مال لے لو اور کسی سے نہ ڈرو کہ کل کیا ہوگا پس اگر
اس سچے دین کا کوئی صحیح پیشوا کھڑا ہوا تو ہم اس کی اطاعت کریں گے اور کہیں گے کہ

اس کا دین محمدؐ کا دین ہے۔ (مدارج النبوۃ ذکر اصحاب ردہ)
اور کہا کہ جو لوگ زکوۃ کے قائل ہیں یعنی ابوبکر کو زکوۃ نہ دیں گے (قسطلانی شرح بخاری جلد ۳
صفحہ ۶)
اور علامہ طبری نے لکھا ہے کہ ... نے یہ شعر پڑھے

اطعنا رسول اللہ ما کان بیننا — فیال عباد اللہ ما لابی بکر
ایورثها بکرا اذا مات بعده — وتلک لعمر اللہ قاصمۃ الظہر

یعنی ہم نے رسول اللہ صلعم کی اطاعت کی جب تک وہ ہم میں موجود رہے لیکن اے خدا کے بندو
یہ ابوبکر کون ہوتے ہیں کیا ابوبکر اپنے بعد اپنی اولاد کو اس حکومت کا وارث بنانا چاہتے
ہیں خدا کی قسم یہ تو کمر توڑ دینے والی مصیبت ہے (تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ... واقعات سنہ ۱۱ھ)
ان بیانات سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔
۱۔ یہ کہ اصحاب ردہ مسلمان تھے نماز و روزہ و ارکان اسلام کے پابند تھے زکوۃ کے
وجوب کے قائل تھے اور زکوۃ نکالتے تھے۔
۲۔ وہ حضرت ابوبکر کی خلافت کو ناجائز سمجھتے تھے اور ان کو زکوۃ دینے سے انکار کرتے
تھے لہذا ان پر الزام لگایا گیا کہ وہ وجوب زکوۃ کے منکر ہیں اور اس طرح ان کو
لوٹنے اور قتل کرنے کا جواز نکالا گیا۔
۳۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر کی خلافت پر اجماع مسلمین کا دعوی غلط ہے کیونکہ خود مدینہ
کے قرب و جوار سے بہت سے قبائل اور ہزاروں مسلمان ان کی خلافت
کے مخالف تھے جن کو قتل و تاراج کرکے باقی سارے مخالفین خلافت ابوبکر کو ڈرا دیا گیا

پس انہوں نے جان و مال و عزت و آبرو کے خوف سے بیعت کر لی اور اس قسم کی بیعت کو اجماع نہیں کہتے۔

ع ۴ بنو زبید نے جب حضرت ابوبکر کی فوج کے افسر زیاد بن لبید سے کہا کہ اس شخص کی اطاعت کیوں چاہتے ہو جس کی اطاعت کا رسول اللہ ص نے کسی کو حکم نہیں دیا تو زیاد بن لبید نے کہا کہ یہ تو سچ ہے کہ حضرت رسول اللہ نے حضرت ابوبکر کی اطاعت کا کسی کو حکم نہیں دیا لیکن مسلمانوں نے باتفاق ان کو خلیفہ بنا لیا اس سے معلوم ہوا کہ حدیث اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر یعنی میرے بعد تم لوگ ابوبکر و عمر کی اطاعت کرنا اور اس قسم کی جتنی بھی حدیثیں ہیں ان کا اسوقت تک وجود نہ تھا ورنہ بنو زبید کے جواب میں زیاد بن لبید یا وہ صحابہ جو ان کے لشکر میں تھے ان حدیثوں کو پیش کرتے اور بنو زبید کے اعتراض کی تائید نہ کرتے۔

ع ۵ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ بعد حضرت رسول اللہ مدینہ میں نفاق پھیل گیا اور اکثر قبائل عرب مرتد ہو گئے تو ماننا پڑے گا کہ بعد رسول اللہ ص صحابہ کی اکثریت دین اسلام سے پھر گئی اور مرتد ہوگی کیونکہ صحابی کی تعریف یہ ہے کہ جس نے حالت ایمان میں رسول اللہ ص کو دیکھا اور مدینہ اور مدینہ کے قرب و جوار کے کل قبائل نے حالت ایمان میں رسول اللہ کو ایک مرتبہ نہیں ہزاروں مرتبہ دیکھا تھا حضرت کی صحبت میں بیٹھے تھے حضرت کے ساتھ لڑائیوں میں شریک ہوئے تھے لیکن علماء اہلسنت کا دعویٰ ہے کہ بعد رسول اللہ سب مرتد ہو گئے پس ثابت ہوا کہ صحابہ سب عادل نہ تھے نہ ان کا گمراہ ہونا ناممکن تھا بلکہ اس سے انکار ممکن ہی نہیں اسلئے کہ دونوں گروہوں میں سے ایک یقیناً اسلام سے پھر گیا تھا یا تو اصحاب ردہ اسلام سے پھر گئے تھے جیسا کہ

اہلسنت کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے زکوۃ کے وجوب سے انکار کیا تھا یا وہ لوگ اسلام سے پھر گئے تھے جنہوں نے خلافت رسول کا ناجائز دعویٰ کیا اور صرف حکومت و مال دنیا کے لالچ کے ہزاروں مسلمانوں کو قتل کیا اور ان کا مال لوٹا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنایا اور حق یہی ہے کہ اصحاب ردہ مسلمان تھے اور نماز و روزہ و زکوۃ و کل ارکان اسلام کے پابند تھے اور ان پر زکوۃ روکنے کا غلط الزام لگایا گیا تھا۔

**اصحاب ردہ صحابی رسول تھے** ابن وردی نے لکھا ہے کہ وفی ایام ابی بکر منعت بنو یربوع الزکوۃ وکان کبیرہم مالک بن نویرہ قدم علی النبی ص واسلم فولاہ صدقۃ قومہ فلما منع الزکوۃ ارسل الیہ خالد الی معنی الزکوۃ (تاریخ ابن الوردی) یعنی ابوبکر کے عہد میں بنی یربوع نے زکوۃ روک لی اور ان کے سردار مالک بن نویرہ نے جو (بے جبر و اکراہ) رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے تھے اور حضرت نے ان کی قوم کی زکوۃ وصول کرنے کا کام انہی کے سپرد کیا تھا جب انہوں نے (ابوبکر کو) زکوۃ دینے سے انکار کیا تو انہوں نے خالد بن ولید کو ان کی طرف بھیجا۔

علامہ ابن اثیر نے تاریخ کامل جلد ۲ ذکر اہل ردہ میں لکھا ہے کہ حضرت علی ع کے طرفدار اور دوست جو اہل ردہ کہے جاتے ہیں (علاوہ جہینہ۔ مزینہ۔ اسلم۔ اشجع۔ غفار کے) بنو اسد۔ بنو غطفان۔ بنو تمیم۔ بنو عامر۔ ہوازن۔ بنو سلیم وغیرہ تھے

اطراف مدینہ کے یہی سب قبائل تھے جن کو زکوۃ روکنے کا الزام لگا کر قتل کیا گیا۔

صاحب روضۃ الاحباب نے فتح مکہ کے بیان میں لکھا ہے کہ آنحضرت نے اطراف و نواحی مدینہ کے قبائل کو لکھا کہ جو خدا و رسول پر ایمان رکھتا ہے اسکو چاہئے کہ شروع ماہ رمضان میں مسلح ہو کر مدینہ میں آ جائے پس کل قبائل مثلاً اسلم و غفار و جہینہ و مزینہ و اشجع

وغیرہ کے مدینہ پہونچ گئے (روضۃ الاحباب جلد ا صفحہ ۲۸۶)
اس تحریر سے معلوم ہوا کہ یہ قبائل فتح مکہ کے قبل مسلمان ہوئے تھے اور حضرت رسول اللہ
کے ساتھ لڑائیوں میں شرکت کرتے تھے اور حضرت کی مدد کرتے تھے اور خداوند عالم
ارشاد فرماتا ہے کہ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ
من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنی واللہ بما تعملون
خبیر ۵ پارہ سورہ ) کوئی تم میں سے ان کے برابر نہیں ہو سکتا جنہوں
نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور لڑے ان لوگوں کو اللہ نے بڑے درجے کے
ہیں بنسبت ان کے جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور لڑے اور ویسے تو اللہ
نے ہر ایک مسلمان سے نیکی کا وعدہ کیا ہے اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو خبردار ہے
حاصل کلام یہ ہے کہ اصحاب ردہ جلیل القدر اصحاب رسول میں تھے جو قبل فتح مکہ ایمان
لائے اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں میں سے تھے
چنانچہ خود حضرت رسول اللہ صلعم نے انلوگوں کے متعلق فرمایا کہ جہینہ، مزینہ، اسلم
و اشجع و غفار میرے دوست ہیں ان کے اور خدا کے سوا میرا کوئی دوست نہیں
(بخاری کتاب مناقب باب ذکر اسلم و غفار) ایسے مومنین و مخلصین کو حضرت
ابوبکر نے زکوۃ سے انکار کرنے کا الزام لگا کر قتل کیا اور لوٹا اور وہ کیا جو
کسی کافر کے ساتھ بھی اسلام سے روا نہیں رکھا ہے اسطرح حضرت ابوبکر نے اپنی
خلافت کو مضبوط کیا اور بزور شمشیر اپنی قائم کردہ بدعتوں کو رواج دیا اور
خدا کے اصلی دین کی صورت بدل دی یہانتک کہ موسی بن اسمعیل نے مہدی
اور انہوں نے غیلان سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے انس ابن

مالک کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ کے زمانے کی کوئی بات آج ہم نہیں دیکھتے تو
ان سے کہا گیا کہ نماز تو ہے انہوں نے کہا کہ نماز میں تغیر و تبدل کر کے تم نے
اس کو ضایع نہیں کر دیا (بخاری باب تضییع الصلوۃ) یہ ہیں خلافت شیخین
کے کارنامے جن کو آج اسلام کی ترقی سے تعبیر کیا جاتا ہے -

## اختلاف حضرت عمر کے متعلق

### حضرت عمر نے بخوشی پیغمبر کی دعا سے اسلام قبول کیا

بزاز، طبرانی اور ابو نعیم اور بیہقی نے دلائل
میں اسلم سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے
کہا کہ میں حضرت رسول اللہ ص کا سب سے بڑا دشمن
تھا ایک دن گرمی کے دنوں میں میں مکہ کی
بعض گلیوں میں گذر رہا تھا کہ مجھے ایک شخص ملا
اور اس نے کہا کہ اے عمر تم اپنے کو بہت
خیال کرتے ہو حالانکہ یہ امر اسلام خود تمہارے
گھر میں داخل ہو گیا ہے - تمہاری بہن مسلمان
ہو چکی ہے یہ سن کر میں غصہ سے بھرا ہوا اس
اٹھا اور اپنی بہن کا دروازہ کھٹکھٹایا
اندر سے کسی نے پوچھا کون ہے میں نے کہا
عمر یہ سن کر سب چھپ گئے اور وہ صحیفہ
جو وہ لوگ پڑھ رہے تھے اس کو وہیں بھول

### حضرت عمر نے خوف سے اسلام قبول کیا

ابن سعد ابو یعلی، حاکم اور بیہقی نے دلائل
میں انس سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر
ایک روز گھر سے گلے میں تلوار لٹکائے نکلے
راہ میں بنو زہرہ کا ایک شخص ملا اور اس نے
پوچھا کہاں جا رہے ہو کہا محمد ص کو قتل کرنے
اس نے کہا کہ قتل کر کے تم بنی ہاشم اور بنی زہرہ
سے کیونکر بچ سکو گے عمر نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے
کہ تم بھی بے دین ہو گئے ہو اس نے کہا کہ اس سے
بھی زیادہ تعجب بات سنو تمہاری بہن
اور بہنوئی بھی مسلمان ہو گئے حضرت عمر یہ سن کر
اپنی بہن کے پاس پہونچے اسوقت وہاں
پر خباب بیٹھے تھے وہ عمر کی آواز سن کر
چھپ گئے حضرت عمر نے کہا کہ یہ گن گن کی

گئے پھر میری بہن نے اٹھ کر دروازہ کھولا آواز کیسی آرہی تھی (اسوقت وہ لوگ سورہ
تو میں نے کہا کہ اپنی جان کی دشمن تو بے دین طٰہٰ پڑھ رہے تھے) انلوگوں نے کہا کہ ہملوگ
ہوگئی ہے یہ کہکر میں نے اسکے سر پر لکڑی باتیں کررہے تھے عمر نے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ
ماری اس سے خون جاری ہوگیا بہن نے تملوگوں نے اپنا دین ترک کر دیا ہے عمر کے
رو کر کہا کہ جو چاہو کرو میں تو مسلمان ہوگئی بہنوئی نے جواب دیا کہ اگر حق دوسرے دین
ہوں پھر میں نے صحیفہ دیکھ کر کہا کہ یہ کیا میں ہو تو کیا کریں یہ سن کر عمر نے ان کو
ہے میری بہن نے کہا کہ تم جنابت کا غسل مارنا شروع کیا اور جب انکی بہن اپنے
نہیں کرتے تم اسکو نہیں چھو سکتے جب شوہر کی حمایت میں آگے بڑھیں تو حضرت عمر
میں نے اصرار کیا تو اسنے دے دیا جب میں نے ان کو ایسا دھکا مارا کہ ان کا چہرہ
نے اسکو کھولا تو اسمیں لکھا تھا بسم اللہ لہو لہان ہوگیا تو وہ غضبناک ہوکر بولیں کہ
الرحمن الرحیم خدا کا نام پڑھ کر میں ڈر گیا تم ہم کو مارتے ہو تو سنو گواہی دیتی ہوں
اور اس ورق کو ہاتھ سے رکھ دیا پھر جب کہ خدا کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور
مجھکو ہوش آیا تو صحیفہ اٹھا کر پڑھنا شروع محمد ﷺ اسکے بندے اور رسول ہیں حضرت عمر
کیا تو اسمیں لکھا تھا سبح للہ ما فی السموات نے کہا کہ اچھا وہ کتاب مجھے دکھاؤ کہ میں
والارض میں پھر ڈر گیا پھر میں نے آمنوا پڑھوں ان کی بہن نے کہا کہ تم نجس ہو اس
باللہ ورسولہ تک پڑھا پھر میں نے کہا کہ کو صرف وہی چھو سکتا ہے جو پاک ہو اسلئے
اشہد ان لا الہ الا اللہ یہ سن کر سب پہلے وضو یا غسل کرلو اسپر حضرت عمر نے اٹھ
لوگ جو چھپے ہوئے تھے نکل پڑے اور زور کر وضو کیا پھر کتاب لیکر سورہ طٰہٰ پڑھنا
سے تکبیر کہی اور کہنے لگے کہ مبارک ہو کیونکہ شروع کیا جب آیت انني انا اللہ لا الہ

حضرت رسول اللہ ﷺ نے بروز دوشنبہ دعا کی تھی الا انا فاعبدنی واقم الصلوۃ لذکری
کہ اے اللہ ابو جہل بن ہشام اور عمر بن خطاب پر پہونچے تو کہا کہ بتاؤ اسوقت محمد ﷺ کہاں ہیں
دونوں میں سے جو تجھے زیادہ ہے اسکے جب خباب نے عمر کی یہ بات سنی تو نکل
اسلام سے اسلام کو غلبہ عطا فرما۔ عمر نے آئے اور کہا کہ اے عمر خوش ہو میں امید کرتا
کہا کہ تملوگ مجھکو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے چلو ہوں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی دعا تمہارے حق
اسوقت آپ صفا کے پاس ایک مکان میں تشریف میں قبول ہوگئی آنحضرت نے جمعرات کے
رکھتے تھے میں نے جاکر وہاں دستک دی دن دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ اسلام کو
لوگوں نے پوچھا کون ہے میں نے کہا کہ ابن عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام کے اسلام سے
خطاب لوگ چونکہ میری سختی کو جانتے تھے اسلئے غلبہ عطا فرما اور اسوقت آنحضرت اس مکان
انلوگوں نے دروازہ کھولنے کی جرات نہ کی میں تھے جو صفا کے نیچے ہے یہ سن کر عمر
حضرت نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو لوگوں نکل کر اسی مکان کی طرف روانہ ہوئے
نے دروازہ کھول دیا اور مجھکو بازو پکڑ اسوقت حضرت کے دروازہ پر حضرت حمزہ رض
کر حضرت کی خدمت میں لے گئے حضرت نے فرمایا اور طلحہ وغیرہ تھے حضرت حمزہ نے کہا کہ
ان کو چھوڑ دو پھر حضرت نے میرے کپڑے پکڑ عمر آرہے ہیں اگر خدا کو ان کی بہتری منظور
کر اپنی طرف کھینچا اور فرمایا کہ اسلام لاؤ ہوئی تو وہ اسلام لائیںگے ورنہ ہم آسانی سے
پس میں نے کلمہ شہادت پڑھا تو مسلمانوں ان کو قتل کر دیں گے۔ اسوقت حضرت
نے زور سے تکبیر کہی کہ تمام مکہ کے کوچوں رسول اللہ پر وحی نازل ہو رہی تھی حضرت
میں سنی گئی (تاریخ الخلفاء ص ۷۶) گھر سے باہر نکل کر آئے اور حضرت عمر کو
فصل فی اسلامہ) اس روایت کے راوی انکے کپڑوں اور تلوار سمیت پکڑ کر

[illegible]

گھسیٹا اور فرمایا کہ اے عمر تم اسوقت تک
باز نہ آؤ گے جبتک خدائے تعالیٰ تم پر بھی
ولید بن مغیرہ جیسی رسوائی اور عذاب
نازل نہ کرے حضرت عمر نے یہ سنتے ہی
(ڈر کر) اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد
انک عبد اللہ ورسولہ پڑھا اور
مسلمان ہوگئے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۷۵
چھاپہ لاہور) حضرت عمر کے اسلام کے متعلق

(روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ [illegible])

حضرت عمر فوراً کلمۂ توحید زبان پر جاری کرکے مسلمان ہوگئے (روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۹۲)

یہی روایت قرین عقل اور صحیح ہے کیونکہ انس ابن مالک یا کوئی سنی راوی ایسا
نہیں کرسکتا کہ حضرت عمر کے متعلق اپنے جا سے کوئی ایسی جھوٹی روایت بناکر
پیش کرے جو ان کے لئے سبب نقص وعیب ہو ہاں عیب کو کم کرکے بیان
کرسکتا ہے جیساکہ پہلی روایت میں آخری جملہ نکال دیا گیا ہے بہرحال وہ قابل
اعتبار نہیں -

ولید بن مغیرہ - قریش کے بڑے مالدار لوگوں میں تھا اور اس کے دس بیٹے تھے
وہ لوگوں کو اسلام سے روکتا تھا ولید ولد الزنا تھا جب وہ اٹھارہ برس کا ہوا
تو مغیرہ نے اس کو اپنی طرف منسوب کرلیا لیکن اس کی کسی کو خبر نہ تھی جب اس
کی سرکشی اور اسلام دشمنی حد سے بڑھی تو اس کی شان میں یہ آیتیں نازل
ہوئیں ولا تطع کل حلاف مہین ہماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم
عتل بعد ذالک زنیم ان کان ذا مال وبنین اذا تتلیٰ علیہ آیاتنا قال

اساطیر الاولین ٥ سنسمه علی الخرطوم ٥ (پارہ ۲۹ سورہ قلم) یعنی اے رسول تم ایسے شخص کی بات نہ ماننا جو بہت جھوٹی قسمیں کھانے والا۔ عیب جو اور چغل خور لوگوں کو نیک کاموں سے روکنے والا۔ حد سے گزر جانے والا۔ گنہگار سخت مزاج اور اس کے بعد حرامزادہ بھی ہو۔ صرف اس سبب سے کہ وہ مال و اولاد والا ہے جب اس کے سامنے میری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو اگلے لوگوں کے بے حقیقت قصے ہیں۔ ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے۔ یہ سب صفتیں ولید میں موجود تھیں۔ یہی وہ آیتیں ہیں جن کی دھمکی حضرت رسول اللہ ص نے حضرت عمر کو دی اور ان کا گریبان اور تلوار پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ اس وقت ان کو حضرت رسول اللہ ص کی قدرت کا اندازہ ہوا اور انہوں نے سمجھا کہ اب خیر نہیں ہے پس فوراً کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا اور اسلام لے آئے اور ارادہ قتل رسول سے باز آئے۔

**حضرت عمر کے اسلام سے اسلام کی طاقت بڑھ گئی**

حضرت عمر سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ اسلام لانے کے بعد میں نے حضرت رسول اللہ ص کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم لوگ حق پر نہیں ہیں آپ نے فرمایا کیوں نہیں میں نے عرض کیا کہ پھر پوشیدہ کیوں رہیں پھر ہم دو صفیں بنا کر نکلے ایک صف کے آگے حضرت حمزہ اور

**حضرت عمر کے اسلام سے اسلام کی مصیبتیں بڑھ گئیں**

حضرت عمر ۶ سنہ بعثت میں مسلمان ہوئے (تاریخ الخلفاء ص ۷۹) جب آپ مسلمان ہوئے تو حضرت رسول اللہ ص نے فرمایا کہ اے عمر اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھو (تاریخ الخلفاء ص ۷۵ وغیرہ) لیکن حضرت عمر اڑ گئے کہ میں اپنا اسلام

تھے اور دوسری صف کے آگے میں تھا ہم
اسی طرح مسجد میں داخل ہوئے تو جب قریش نے مجھے
اور حضرت حمزہ کو دیکھا تو انہیں نہایت صدمہ
ہوا اس دن سے رسول اللہ نے میرا نام
فاروق رکھا کیونکہ اسلام ظاہر ہو گیا اور حق
و باطل میں فرق ہو گیا۔
ابن سعد نے صہیب سے روایت کی ہے کہ
جب حضرت عمر اسلام لائے تو اسلام ظاہر ہو گیا
اور علانیہ اس کی طرف دعوت کی گئی اور
خانہ کعبہ کے گرد ہم حلقہ بنا کر بیٹھے اور طواف
کیا اور جو شخص ہم پر سختی کرتا تھا اس سے
ہم نے بدلہ لیا اور جیسی بات کوئی ہم سے
کہتا ہم بھی اس کا ویسا ہی جواب دیتے
(تاریخ الخلفاء ص ۷۹ چھاپہ لاہور)
علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر کے
ایمان لانے سے اسلام کی تاریخ میں نیا
دور پیدا کر دیا اس وقت تک اگرچہ
۴۰ - ۵۰ آدمی اسلام لا چکے تھے عرب کے
مشہور بہادر حضرت حمزہ سید الشہداء نے

ظاہر کر کے رسول کا کہا کہ لا والذی
بعثک بالحق لا علننہ کما اعلنت
الشرک یعنی نہیں قسم ہے اس خدا
کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا
ہے میں تو اسے ضرور ظاہر کروں گا
جیسے کہ شرک ظاہر کیا کرتا تھا (تاریخ
الخلفاء ص ۷۹) اس کے بعد آپ اصرار
کر کے حضرت رسول اللہ ﷺ کو اور مسلمانوں
کو خانہ کعبہ میں لے گئے حضرت نے دو رکعت
نماز خانہ کعبہ میں پڑھی کفار نے مزاحمت
کی لیکن حضرت علی ؑ اور حضرت حمزہ نے
ان کو ہٹا لیا لیکن اس سے قریش کی آتش
عداوت اور بھڑک اٹھی اور اس کا خمیازہ
حضرت رسول اللہ ﷺ کو بھگتنا پڑا چنانچہ اہلسنت
کا جلیل القدر مورخ علامہ طبری نے لکھا ہے
کہ واسلم عمر بن الخطاب فلما اسلم اجتمعت
قریش فائتمرت بینھا ان یکتبوا بینھم
کتابا یتعاقدون فیہ علی ان لا ینکحوا
الی بنی ہاشم و بنی المطلب ولا ینکحوھم

بھی اسلام قبول کر لیا تھا تاہم مسلمان اپنے
فرائض مذہبی علانیہ نہیں ادا کر سکتے تھے
(تقیہ کرتے تھے) اور کعبہ میں نماز پڑھنا
تو بالکل ناممکن تھا حضرت عمر کے اسلام کے
ساتھ دفعۃً یہ حالت بدل گئی انہوں نے
علانیہ اپنا اسلام ظاہر کر دیا کافروں نے
اول اول ان پر بڑی شورش کی لیکن وہ
برابر ثابت قدمی سے مقابلہ کرتے رہے
(الفاروق ص ۳۲)

فکتبوا
ولا یبایعوھم شیئا ولا یبتاعوا منھم
بذالک صحیفہ وتعاھدوا وتواثقوا
علی ذالک فلما فعلت ذالک قریش انحازت
بنو ہاشم و بنو المطلب الی ابی طالب فدخلوا
معہ فی شعبہ فاقاموا علی ذالک من
امرھم سنتین او ثلاثا حتی جھدوا
لا یصل الی احد منھم شئی الا سرا مستخفیا
بہ (تاریخ طبری جلد ۲ ص ۔۔ چھاپہ مصر) یعنی
جب حضرت عمر مسلمان ہو گئے تو قریش نے

باہم مشورہ کیا کہ سب مل کر عہد کریں اور ایک عہد نامہ لکھیں کہ وہ بنی ہاشم اور بنی
عبد المطلب سے شادی بیاہ نہ کریں گے اور نہ ان کے ہاتھ کچھ بیچیں گے نہ خریدیں
گے چنانچہ عہد نامہ لکھا گیا اور اس پر عہد و میثاق ہوا۔ قریش کی اس کاروائی
سے پریشان ہو کر بنو ہاشم و بنو مطلب حضرت ابو طالب کے پاس گئے پس وہ سب
کو لیکر شعب (پہاڑ کی گھاٹی) میں چلے گئے وہاں وہ لوگ بڑے مصائب
کے ساتھ دو سال یا تین سال گزارے کفار قریش کوشش کرتے تھے کہ شعب
میں بنی ہاشم کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز پہنچنے نہ پائے۔
صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے کہ قریش نے شعب کا محاصرہ کر لیا اگر کوئی شخص
اس سے باہر آتا تھا تو اس کو مارتے اور اذیت پہنچاتے تھے اور بازار
والوں سے کہہ دیا تھا کہ کوئی شخص ان لوگوں کے ہاتھ کوئی چیز نہ فروخت کرے

نہ کرے اور جب موسم حج ہوتا شعب سے نکل کر کسی سے کچھ خریدنا چاہتے
تھے تو وہ لوگ روکتے تھے اور زیادہ قیمت دیکر چیز خرید لیتے تھے تاکہ وہ
لوگ خرید نہ سکیں اور اگر ان کے اقرباء میں سے کوئی شخص پوشیدہ
کوئی شے بھیجتا تھا تو اس کو مارتے اور رسوا کرتے تھے تین سال اسی
سختی کی حالت میں انلوگوں پر گذرے نوبت یہ پہونچی تھی کہ بھوک اور
پیاس سے بنی ہاشم کے بچوں کے رونے کی آوازیں اہل مکہ کے گھروں
تک پہونچتی تھیں (روضۃ الاحباب جلد اول ص ۹۶) اس درمیان میں کفار
کے اسلام لانے کا سلسلہ قطعاً بند ہو گیا لیکن حضرت ابوبکر و عمر اس
تین سال کے سخت ترین زمانہ میں باطمینان مکہ کی گلیوں میں گھومتے
پھرتے تھے نہ انلوگوں نے کبھی ایک گلاس پانی یا دو روٹیاں حضرت
رسول اللہ تک پہونچائیں نہ کبھی کفار قریش سے سفارش کی کہ رسول اللہ
اور ان کے خاندان والوں سے ترک موالات ختم کی جائے بلکہ کفار ہی
میں سے کبھی کبھی کسی نے چھپا کر کھانا پانی بھی بھیجا اور کفار نے اس
ترک موالات کے ختم کرنے کی آواز بھی بلند کی -
۱۰ بعثت میں حضرت رسول اللہ ص شعب سے باہر تشریف لائے
اور اس کے چند ماہ کے بعد اسی سال حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ
نے انتقال فرمایا ان دونوں حامیان پیغمبر ص کی وفات سے کفار کی ہمتیں
اور بلند ہو گئیں اور ان کی ایذا رسانی اور بے رحمی میں کہیں زیادہ
اضافہ ہو گیا ۱۳ بعثت میں کفار کے مظالم سے تنگ کر حضرت نے مسلمانوں کو

مدینہ چلے جانے کا حکم دیا اور ۱۳ بعثت ماہ ربیع الاول میں خود بھی مدینہ کی طرف ہجرت
فرمانے پر مجبور ہوئے جس کی تفصیل مسلمانوں کو معلوم ہے غرض یہ کہ حضرت
عمر کے اسلام سے سوائے اس کے کہ پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کیلئے شدید ترین
مصائب کا دروازہ کھل گیا کوئی شوکت و طاقت اسلام یا مسلمانوں کو حاصل
نہ ہوئی حضرت ابوبکر و عمر جنہوں نے اپنی ساری زندگی میں قبل وفات پیغمبر ص یا
بعد وفات پیغمبر نصرت خدا و رسول میں نہ کبھی کسی کافر کو قتل کیا نہ خود اپنے
جسم پر کوئی زخم کھایا ان کے متعلق حمایت و نصرت رسول اللہ کا دعویٰ ایک
مضحکہ ہے -

## حضرت عمر کامل الایمان تھے

قال رسول اللہ ص ارحم امتی ابوبکر و
اشدھا فی دین اللہ عمر واصدقھا
حیاء عثمان و اعلمھا بالحلال والحرام
معاذ بن جبل و اقرأھا لکتاب اللہ
ابی و اعلمھا بالفرائض زید بن ثابت
و لکل امۃ امین و امین ھذہ الامۃ
ابو عبیدۃ بن الجراح (مسند احمد بن
حنبل جلد ۳ ص ۱۸۴) انس ابن مالک
نے بیان کیا کہ حضرت رسول اللہ ص نے فرمایا
کہ میری امت میں سب سے زیادہ رحم دل ابوبکر

## حضرت عمر مومن نہ تھے

زید بن وھب سے منقول ہے کہ حضرت
حضرت جناب حذیفہ بن یمان رض سے کہا
کرتے تھے یا حذیفہ باللہ انا من المنافقین
یعنی اے حذیفہ خدا کی قسم میں منافقین
میں سے ہوں (میزان الاعتدال علامہ ذہبی
حالات زید بن وھب مطبوعہ لکھنؤ جلد ا
ص ۳۲۲) غزوہ تبوک سے واپسی پر ایک ایسے
مقام پر آپ کا گذر ہوا جہاں بہت اونچے
اونچے پہاڑ تھے اور ایک پہاڑ کی خطرناک
گھاٹی سے لشکر اسلام کو گذرنا تھا وہ ت

ہیں اور سب سے زیادہ دین میں سخت
(کامل) حضرت عمر ہیں اور سب سے
زیادہ سچے حیا میں عثمان ہیں اور سب
سے زیادہ حلال وحرام کے جاننے والے
معاذ بن جبل ہیں اور سب سے بہتر
کتاب خدا کے پڑھنے والے ابی بن
کعب ہیں اور سب سے زیادہ
فرائض کے جاننے والے زید بن ثابت
ہیں اور ہر امت میں ایک امین
تھا اور اس امت کے امین ابو عبیدہ
جراح ہیں ۔
اس روایت کے کذب کی سب سے بڑی
دلیل یہ ہے کہ اسمیں حضرت علی ع کا کوئی ذکر
نہیں ہے جیسے کہ وہ کچھ تھے ہی نہیں حالانکہ
یہ کل صفات جو متعدد صحابہ کی طرف منسوب
کئے گئے ہیں مخصوص حضرت علی ع کے صفات
ہیں جن پر بیشمار محدثین اور تاریخین
شاہد ہیں اور ہر مسلمان جانتا ہے

تاریک تھی اور گھٹا چھائی تھی بارہ یا چودہ
منافقین نے باہم مشورہ کیا کہ جسوقت
حضرت رسول اللہ ص کی سواری اس خطرناک
گھاٹی سے گذرے بھڑکا دیا جائے تاکہ
حضرت گر کر ہلاک ہو جائیں خدا کے سفیر نے
حضرت رسول اللہ ص کو منافقین کے ارادے
کی خبر کردی حضرت نے حکم عام دیا کہ
جبتک حضرت کی سواری اس گھاٹی سے گذر
نہ جائے کوئی شخص اس پر سے نہ گذرے
اس حکم عام کے بعد حضرت نے اپنی سواری
آگے بڑھائی اسوقت آپ اونٹ پر سوار
تھے حضرت عمار یاسر اس کو ہنکا رہے تھے
اور حضرت حذیفہ یمانی اس کی مہار تھامے
تھے جسوقت حضرت کا اونٹ اس گھاٹی
سے گذرا بارہ یا چودہ منافقین جو چھپے
ہوئے تھے نکل پڑے اور انہوں نے حضرت
پر حملہ کر دیا اور شور کیا تاکہ اونٹ
بھڑک جائے لیکن خدا نے آپ کو بچا لیا کیونکہ
اسی وقت بجلی چمکی اور وہ سب منافقین

پہچان لئے گئے وہ سب صحابہ میں سے تھے حضرت رسول اللہ ص نے ان منافقین کے نام
حضرت حذیفہ کو بتا دئے لیکن یہ تاکید کردی کہ اس کو پوشیدہ رکھنا کسی کو نہ بتانا
اور فرمایا کہ یہ وہ گروہ ہے جو تا قیامت منافق ہی رہے گا اور یہ لوگ جنت
کا منہ نہ دیکھیں گے نہ اس کی خوشبو سونگھیں گے (روضۃ الاحباب جلد اول
ص ۳۴۲ ومعارج النبوۃ رکن ۴ باب ۱۲ وقائع سنہ ۹ بیان جنگ تبوک ص ۲۰۱ وغیرہ)
اس واقعہ کے بعد حضرت عمر کو بڑی بیتابی رہتی تھی اور وہ حضرت حذیفہ سے پوچھا
کرتے تھے اے حذیفہ آنحضرت ص نے عقبہ کے منافقین کے نام جو بتائے ہیں ان میں
میرا بھی نام لیا تھا (معارج النبوت رکن ۴ ص ۳۰۲)
جب حذیفہ رض نے کسی طرح نہیں بتایا نہ یہ کہا کہ آپ کا نام بھی ہے نہ یہ کہا کہ
آپ مطمئن رہئے آپ کا نام نہیں ہے تو حضرت عمر نے خود ہی قسم کھا کر کہہ دیا
کہ (اے حذیفہ بتاؤ یا نہ بتاؤ) خدا کی قسم میں بھی ان منافقین میں ہوں ۔
(حوالہ گذر چکا)
ادھر حضرت عمر کا یہ اقرار کہ عقبہ میں جن منافقین نے رسول اللہ کا اونٹ بھڑکا کر
حضرت کو ہلاک کر دینے کی کوشش کی تھی ان میں میں بھی ہوں اور ادھر حضرت رسول اللہ
کا فرمان کہ اے حذیفہ یہ گروہ تا قیامت منافق ہی رہے گا اور جنت کی صورت
بھی نہ دیکھے گا نہ اس کی خوشبو سونگھے گا لائق توجہ امور ہیں ۔

### حضرت عمر کا علم سارے اہل دنیا سے زیادہ

علامہ سیوطی نے جناب ابن مسعود سے روایت
کی ہے انہوں نے کہا کہ لو ان علم عمر وضع

### حضرت عمر کا علم سارے اہل دنیا سے کم تھا

حضرت عمر قرآن کی تفسیر اور مسائل شرعیہ
کے پوچھنے والوں کو دوسروں کے پاس

فی کفة میزان و وضع علم احیاء الارض
فی کفة لرجح علم عمر بعلمهم و لقد کانوا
یرون انه ذهب بتسعة اعشار العلم -
(تاریخ الخلفاء ص ۸۲ چھاپہ لاہور بحوالہ طبرانی)
یعنی اگر عمر کا علم ترازو کے ایک پلہ میں باقی
ساری دنیا والوں کا علم دوسرے پلہ میں رکھا
جائے تو حضرت عمر کا علم سب سے بڑھ جائے
گا اور لوگ خیال کرتے تھے کہ دس حصہ علم
میں سے نو حصہ حضرت عمر کو عطا ہوا
تھا -
اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کا علم
حضرت ابوبکر بلکہ خود حضرت رسول اللہ صلعم کے علم
سے بھی زیادہ تھا حالانکہ حضرت ابوبکر کے حالات
میں روایت گذر چکی کہ وہ بعد رسول اللہ صلعم
سب سے زیادہ علم رکھتے تھے اور سارے
صحابہ میں بلکہ ساری امت میں ان سے زیادہ
علم والا کوئی نہ تھا پس معلوم ہوتا ہے کہ اس
روایت کے بنانے کے وقت بنانے والا
حضرت ابوبکر کے اعلم الناس ہونے والی
روایت کو بھول گیا تھا -

بھیجا کرتے تھے حاکم نے علی بن رباح سے
انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ
حضرت عمر نے (اپنے دور خلافت میں) خطبہ
میں اعلان کر دیا کہ جو شخص قرآن پوچھنا
چاہے وہ ابی بن کعب سے سیکھے اور
جو مسائل حلال و حرام معلوم کرنا چاہے
وہ معاذ بن جبل سے پوچھے اور جو
شخص مال چاہے وہ میرے پاس آئے
کیونکہ خدا نے مجھ کو مال کا خزانچی بنایا
ہے (قرة العینین شاہ ولی اللہ دہلوی
ص ۵۶) ازالة الخفا اردو حصہ ۳ ص ۵۲
ایک مرتبہ جناب عمر نے ایک دیوانی عورت
کو اور ایک ایسی عورت کو جس نے چھ ماہ
میں بچہ جنا تھا سنگسار کرنا چاہا تو حضرت
علی ع نے فرمایا کہ خداوند عالم قرآن مجید
میں فرماتا ہے حملہ و فصالہ ثلثون
شہرا یعنی چھ ماہ میں بھی بچہ پیدا
ہوتا ہے اور مجنونہ کے متعلق فرمایا
کہ خداوند عالم نے مجنون کو مرفوع القلم
قرار دیا ہے اس پر کوئی حد نہیں ہے
اس طرح آپ نے دو بے قصور عورتوں
کی جان بچائی تو حضرت عمر نے فرمایا کہ

لولا علی لهلک عمر یعنی اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے (وسیلة النجات ص ۱۳۸
و ازالة الخفا حصہ ۳ ص ۵۲ ترجمہ اردو وغیرہ) ملا مبین صاحب نے لکھا ہے کہ
و ہم چنیں بکرات و مرات این کلمہ را فرمود - یعنی اسی طرح حضرت عمر نے متعدد
بار یہ کلمہ کہا - اور ابو عمر نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ کان عمر یتعوذ
من معضلة لیس لها ابو الحسن یعنی عمر خدا کی پناہ طلب کرتے تھے ہر اس مشکل
مسئلہ سے جس کے حل کرنے کیلیے مشکلکشا علی مرتضیٰ ع موجود نہ ہوں
غرض یہ کہ حضرت عمر مسلمانوں کو منع کرتے تھے کہ تم لوگ ہم سے قرآن یا شریعت کے
احکام نہ پوچھا کرو اور اگر کوئی شخص کچھ پوچھ لیتا تھا تو کبھی صاف کہہ دیتے تھے کہ
ہم کو نہیں معلوم اور کبھی صحابہ سے پوچھ کر بتاتے تھے شاہ ولی اللہ صاحب نے
لکھا ہے کہ حضرت عمر نے لاتحصی یعنی بے شمار مسائل دوسروں سے پوچھ کر
لوگوں کو بتائے (ازالة الخفا حصہ ۳ ص ۵۳ اردو ترجمہ) اور جب کسی سے
مسئلہ حل نہیں ہوتا تھا تو باب مدینہ علم حضرت علی ع سے دریافت کرتے تھے
اور ان کو خود اعتراف تھا کہ ہر مسلمان یہاں تک کہ پردہ نشین عورتیں بھی ان
سے زیادہ احکام شریعت کو جانتی ہیں چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ کل الناس
افقہ من عمر حتی مخدرات فی الحجال (تحفہ اثنا عشریہ باب دہم در مطاعن
خلفاء طعن ص ۶ مطاعن عمر) یعنی ہر شخص عمر سے زیادہ علم فقہ جانتا ہے یہاں تک کہ

پردہ نشین عورتیں بھی۔
اور شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہر شخص عمر سے زیادہ اعلم ہے
حتیٰ کہ پردہ نشین بھی (ازالۃ الخفا حصہ ۲ صفحہ ۳)
**صحابہ کرام کے علم کی پونجی** صحابہ کرام نے ساری زندگی میں حضرت رسول اللہ ﷺ
سے کل تیرہ مسئلے پوچھے جو سب قرآن میں موجود تھے علامہ شبلی نے
لکھا ہے کہ صحابہ مسائل و احکام کے متعلق زیادہ پرسش و جو نہیں کرتے تھے
خود قرآن میں حکم آچکا تھا کہ لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسوکم۔
عبد اللہ بن عباس فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے کسی
قوم کو بہتر نہیں دیکھا کہ تمام زمانہ نبوت میں صرف تیرہ ۱۳ مسئلے رسول اللہ ﷺ
سے پوچھے جو سب قرآن میں مذکور ہیں (سیرۃ النعمان ص ۸۱ بحوالہ
مسند دارمی)
صحابہ کی حدیث دانی کے متعلق علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر سے جس
قدر صحیح حدیثیں ہیں ان کی تعداد سترہ ۱۷ سے زیادہ نہیں۔ حضرت ابوبکر کے
بعد عمر فاروق کا درجہ ہے ان سے بھی صرف پچاس حدیثیں مروی ہیں
جن میں سے بعض کا کافی ثبوت نہیں ہے (سیرۃ النعمان ص ۵۷ بحوالہ
مناقب الشافعی امام رازی) شبلی نے لکھا ہے کہ یہ تعداد جو میں نے لکھی ہے
امام شافعی کے قول کے موافق لکھی ہے اور محدثین کے نزدیک اس سے زیادہ
حدیثیں ان لوگوں سے مروی ہیں تاہم اس قدر تعداد نہیں پہنچتی جس پر کثرت
روایت کا اطلاق کیا جائے۔

اور علم قرآن کے متعلق شاہ ولی اللہ صاحب کی تحریر گذر چکی کہ حضرت ابوبکر و عمر قرآن کے متعلق
سوال کرنے والے کو ابی بن کعب کے پاس بھیجتے تھے (قرۃ العینین ص ۵۶ مقولہ سادسہ بیان
علم شیخین)
اور علامہ سیوطی نے تفسیر اتقان جلد ۲ ص ۱۸۷ میں لکھا ہے کہ اشتہر بالتفسیر من الصحابۃ
عشرۃ الخلفاء الاربعۃ - یعنی صحابہ میں دس آدمی علم تفسیر میں مشہور تھے - جنمیں خلفاء
اربعہ بھی تھے - اما الخلفاء فاکثر من روی عنہ منہم علی بن ابی طالب والروایۃ عن
الثلثۃ نزرۃ جدا وکان السبب فی ذالک تقدم وفاتہم کما ان ذالک ہو السبب
فی قلۃ روایۃ ابی بکر الحدیث ولا احفظ من ابی بکر فی التفسیر الا آثارا قلیلۃ لا تجاوز
العشرۃ - یعنی خلفاء اربعہ میں سب سے زیادہ علم تفسیر حضرت علی سے منقول ہے اور
خلفاء ثلثہ سے بہت کم اور اس کا سبب یہ ہے کہ صحابہ کا انتقال بعد رسول اللہ ﷺ
بہت جلد ہوگیا اور حضرت ابوبکر کی روایت حدیث کی کمی کا سبب بھی یہی ہے حضرت
ابوبکر سے علم تفسیر میں دس روایتوں سے زیادہ میں نہیں جانتا۔
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کا دعویٰ بالکل صحیح تھا کہ ہر شخص عمر سے
زیادہ علم فقہ جانتا ہے یہاں تک کہ پردہ نشین عورتیں بھی اور علامہ سیوطی کا
توجیہ کہ صحابہ سے تفسیر اور حدیثیں کم مروی ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ وہ
بعد رسول اللہ ﷺ بہت کم زندہ رہے صحیح نہیں اسلئے کہ حضرت ابوبکر بعد رسول اللہ ﷺ
دو سال زندہ رہے اور اس درمیان میں ہزاروں مقدمات اور مسائل ان کے
سامنے آئے جنکے جوابات وہ گھر سے نکل کر گلی کوچوں میں مسلمانوں کو پکڑ
پکڑ کر پوچھا کرتے تھے (ازالۃ الخفا اردو حصہ ۲ ص ۲۲۹) اگر آپ کے سینے میں

علم بھرا ہوتا تو دوسروں سے پوچھنے کی احتیاج نہ رہتی - اور حضرت عمر حضرت رسول اللہ
کے بعد بارہ ۱۲ برس زندہ رہے سنہ ۲۳ ھ میں آپ کی وفات واقع ہوئی اور حضرت
عثمان حضرت رسول اللہ صلعم کے بعد چوبیس ۲۴ برس زندہ رہے آپ کی وفات
سنہ ۳۵ ھ میں واقع ہوئی کیا یہ مدتیں علم قران و حدیث کی اشاعت کے لئے کافی
نہ تھیں۔

## حضرت عمر بہت قوی اور بہادر انسان تھے

شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت
عمر مشرف باسلام ہوئے آپ ایک قوی اور
دلیر آدمی تھے اور جو کچھ کرتے اسمیں
پس و پیش نہ کرتے تھے -
عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت
عمر فاروق آئے مسلمان مسجد میں نماز پڑھ
رہے تھے اور تین شخص دروازے پر بیٹھے
تھے حضرت عمر فاروق نے ان سے کہا کہ چلو نماز
پڑھو دو شخص تو شریک نماز ہوگئے اور
ایک شخص جس کا نام ابو محجن ثقفی تھا کہنے لگا
کہ میں یہاں سے نہ اٹھوں گا جبتک مجھ سے
کوئی قوی اور سخت بازو اور توانا شخص
کشتی نہ لڑے اور مجھے گرا کر میرا منہ زمین

## حضرت عمر قوی اور بہادر انسان نہ تھے

جنگ احد میں حضرت عمر بھاگ کر پہاڑ پر
چڑھ گئے اور کہتے تھے کہ میں بزکوہی کی
طرح اچکتا پھرتا تھا (تفسیر در منثور سیوطی
سورہ آل عمران جلد ۲ ص و کنز العمال
جلد ۱ ص ۲۳۸)
جنگ خندق میں جب چوبیس ہزار
کافروں نے مدینہ کا محاصرہ کرلیا اور
بہت دنوں تک محاصرہ کئے رہے اور
مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار تھی
دشمن کی طاقت کو دیکھ کر مسلمانوں کے ہوش
و حواس بجا نہ تھے حضرت رسول اللہ صلعم نے
مدینہ کی حفاظت کے لئے حضرت سلمان
فارسیؓ کے مشورہ سے پانچ گز چوڑی

مین دیکھتا ہے حضرت عمر کا بیان ہے کہ مین نے
اس کو گرا کر اس کا منہ زمین مین دیکھتا
دیا مگر حضرت عثمان نے آکر اس کو مجھ سے
چھڑا دیا تو مین غضبناک ہو کر آنحضرت ص کی
خدمت مین پہونچا الخ (ترجمہ ازالۃ الخفا
حصہ دوم صہ 19)

اور پانچ ہی گز گہری خندق کھدوائی
ایک رات جبکہ سردی بہت تیز تھی حضرت
رسول اللہ ص نے حضرت ابوبکر سے کہا جا کر
دشمن کی خبر لاؤ تو انہون نے کہا کہ مین
اللہ اور اس کے رسول سے معافی چاہتا ہوں
حضرت نے فرمایا کہ اگر چاہو تو جا سکتے ہو

پھر حضرت عمر سے فرمایا کہ جا کر دشمن کی خبر لاؤ انہون نے بھی کہا کہ استغفر اللہ مین
خدا اور رسول سے معافی چاہتا ہوں تب حضرت نے جناب حذیفہ سے فرمایا وہ
جا کر دشمن کی خبر لائے (تفسیر درمنثور سیوطی جلد ۵ صہ ۱۸۵)

ایک روز ایک بڑا پہلوان ضرار بن خطاب کفار کے لشکر سے نکل کر حضرت علی ع پر حملہ آور
ہوا لیکن قریب پہونچ کر پہچانا کہ یہ حضرت علی ع ہیں تو بھاگا اس کو بھاگتا ہوا
دیکھ کر حضرت عمر نے اس کا پیچھا کیا اس نے مڑ کر دیکھا کہ یہ عمر ہیں پس پلٹ
پڑا (اب حضرت عمر آگے تھے اور وہ پیچھے تھا) اس نے آہستہ سے نیزہ کی انی
حضرت عمر کی پشت میں چبھوئی پھر کھینچ لی اور کہا کہ اے عمر یہ نعمت ہر شکور
ہے اس کو یاد رکھنا (روضۃ الاحباب جلد ۱ صہ ۲۹ و تاریخ خمیس جلد ۱ صہ ۴۸۲ و
سیرۃ النبی مولانا شبلی جلد ۱ صہ ۳۱۴)

جنگ خیبر مین حضرت رسول اللہ ص نے حضرت عمر کو علم دیکر دشمن کے مقابلہ کیلئے بھیجا
لیکن جب دشمن نے حملہ کیا تو آپ بھاگ آئے اور حضرت رسول اللہ کی خدمت
مین پہونچ کر فوج نے حضرت عمر کی بزدلی کی شکایت کی اور حضرت عمر نے کہا کہ

فوجت بزدلی کی (بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر و ترجمہ ازالۃ الخفا حصہ دوم ص ۲۶۰)

جنگ حنین میں بھی بھاگ گئے حالانکہ صلح حدیبیہ کے روز آپ نے حضرت رسول اللہ سے میدان جنگ سے نہ بھاگنے اور مارنے اور مرنے پر بیعت کی تھی صلح حدیبیہ ۶ھ میں ہوئی اور جنگ حنین ۸ھ میں ہوئی۔

ابو قتادہ صحابی کا بیان ہے کہ جنگ حنین میں جب صحابہ بھاگے تو میں بھی بھاگا ناگاہ دیکھا کہ حضرت عمر بھی بھاگے جا رہے ہیں میں نے کہا کہ آپ بھی بھاگے جا رہے ہیں تو کہا کہ کیا کیا جائے اللہ کی مشیت یہی ہے (بخاری کتاب المغازی جلد ۳ ص ۱۴۵ چھاپہ مصر)

اسی طرح آپ لڑائیوں میں بھاگا کئے اور کسی جنگ میں بھی آپ کا کوئی کارنامہ نظر نہیں آتا حضرت رسول اللہ صلعم کے بعد جب خلافتوں کا دور شروع ہوا اور اسلامی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا اس وقت بھی آپ نے کسی جنگ میں شرکت نہیں کی

## بعد حضرت رسول اللہ سب سے افضل حضرت عمرؓ

اخرج الترمذی عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال قال عمر لابی بکر یا خیر الناس بعد رسول اللہ فقال ابوبکر اما انک ان قلت ذالک فلقد سمعت رسول اللہ صلعم یقول

## بعد حضرت رسول اللہ سب سے افضل حضرت عمرؓ

ابن عساکر نے عبد الرحمن بن ابو لیلی سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت عمر نے منبر پر کہا کہ جو شخص مجھ کو ابوبکر سے افضل کہے گا وہ جھوٹا ہے اور میں اس کو کذاب کی

ماطلعت الشمس علی رجل خیر من عمر
(تاریخ الخلفاء صـ ۳۱ وترجمہ ازالۃ الخفا
حصہ دوم صـ ۲۶۳) یعنی ترمذی نے جابر بن
عبداللہ رض سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ
حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ افضل
ترین انسان بعد رسول اللہ کے تو حضرت ابوبکر
نے کہا کہ لیکن آپ نے بھی ایسی (غلط) بات
کہی تو سنئے کہ ہم نے آنحضرت کو فرماتے ہوئے
سنا ہے کہ عمر سے افضل انسان پر کبھی
آفتاب نہیں چمکا

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بعد رسول اللہ ص
حضرت عمر ساری امت سے یہاں تک کہ حضرت
ابوبکر سے بھی افضل تھے ورنہ اگر حضرت عمر
حضرت ابوبکر سے افضل نہ ہوتے تو حضرت فرماتے
کہ ابوبکر کے بعد عمر سے افضل انسان پر کبھی
آفتاب نہیں چمکا۔

سزا دوں گا (تاریخ الخلفاء صـ ۳۱)
عبدالرحمن بن حمید نے اپنی مسندوں اور
ابونعیم نے ابودرداء سے روایت کی ہے کہ
ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال
ماطلعت الشمس ولاغربت علی احد
افضل من ابی بکر الا ان یکون نبیا۔
(تاریخ الخلفاء صـ ۳۱) یعنی حضرت رسول اللہ ص
نے فرمایا کہ ابوبکر سے افضل کسی انسان پر
نہ تو کبھی آفتاب طالع ہوا نہ غروب ہوا لیکن
یہ کہ وہ نبی ہو

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان دونوں روایتوں کی
تاویل کیا کی جائے کہ دونوں کا تناقض ختم ہو جائے
اگر کہا جائے کہ حضرت ابوبکر اپنے دور خلافت
میں سب سے افضل تھے اور حضرت عمر اپنے
دور خلافت میں سب سے افضل تھے تو
حضرت ابوبکر کی افضلیت ساری امت پر ثابت
نہیں ہوتی اور یہ اجماع اہلسنت کے خلاف ہے اور اگر کہا جائے کہ ساری امت مسلمہ میں
حضرت ابوبکر سے افضل انسان پر کبھی آفتاب نہیں چمکا تو حضرت عمر کی افضلیت والی
روایت اس کی تکذیب کر رہی ہے جس میں خود حضرت ابوبکر کا بیان ہے کہ میں نے

حضرت رسول اللہ صلعم کو فرماتے ہوئے سنا کہ عمر سے افضل انسان پر کبھی
آفتاب نہیں طالع ہوا (یعنی ساری امت میں)
عمر
پس لازم آتا ہے کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر سے افضل تھے اور حضرت
حضرت ابوبکر سے افضل تھے اور کوئی عاقل انسان اس قسم کی بات نہیں
کہہ سکتا چہ جائیکہ حضرت رسول اللہ صلعم -

## حضرت عمر کی فتوحات سبب رضائے خدا و رسول تھے حضرت عمر کے فتوحات سبب ناراضگی خدا و رسول تھے

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ازالۃ
الخفا میں لکھا ہے کہ خلفاء راشدین کی خلافت
کی پہلی دلیل بطریق استقراء وہ حدیثیں ہیں جو
ابواب فتن میں مذکور ہیں جنمیں آنحضرت صلعم نے
واقعات آیندہ کو اس نہج سے بیان فرمایا
ہے کہ وہ بصراحت دلالت کرتی ہیں کہ عاقبت
رضائے الہی کیا تھا اور باعث عدم رضائے الہی
کیا تھا علاوہ ازیں ہر شخص جان سکتا ہے کہ
خلفاء ثلثہ کے بعد کیا کیا اختلافات ہوا اور
خلفاء ثلثہ کے عہد خلافت میں کیا کیا تمایاں
کام ہوئے فارس و روم فتح ہوئے اور ان کی
دولتیں درہم برہم ہو گئیں تو کیا یہ ممکن ہے کہ
اور دیگر جزوی امور کو تو آنحضرت نے بیان فرمایا

شاہ ولی اللہ صاحب نے جن ابواب فتن
کا حوالہ دیا ہے انہیں ابواب فتن
میں امام بخاری نے عدی بن حاتم رضہ
سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ حضرت
رسول اللہ صلعم نے مجھ سے فرمایا کہ لئن
طال بک الحیوۃ لتفتحن کنوز کسری
قلت کسری بن ھرمز قال کسری بن
ھرمز و لئن طال بک حیاۃ لترین
الرجل یخرج ملاکفہ من ذھب
وفضۃ یطلب من یقبلہ منہ و
لیلقین اللہ احدکم یوم یلقاہ
ولیس بینہ وبینہ ترجمان یترجم
لہ فیقولن الم ابعث الیک

اور ان اہم امور کو بیان نہ فرمایا سبحانک ھذا
بہتان عظیم (ترجمہ ازالۃ الخفا حصہ دوم صفحہ ۲۸)
پھر صفحہ ۲۹ پر لکھا ہے کہ از انجملہ وہ حدیث
ہے جس میں حضرت صلعم نے ایک عورت سے فرمایا
کہ اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس آنا -
یہ حدیث خلافت حضرت صدیق پر دلالت کرتی
ہے کیونکہ یہ آنحضرت نے بذریعہ وحی فرمایا تھا
اور پھر اس پر آپ نے اظہار عدم رضا نہیں کیا -
پھر اب اگر کوئی اصولی ہم سے تعرض کرے تو
ہم کہیں گے کہ بیہقی نے حضرت حسن کی روایت
سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر کے پاس کسری
کے ہاتھ کے کنگن لائے گئے وہ آپ نے سراقہ
بن مالک کو پہنائے جو ان کے مونڈھوں تک
پہونچے پھر پہنا کر حضرت عمر فاروق نے فرمایا
الحمد للہ کسری بن ہرمز کے ہاتھ کے کنگن
سراقہ بن مالک کے ہاتھ میں جو قبیلہ مدلج
کے ایک دہاتی شخص ہیں - حضرت امام شافعی
فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق نے سراقہ بن
مالک کو وہ کنگن اسلئے پہنائے تھے کہ آنحضرت

رسولا فیبلغک فیقول بلی فیقول
الم اعطک مالا و افضل علیک فیقول
بلی فینظر عن یمینہ فلا یری الا
جھنم و ینظر الی یسارہ فلا یری الا
جھنم (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۸۰ مصر) یعنی
اے عدی اگر تم ہمارے بعد زندہ رہے تو
دیکھو گے کہ کسری کا خزانہ فتح کر لو گے
میں نے عرض کیا کہ کسری بن ہرمز فرمایا
ہاں کسری بن ہرمز اور اگر کچھ دنوں اور
زندہ رہے تو دیکھو گے کہ ایک شخص
اپنی مٹھی میں سونا اور چاندی بھر کے
چاہے گا کہ کوئی اس سے لے لیکن
کوئی لینے والا نہ ملے گا اور ہر آئینہ
وہ خدا سے اس طرح روز قیامت
ملاقات کرے گا کہ اس کے اور خدا
کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا جو
اس کی ترجمانی کرے اسوقت خدا
فرمائے گا کہ کیا میں نے تمہارے
پاس رسول نہیں بھیجا تھا اور تم کو

| | |
|---|---|
| نے سراقہ بن مالک سے فرمایا تھا کہ سراقہ | مال و اولاد نہیں دی اور تم پر احسانات |
| میں دیکھ رہا ہوں کہ گویا تم اپنے ہاتھ | نہیں کئے تو وہ کہے گا کہ ہاں پھر |
| میں کسریٰ بن ہرمز کے کنگن پہنے ہو اور | وہ اپنی داہنی طرف دیکھے گا تو سوا |
| سر پر اس کا تاج رکھے ہو اور کمر میں اس | جہنم کے کچھ نظر نہ آئے گا پھر وہ اپنی |
| کی پیٹی باندھے ہوئے ہو یہ کنگن سونے | بائیں طرف دیکھے گا تو سوائے جہنم کے |
| کے تھے اور یہ تو معلوم ہے کہ مردوں کو | کچھ نظر نہ آئے گا - |
| سونا پہننا حرام ہے اسلئے حضرت امام شافعی | اس روایت سے معلوم ہوا کہ روم و فارس |
| نے جو رئیس الاصولیین تھے آنحضرت | کی فتح اور کسریٰ کے خزانے حاصل کرنا |
| کے خبر دینے کو بوجہ عدم انکار کے اس | حضرت رسول اللہ صلعم کیلئے سبب رضا و خوشنودی |
| واقعہ کا مخصص قرار دیا ہے - | نہ تھا بلکہ سبب رنج و ملال تھا اور اس کا |
| شاہ صاحب کے ان بیانات کا حاصل یہ ہوا کہ | ٹھکانہ جہنم تھا اور اسی حدیث سے معلوم ہوا کہ |
| حضرت رسول اللہ صلعم نے سراقہ کو کسریٰ | سراقہ بن مالک سے جو حضرت رسول اللہ |
| بن ہرمز کے کنگن پہننے کی خبر دی جو فتح | نے فرمایا تھا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ گویا |
| فارس کی بشارت ہے پھر حضرت نے اس پر | تم اپنے ہاتھوں میں کسریٰ بن ہرمز کے کنگن |
| اظہار ناراضگی نہیں فرمایا جس سے معلوم ہوا | یہ رضا و خوشنودی کے طور پر نہیں فرمایا |
| کہ آپ ان فتوحات پر خوش تھے اور ظاہر | تھا بلکہ بطور غم و غصہ کے فرمایا تھا |
| ہے کہ حضرت کی رضا مندی عین رضائے الٰہی | ~~فرمایا تھا~~ اور اس کا ایک ثبوت یہ بھی |
| ہے اور معلوم ہے کہ کسریٰ کے ملک کو | ہے کہ اسلام میں مردوں کیلئے سونا پہننا |
| حضرت عمر نے فتح کیا یعنی حضرت کی پیشگوئی | حرام ہے لہذا حضرت ایسے فعل پر کبھی |

| | |
|---|---|
| حضرت عمر کے ہاتھوں پوری ہوئی لہذا حضرت عمر | اظہار مسرت نہیں فرما سکتے تھے لہذا شاہ ولی اللہ |
| کی خلافت حق تھی اور اس سے خدا و رسول | صاحب کا ان فتوحات کو حضرت عمر کی خلافت |
| راضی تھے - | کے جواز کی دلیل اور سبب رضائے خدا و رسول |

قرار دینا ایک طرفہ ہے - حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ان اکثر ما اخاف علیکم ما یخرج اللہ لکم من برکات الارض قیل ما برکات الارض قال زھرۃ الدنیا (بخاری جلد ۴ صفحہ ۸۱ چھاپہ مصر) یعنی سب سے زیادہ جس چیز سے میں تم لوگوں کے لئے ڈرتا ہوں وہ زمین کی برکتیں ہیں جو خدا تمہارے لئے نکالے گا پوچھا گیا کہ برکات الارض سے کیا مقصود ہے فرمایا کہ دنیا کی چمک دمک - ان مضامین کی حدیثیں صحاح ستہ میں بکثرت موجود ہیں جنمیں حضرت رسول اللہ صلعم نے مسلمانوں کے فتوحات و دولت و حکومت کو ان کے لئے سبب ہلاکت اور تباہی دین و ایمان فرمایا ہے وہ دولت و حکومت جس کو مسلمان رونق و ترقی اسلام سمجھتے ہیں حضرت رسول اللہ صلعم کے نزدیک خطرہ ایمان تھی اور اس کا ٹھکانا جہنم تھا -

## اختلاف حضرت عثمان کے متعلق

**حضرت عثمان نہایت عالی نسب اور نجیب الطرفین تھے - حضرت عثمان عالی نسب و نجیب نہ تھے**

| | |
|---|---|
| شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ آپ قریش میں | حضرت عثمان بنی امیہ سے تھے جن پر |
| عالی نسب اور نجیب الطرفین تھے استیعاب وغیرہ | خداوند عالم نے قرآن مجید میں لعنت فرمائی |
| میں مذکور ہے کہ آپ عفان بن ابی العاص بن امیہ | ہے چنانچہ امام فخر الدین رازی نے اپنی |
| بن عبد شمس بن عبد مناف ابن قصی کے بیٹے | تفسیر میں قول پروردگار و ما جعلنا الرویا |
| تھے (ترجمہ ازالۃ الخفا حصہ سوم صفحہ ۲۰۰) | التی اریناک الا فتنۃ للناس والشجرۃ |

الملعونۃ فی القرآن (پارہ ۱۵ رکوع ۶) یعنی اے رسول ہم نے جو تم کو خواب دکھلایا
ہے اور قرآن میں جس           پر لعنت کی گئی ہے
کی تفسیر میں لکھا ہے کہ قال ابن عباس الشجرۃ الملعونۃ فی القرآن بنو امیۃ
یعنی الحکم بن ابی العاص یعنی ابن عباس رض نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں
شجرہ ملعونہ سے بنی امیہ مقصود ہیں یعنی حکم بن ابی العاص (نصائح
کافیہ صفحہ ۱۰۸ بحوالہ تفسیر امام رازی و تفسیر درمنثور سیوطی جلد ۴ چھاپہ مصر)
اور شاہ ولی اللہ صاحب اور شیخ سعدی اور شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع
الدین صاحب کے چار ترجمہ کا قرآن کے (پارہ ۱۵ رکوع ۶) کے حاشیہ پر اس
آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ شجرہ ملعونہ سے مقصود بعض بنی امیہ
کا ناری ہونا ہے۔
اور ابن منذہ اور ابونعیم نے عمران بن جابر یمانی سے اور ابن قانع نے سالم
حضرمی سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ویل لبنی
امیۃ ویل لبنی امیۃ ویل لبنی امیۃ ۔ یعنی ویل ہے بنی امیہ کیلئے
ویل ہے بنی امیہ کے لئے ویل ہے بنی امیہ کے لئے۔
اور ابن عساکر نے جناب ابوذر غفاری سے روایت کی ہے انہوں نے
فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اذا بلغت بنو امیۃ اربعین
رجلا اتخذ و عباد اللہ خولا و مال اللہ دخلا و کتاب اللہ دغلا
یعنی جب امیہ کی اولاد کی تعداد چالیس تک پہونچ جائے گی تو وہ خدا کے بندوں
کو اپنا غلام اور خدا کے مال کو مال غنیمت اور خدا کی کتاب قرآن کو فریب

ومکاری کا ذریعہ بنا لیں گے۔ (نصائح کافیہ ص۱۰۵ بحوالہ ابن عساکر)

واضح رہے کہ جناب ابوذر غفاری نے یہ حدیث جناب عثمان کے سامنے بیان کی جس پر جناب عثمان کو غصہ آیا اور انہوں نے حضرت ابوذر کو مدینہ سے ربذہ کی طرف جلاوطن کر دیا جہاں غربت و بیکسی کے عالم میں انہوں نے انتقال کیا جیسا کہ حضرت رسول اللہ ص نے ان کو خبر دی تھی (تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ ص۵۱ و یعقوبی و اسد الغابہ اور روضۃ الاحباب جلد ۲ ص۱۸۷)

اور بسند حسن منقول ہے کہ حضرت رسول اللہ ص نے فرمایا کہ شر قبائل العرب بنو امیہ و بنو حنیفہ و بنو ثقیف یعنی بدترین قبائل عرب بنو امیہ اور بنو حنیفہ اور بنو ثقیف ہیں (نصائح کافیہ ص۱۰۶)

حضرت رسول اللہ ص نے خواب میں دیکھا کہ حضرت کے ممبر پر بنی امیہ مثل بندر کے اچک رہے ہیں تو حضرت کو بڑا صدمہ ہوا یہاں تک کہ اس کے بعد آپ کو آخر زندگی تک کسی نے ہنستے ہوئے نہ دیکھا تو خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی و ماجعلنا الرویا التی ارینٰک الا فتنۃ للناس والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن (ترجمہ گزر چکا) (تفسیر درمنثور سیوطی جلد ۴ مطبوعہ مصر و تفسیر نیشاپوری و تفسیر بیضاوی جلد ۱ ص۴۰۱)

اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں قاسم بن فضل سے اور انہوں نے عیسی بن مازن سے اور انہوں نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ نے خواب میں بنی امیہ کو دیکھا کہ وہ ایک کے بعد ایک حضرت کے ممبر پر بندر کی طرح اچک رہے ہیں تو حضرت کو بڑا ملال ہوا تو خداوند عالم نے سورہ انا انزلنا نازل

فرمایا جس میں فرمایا کہ لیلۃ القدر بہتر ہے ہزار مہینہ سے اسی آیت میں ہزار مہینہ سے بنی امیہ کا دور خلافت مقصود ہے قاسم نے کہا کہ میں نے بنی امیہ کے دور حکومت کو شمار کیا تو ٹھیک ہزار مہینہ پایا نہ زیادہ نہ کم (نصائح کافیہ ص۱۱۶ بحوالہ تفسیر نیشاپوری)

پس جس خاندان پر خدا اور خدا کے رسول نے لعنت فرمائی اور خداوند عالم نے اس کو اپنے رسول پر بندروں کی صورت میں ظاہر کیا اس سے پست اور ذلیل تر کون سا خاندان ہو سکتا ہے۔

**حضرت عثمان نے کبھی رسول اللہ کی نافرمانی نہ کی**

حضرت عثمان سے منقول ہے آپ نے قسم کھا کر کہا کہ — بخدا میں نے کبھی آپ کی (رسول اللہؐ) کی نافرمانی نہیں کی اور آپ سے منافقانہ برتاؤ نہیں کیا (ترجمہ ازالۃ الخفا حصہ سوم ص۲۰۲ چھاپہ لاہور)

**حضرت عثمان نے حضرت رسول اللہؐ کی نافرمانی کی**

صلح حدیبیہ میں حضرت رسول اللہؐ نے حضرت عثمان کو تین مرتبہ سر منڈانے کا حکم دیا لیکن آپ نے نہیں منڈایا (تفسیر در منثور سیوطی جلد ۶ ص۱۸ چھاپہ مصر)

آپ جنگ احد میں شکست کھا کر بھاگے تو آپ نے یہودی ہونے کا ارادہ کیا اور حضرت طلحہ نے عیسائی ہونے کا ارادہ کیا (لوامع التنزیل بحوالہ تفسیر سدی) حالانکہ میدان جنگ سے بھاگنا اور دین اسلام کو ترک کر کے مرتد ہو جانا یا مرتد ہونے کا ارادہ کرنا دلیل نفاق اور بدترین نافرمانی خدا و رسول ہے۔

علماء اہلسنت نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ حضرت عثمان جنگ احد میں ضرور بھاگے لیکن خدا نے اس کو معاف کر دیا جیسا کہ خود آیت قرآن

مجید میں فرمایا ہے کہ لقد عفی اللہ عنھم - لیکن مسئلہ مشکل یہ ہے کہ فرار احد
کی معافی کے بعد بھی آپ میدان جنگ سے بھاگے چنانچہ آپ نے جنگ
حنین میں بھی فرار کیا (بخاری جلد ۲ ص ۹۷ چھاپہ مصر)
اور آپ کے ایمان کا حال یہ تھا کہ آپ نے جنگ احد میں تو یہودی ہو جانے کا
ارادہ کیا ہی تھا حضرت رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد بھی آپ کے دل میں
حضرت رسول اللہ صلعم کی رسالت اور دین اسلام کی صداقت میں عظیم الشان
شبہ پیدا ہو گیا چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہے
کہ حضرت رسول اللہ صلعم کے بعد حضرت عثمان اور طلحہ کو ایک شبہ عظیم پیدا
ہوا اور شیطان ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالنے لگا تو حضرت ابوبکر نے کہا
کہ اس شبہ سے نجات دلانے والا کلمہ طیبہ ہے تم لا الہ الا اللہ محمد رسول
اللہ پڑھا کرو (ترجمہ ازالۃ الخفا حصہ ۲ ص ۲۲۴ ذکر ماثر صدیق) لیکن کسی روایت
سے معلوم نہیں ہوتا کہ آپ نے کلمہ طیبہ کا ورد کیا یا نہیں اور وہ شبہ آپ کے
دل سے دور ہوا یا نہیں -

## حضرت عثمان بڑے زاہد اور تارک دنیا تھے

شرجیل بن مسلم سے مروی ہے کہ عثمان لوگوں
کو امیروں ایسا کھانا کھلاتے تھے اور خود سرکہ
اور روٹی کھاتے تھے (روضۃ الاحباب جلد ۲ ص ۱۵۷)
عبداللہ بن شداد سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ
میں نے عثمان کو جمعہ کے دن دیکھا آپ خطبہ

## حضرت عثمان آلودہ لذات و خواہشات دنیا تھے

عمر بن امیہ ضمری کہتے ہیں کہ ہم ہمیشہ حضرت
عثمان کے ساتھ رات کے کھانے میں خزیرہ
کھاتے تھے جو گوشت اور دودھ اور گھی سے
نہایت عمدہ تیار کیا جاتا تھا ایک روز کھانے
کے بعد حضرت عثمان نے پوچھا کہ کھانا کیسا تھا

بڑھو رہے تھے اسوقت آپ امیر المومنین تھے | میں نے کہا بہت عمدہ تھا اس سے بہتر کھانا
آپ ایسے کپڑے پہنتے تھے جن کی قیمت چار | میں نے نہیں کھایا تو فرمایا کہ فراحم کر
پانچ درہم تھی (ترجمہ ازالۃ الخفا حصہ سوم ص۲۱۲) | ابن خطاب پر کبھی ان کے ساتھ بھی
خزیرہ کھایا تھا میں نے کہا ہاں کھایا تھا منہ تک پہونچنے سے پہلے ہاتھ ہی میں
لقمہ منتشر ہوجاتا تھا اس میں گوشت ہوتا تھا لیکن گھی نہیں ہوتا تھا پھر
حضرت عثمان نے فرمایا کہ میں اس عمر کو پہونچا لیکن ہمیشہ عمدہ ہی کھانا
کھایا لیکن اپنے مال سے کھاتا ہوں تم جانتے ہو کہ میں قریش میں سب سے
زیادہ دولتمند تھا (حضرت عثمانؓ نے خود اقرار کیا کہ میں نے ساری عمر میں عمدہ ہی کھانا کھایا)
عبداللہ بن عامر نے بیان کیا کہ میں حضرت عثمان کے ساتھ افطار کیا کرتا تھا
ہملوگوں کے لئے حضرت عمر کے کھانے سے بھی بہتر کھانا آتا تھا ہر رات میں
نہایت سفید اور باریک آٹے کی روٹیاں اور ایک بھیڑ کا بچہ پکا ہوا آتا
تھا (تاریخ طبری جلد ۳ ص۴۲۹ وص۴۳۰ حالات ۳۵ھ)۔

**حضرت عثمانؓ کے قصر۔** حضرت عثمان نے اپنی خلافت کے زمانے میں بڑے
بڑے عالیشان قصر بنوائے سات محل تو آپ نے مدینہ میں بنوائے ایک
اپنی بیوی نائلہ کے لئے اور ایک حضرت عائشہ کے لئے اور اسی طرح اپنے کل
بیٹوں اور بیٹیوں کے لئے جدا جدا محل بنوائے (الامامہ والسیاسۃ ابن قتیبہ
جلد ا ص۳۰)
حضرت عثمان نے ۲۸ھ میں اپنے لئے ایک عالیشان قصر بنوایا جس کا نام قصر
زوراء تھا (روضۃ الاحباب جلد ۲ ص۱۸۱)

[illegible]

آپ نے ایک قصر بنوایا جس کی تعمیر میں بڑا اہتمام کیا ترا شے ہوئے پتھر اور ساگون اور سرد کی لکڑیاں کام میں لائی گئیں (مروج الذہب مسعودی جلد ا ص۴۳۳)

ابو ہلال عسکری نے اپنی کتاب اوائل میں لکھا ہے کہ جب عثمان نے قصر زوراد بنوایا تو نہایت عمدہ قسم قسم کے کھانے پکوائے اور صحابہ کی دعوت کی ان لوگوں میں جو دعوت میں مدعو کئے گئے تھے عبدالرحمن بن عوف بھی تھے انہوں نے جب حضرت عثمان کا عالیشان قصر اور کھانے کی قسمیں دیکھیں تو بیساختہ بول اٹھے کہ جن باتوں کو ہم تمہارے بارے میں جھٹلاتے تھے آج وہ سب باتیں سچ نکلیں میں تمہاری بیعت سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں یہ سن کر حضرت عثمان اپنے غصہ پر قابو نہ پا سکے اور غلام کو حکم دیا کہ اس کو باہر نکال دو چنانچہ وہ بیچارے قصر سے باہر کر دئے گئے پھر حکم دیا کہ کوئی انکے پاس جایا آیا نہ کرے جب عبدالرحمن بن عوف بیمار پڑے تو حضرت عثمان ان کی عیادت کو گئے اور کچھ باتیں کرنا چاہیں تو عبدالرحمن نے منہ پھیر لیا اور مرتے دم تک حضرت عثمان سے کلام نہ کیا (شرح ابن ابی الحدید جلد ا ص۲۵ و ص۲۶ بحوالہ کتاب اوائل عسکری) حضرت عثمان نے جتنے قصر بنوائے سب اپنی خلافت کے زمانے میں بنوائے اور بیت المال [illegible]

یہ عبدالرحمن بن عوف وہی بزرگ ہیں جنہوں نے حضرت عمر کی ہدایات کے مطابق بڑے حیلہ و مکر سے حضرت علی علیہ السلام کو خلافت سے محروم کرکے حضرت عثمان کو اس شرط پر خلیفہ بنا لیا تھا کہ وہ حضرت ابوبکر و عمر کی سیرت پر عمل کریں گے یعنی خود بھی کھائیں اور اپنے دوسرے طرفداروں کو بھی کھلائیں مال خدا کو صرف اپنے قبیلہ اور گھر والوں کے ساتھ مخصوص نہ کریں لیکن جب حضرت عثمان نے ساری

دولت وحکومت اپنے خاندان والون کے ساتھ مخصوص کر دی اور ان کو دولت سے
بھر دیا اور سارے ممالک اسلام اور شہرون پر بنی امیہ کو حاکم بنایا اور مسلمانون
کا مال خود اپنی ذات مین اسقدر صرف کیا جس کا شمار نہین تو عبدالرحمن بن عوف
حضرت عثمان کی بیعت توڑ کر ان کے مخالف ہوگئے۔ چنانچہ ابن عبد ربہ نے
لکھا ہے کہ جب عثمان نے ناپسندیدہ حرکات کئے یعنی اپنے گھر والون کو صحابہ کی
گردن پر سوار کر دیا اور ان کو حاکم بنایا تو لوگون نے عبدالرحمن بن عوف سے
سے کہا کہ یہ سب تمہارا ہی کیا ہوا ہے عبدالرحمن نے کہا کہ مین ایسا نہین سمجھا
تھا پھر عبدالرحمن حضرت عثمان کے پاس گئے اور ان کو سرزنش اور ملامت
کی اور کہا کہ مین نے تم کو اس شرط پر خلافت کے لئے منتخب کیا تھا کہ
تم ہم مین ابوبکر و عمر کی روش اختیار کروگے لیکن تم نے انودونون کی مخالفت کی
اپنے گھر والون کو پروان چڑھایا اور ان کو مسلمانون کی گردن پر مسلط کر دیا
عثمان نے کہا کہ عمر خوشنودی خدا کے لئے قطع رحم کرتے تھے اور مین صلہ رحم
کر کے خدا کی خوشنودی کا طالب ہون یہ سن کر عبدالرحمن نے کہا کہ خدا کی قسم آج
سے مین تم سے کبھی کلام نہ کرون گا پھر مرتے دم تک انھون نے ان سے کلام نہ کیا
اور جب مرض موت مین عثمان ان کی عیادت کو آئے تو انھون نے دیوار کی
طرف منہ پھیر لیا اور بات نہ کی (کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ صفحہ ۵ و ابوالفدا
جلد ا صفحہ ۱۶۶) خدا کی خوشی کیلئے قطع رحم کرنا اور خدا کی خوشی کیلئے دوسرون کے مال سے صلہ رحم کرنا دونون باتین
ان بیانات سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان نے مال خدا خوب کھایا اور اپنے گھر
والون کو کھلایا اور ان کے زہد و ترک دنیا کی روایتین بنی امیہ کی گڑھی ہوئی ہین

لطف یہ ہے۔

حضرت عثمان کی بیویاں …
علامہ سیوطی نے حضرت …
وتزوج رقیۃ بنت …
وسلم قبل النبوۃ …
غزوہ بدر۔ …
رسول اللہ … سے …
غزوہ بدر کے …
کیا۔
پھر لکھا ہے کہ …
وسلم لجن … ا …
عندہ سنۃ ۹ …
صلی اللہ … لا … …
نے رقیہ کی بہن …
سے کر دیا اور …
کیا۔ پھر لکھا ہے …
احمد تزوج …
سمی ذا النورین …
عثمان کے سوا …

علامہ سیوطی نے حضرت عثمان کے حال میں لکھا ہے کہ
وتزوج رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قبل النبوۃ وماتت عندہ فی لیالی
غزوہ بدر۔ یعنی عثمان نے رقیہ بنت
رسول اللہؐ سے قبل نبوت شادی کی تو
غزوہ بدر کے زمانے میں انہوں نے انتقال
کیا۔
پھر لکھا ہے کہ فزوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بعدھا اختھا ام کلثوم وتوفیت
عندہ سنۃ تسع من الھجرہ (تاریخ الخلفاء
صلا لا لاھور) یعنی پھر حضرت رسول اللہؐ
نے رقیہ کی بہن ام کلثوم کی شادی عثمان
سے کردی اور ۹ھ میں انہوں نے انتقال
کیا۔ پھر لکھا ہے کہ قال العلماء ولا یعرف
احد تزوج بنتی نبی غیرہ ولذالک
سمی ذا النورین۔ یعنی علماء نے کہا ہے کہ
عثمان کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں ہوا



ابوالقاسم کوفی متوفی ۳۵۲ھ نے اپنی کتاب
کتاب الاستغاثہ ص ۶۹ میں لکھا ہے کہ فلما
تزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخدیجہ
ماتت ھالہ بعد ذالک بمدۃ یسیرۃ و
خلفت الطفلین زینب ورقیہ فی حجر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحجر خدیجہ
فربیاھما وکان من سنۃ العرب فی
الجاھلیہ من یربی یتیما ینسب ذالک
الیتیم الیہ۔ یعنی جب حضرت رسول اللہؐ
نے حضرت خدیجہؓ سے عقد کیا اس کے تھوڑے
دنوں کے بعد ہالہ کا انتقال ہوگیا اور انہوں
نے دو بچے چھوڑے زینب اور رقیہ تو
حضرت رسول اللہؐ اور حضرت خدیجہ کی گود میں
ان دونوں نے پرورش پائی اور زمانہ جاہلیت
میں عرب کا دستور تھا کہ جو یتیم بچہ کسی کی
گود میں پرورش پاتا تھا اسی کی طرف
منسوب کیا جاتا تھا۔ (لہذا اسی رسم کے

جس نے پیغمبر کی دو لڑکیوں سے نکاح
کیا ہو اور اسی سبب سے آپ کو ذو
النورین کہتے ہیں ۔

رقیہ اور زینب بنت رسول کہلائیں)
اور علامہ مجلسی رح نے حیات القلوب
میں لکھا ہے کہ خاصہ اور عامہ کے کچھ علماء
کا قول ہے کہ رقیہ اور ام کلثوم ہالہ خواہر

خدیجہ رض کی لڑکیاں تھیں ۔
اور ملا مبین فرنگی محلی نے اپنی کتاب وسیلۃ النجاۃ میں لکھا ہے کہ نزد
امامیہ زینب وام کلثوم از اخت خدیجہ زوجہ رسول اللہ بودند (صلہ)
یعنی علماء امامیہ کے نزدیک زینب وام کلثوم جناب ام المومنین خدیجہ زوجہ
رسول اللہ صلعم کی بہن سے تھیں ۔
اور حضرت عثمان کے ذو النورین کہے جانے کا سبب شاہ ولی اللہ صاحب
نے یہ لکھا ہے بعض لوگوں نے آپ کے ذو النورین کہے جانے کی وجہ یہ بیان
کی ہے کہ آپ میں دو شعاوتیں تھیں ایک اسلام سے پہلے اور دوسرے اسلام
کے بعد ایسا ہی ریاض میں مذکور ہے (ترجمہ ازالۃ الخفاء ص ۲ حصہ سوم)
اور علامہ سیوطی نے بسند ضعیف سہل بن سعد سے روایت کی ہے کہ حضرت
عثمان کو ذو النورین اسلئے کہتے ہیں کہ وہ جنت کی ایک منزل سے دوسری
منزل کی طرف منتقل ہوتے رہیں گے (تاریخ الخلفاء ص ۱۰۲)
خلاصہ کلام یہ ہے کہ نہ تو آپ کی بیویاں رقیہ اور ام کلثوم کا دختر رسول
ہونا ہی ثابت ہے نہ آپ کے ذو النورین کہے جانے کی وجہ ثابت
ہے نہ یہی معلوم ہے کہ آپ کو ذو النورین کا لقب سب سے پہلے کس نے

عطا کیا -

**حضرت عثمان نے غزوہ کی راہ میں اپنا مال بیشمار صرف کیا**

ترمذی نے عبدالرحمن بن خباب سے روایت
کی ہے انہوں نے کہا کہ میں آنحضرت کی خدمت
میں اسوقت پہونچا جسوقت آپ لوگوں کو
جیش العسرۃ کے لئے امادہ کر رہے تھے
پس عثمان نے عرض کیا کہ میں سو اونٹ
مع پالان وسامان کے دیتا ہوں - پھر حضرت
نے لوگوں سے دوبارہ فرمایا تو عثمان نے
کہا کہ اچھا میں تو دوسو اونٹ مع
پالان وسامان کے دے پھر حضرت نے فرمایا
تو عثمان نے کہا کہ میں تین سو اونٹ
مع پالان وسامان کے دے یہ سن کر حضرت
ممبر سے نیچے اتر آئے اور فرمایا آج کے
کے بعد عثمان جو کچھ بھی کریں ان پر کوئی
گناہ نہیں ہے -
ترمذی نے انس ابن مالک سے روایت کی
ہے کہ جب حضرت رسول اللہ صلعم نے جیش العسرۃ
بھیجنا چاہا تو حضرت عثمان نے ایک ہزار دینار

**حضرت عثمان نے مال خوب بیشمار کھایا اور اپنے گھر والوں کو کھلایا**

حضرت عثمان نے مسلمانوں کا مال جطرح ناجائز
خرچ کیا اسکا کچھ بیان پہلے گذر چکا -
باوجود اسکے کہ مجلس شوریٰ میں آپ سے
اس شرط پر بیعت لی گئی تھی کہ آپ کتاب خدا
اور سیرت رسول اور سنت شیخین پر
عمل کریں گے اور بنی امیہ کو مسلمانوں
کی گردنوں پر سوار نہ کریں گے لیکن آپ
نے خلافت ملتے ہی خاندان پروری
شروع کر دی اور بنی امیہ کو مال و دولت
سے بھر دیا حکم بن عاص منافق کو پناہ
دے کر اپنے پاس بلا لیا اور اس کو ایک
لاکھ درہم عطا کئے حالانکہ حضرت رسول اللہ صلعم
نے اس کو خارج البلد کر دیا تھا اور حضرت
ابوبکر و عمر نے بھی اس کو خارج البلد رکھا تھا
یہ مردود حضرت رسول اللہ صلعم کی توہین
کرتا تھا جب حضرت چلتے تھے تو یہ حضرت
کے پیچھے آکر اپنی آنکھیں اور منہ اور

حضرت رسول اللہ ﷺ کے داعی مینا
ڈال دیا تو حضرت ان دنیاروں کو
الٹتے پلٹتے رہے پھر فرمایا ما ضر عثمان
ما عمل بعد الیوم مرتین یعنی آج کے
بعد حضرت عثمان جو بھی گناہ کریں
(یہودی ہونے کا ارادہ کریں اسلام اور
رسول اللہ کی رسالت میں شک کریں
جلیل القدر صحابہ کرام و خاصان خدا کو قتل
کریں ان کو جلاوطن کریں مسلمانوں
کو فریب دیں مال خدا خوب کھائیں اور
اپنے خاندان کے منافقین و فجار و فساق
کو کھلائیں لوگوں کا مال ناجائز غصب
کریں قرآن جلائیں وغیرہ) ان کو کوئی
نقصان نہ پہونچے گا (تاریخ الخلفا
صفحہ ۱۰۳ چھاپہ لاہور)
آپ کے ایثار و سخاوت کے اسی قسم کے
بہت سے واقعات ہیں جنکی وجہ سے
حضرت رسول اللہ ﷺ نے آپ کیلیے (نعوذ باللہ)
ہر گناہ حلال کر دیا تھا اور معاف صاف

ہاتھوں سے طرح طرح کی شکلیں بنا تا تھا
اور تمسخر کرتا تھا چنانچہ حضرت کی نفرین سے
نیم مجنون ہو گیا تھا اور اس کے اعضا میں تشنج
پیدا ہو گیا تھا (انساب بلادری جلد ۵ صفحہ ۱۲۷)
اور مروان بن حکم منافق کو جاگیر میں فدک
دے دیا اور افریقہ کا خمس سب کا سب
اسی کو دے دیا (معارف ابن قتیبہ حالات
عثمان و تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۶ و امامت
و سیاست ابن قتیبہ حالات عثمان)
افریقہ کا خمس جو حضرت عثمان کے پاس
آیا تھا اس کی قیمت پانچ لاکھ دنیار سرخ
(سونے کی اشرفیاں) سے زیادہ تھی۔
(روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۱۷۹)
مروان نے مقام ذی خشب میں اپنے لئے اکر
عالیشان قصر بنوایا (سیاست و سیاست
جلد ۱ صفحہ ۳۰)
عبد اللہ بن خالد اسید نے کچھ مانگا تو اس کی
چار لاکھ درہم دے (معارف ابن قتیبہ حالات
عثمان) حضرت رسول اللہ ﷺ نے مومنہ کی

فرمادیا تھا کہ آج کے بعد عثمان کو کوئی گناہ
نقصان نہ پہنچائے گا اور ان کیلئے
جنت واجب ہے لیکن افسوس کہ حضرت
خدیجہ صلوات اللہ علیہا نے اور بقول علمائے
اہلسنت حضرت ابوبکر نے اپنی ساری دولت
رسول اللہ پر اور اسلام پر قربان کر دی
لیکن حضرت نے انلوگوں کے لئے ایک
گناہ کی بھی چھوٹ نہ دی۔

کی زمین جو مسلمانوں پر وقف فرمائی
تھی وہ مروان کے بھائی حرث بن
حکم کو جاگیر میں دے دی (معارف)
اسی طرح بیشمار مال خدا حضرت عثمان
نے خود بھی ناجائز کھایا اور اپنے خاندان
والوں کو کھلایا اسی سبب سے کل انصار
ومہاجرین ان کے دشمن ہو گئے اور
اجماع کر کے ان کو قتل کر دیا اس سبب
سے کہ بیت المال مسلمین میں جتنا ہر مسلمان کا حصہ ہوتا ہے اتنا ہی خلیفہ
کا بھی ہوتا ہے خلیفہ کو اس سے زیادہ خرچ کرنا یا اپنے گھروالوں کو کھلانا جائز
نہیں چنانچہ حضرت علیؑ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ آپ کے حقیقی بھائی
حضرت عقیل بن ابیطالب حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ
مجھکو بیت المال سے جو وظیفہ ملتا ہے بہت کم ہے میرا کچھ وظیفہ بڑھا دیجئے
(حضرت عقیل کو دو درہم روزانہ ملتے تھے یعنی سات آنہ) نیز کہا کہ میرا قرض ادا
کر دیجئے حضرت نے پوچھا کہ آپ کا قرض کتنا ہے کہا کہ چالیس ہزار حضرت نے
فرمایا کہ اتنے روپئے میرے پاس نہیں ہیں کچھ دنوں صبر کیجئے میرا مال آجائے
تو ادا کر دوں گا حضرت عقیل نے کہا کہ آپ بیت المال کے مالک ہیں اور
اور مجھکو اپنے مال کے انتظار میں ڈالتے ہیں حضرت علیؑ نے فرمایا کہ
آپ چاہتے ہیں کہ میں مسلمانوں کے مال میں خیانت کروں حالانکہ انلوگوں نے

مجھ کو اپنا امین بنایا ہے یہ سن کر جناب عقیل نے کہا کہ مجھ کو معاویہ کے پاس جانے کی اجازت دیجئے حضرت نے فرمایا کہ جاؤ چنانچہ آپ معاویہ کے پاس چلے گئے (ترجمہ اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۲۸۶)

اور ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک شخص سے کہا کہ عقیل کو بازار میں لے جاؤ یہ کسی دوکان کا تالا توڑ کر مال نکال لیں جناب عقیل نے کہا کہ آپ مجھ کو چور بنانا چاہتے ہیں حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اور آپ مجھ کو چور بنا سکتے ہیں کہ میں مسلمانوں کا مال آپ کو حق سے زیادہ دیدوں اس پر جناب عقیل ناراض ہو کر معاویہ کے پاس چلے گئے تو اس نے ایک لاکھ دے دیا۔

ایک دن معاویہ نے کہا کہ اگر عقیل مجھ کو اپنے بھائی (علیؑ) سے بہتر نہ جانتے تو ان کو چھوڑ کر میرے پاس نہ آتے یہ سن کر جناب عقیل نے جواب دیا کہ میرے بھائی میرے دین کے لئے بہتر ہیں اور تم میری دنیا کے لئے بہتر ہو میں نے اپنی دنیا کو بنا لی اب اللہ سے خاتمہ بخیر چاہتا ہوں (صواعق محرقہ صفحہ ۷۹) ان بیانات سے معلوم ہوا کہ خلیفہ وقت کے لئے بیت المال سے حق سے زیادہ خود خرچ کرنا یا دوسروں کو حق سے زیادہ دینا خیانت اور چوری ہے

| حضرت عثمان انصاف ورتیے حقداروں کے حقوق اللہ تک پہونچاتے تھے | حضرت عثمان نے حقداروں کو ان کے حقوق سے محروم کیا اور ظلم کیا۔ |
|---|---|
| شاہ ولی اللہ صاحب نے حسن سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ اس زمانہ (حضرت عثمان کے زمانہ) میں روزی جاری تھی | حضرت عثمان نے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام اور نادار مسلمانوں کے وظائف بند کر دیے اور ان کو ان کے حقوق سے محروم کر دیا منافقین |

اور حضرت رسول اللہؐ کی زندگی میں خدا کی راہ میں حضرت عثمان کے بیشمار دولت خرچ کرنے کی حکایتیں جو مشہور ہیں اس کی حقیقت خداوند عالم نے قرآن مجید میں واضح فرمادی ہے چنانچہ جناب ابن عباس اور سدی اور کلبی اور مفسرین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان نے خدا کی راہ میں کچھ مال اپنا خرچ کیا اس پر عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح منافق نے حضرت عثمان کو بہت ملامت کی اور کہا کہ اگر اسی طرح تم اپنی دولت لٹاتے رہے تو فقیر ہو جاؤ گے حضرت عثمان نے کہا کہ میرے گناہ بہت ہیں (جیسے برادرانیوں سے بھاگنا اسی طرح دیگر گناہان کبائر) پس چاہتا ہوں کہ ان کا کفارہ ہو جاوے ابن سرح نے کہا کہ یہ اونٹ جو مال سمیت ...

دین کے لئے بہتر ہیں اور تم میری دنیا کے لئے بہتر ہو میں نے اپنی دنیا تو تباہی اب اللہ سے خاتمہ بخیر چاہتا ہون (صواعق محرقہ صفحہ ۷۹) ان بیانات سے معلوم ہوا کہ خلیفہ وقت کے لئے بیت المال سے حق سے زیادہ خود خرچ کرنا یا دوسرون کو حق سے زیادہ دینا خیانت اور چوری ہے

| حضرت عثمان انصاف دیتے حقدارون کے حقوق ان تک پہونچاتے تھے | حضرت عثمان نے حقدارون کو ان کے حقوق سے محروم کیا اور ظلم کیا۔ |
| --- | --- |
| شاہ ولی اللہ صاحب نے حسن سے روایت کی ہے انہون نے کہا کہ اس زمانہ (حضرت عثمان کے زمانہ) مین روزی جاری تھی | حضرت عثمان نے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام اور نادار مسلمانون کے وظائف بند کر دے اور ان کو ان کے حقوق سے محروم کر دیا منافقین |

اور حضرت رسول اللہؐ کی زندگی مین خدا کی راہ مین حضرت عثمان کے بیشمار دولت خرچ کرنے کی حکایتین جو مشہور ہین اس کی حقیقت خداوند عالم نے قران مجید مین واضح فرمادی ہے چنانچہ جناب ابن عباس اور سدی اور کلبی اور مفسرین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان نے خدا کی راہ مین کچھ مال اپنا خرچ کیا اس پر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح منافق نے حضرت عثمان کو بہت ملامت کی اور کہا کہ اگر اسی طرح تم اپنی دولت لٹاتے رہے تو فقیر ہو جاؤ گے حضرت عثمان نے کہا کہ میرے گناہ بہت ہین (جیسے لڑائیون سے بھاگنا اسی طرح دیگر گناہان کبائر) پس چاہتا ہون کہ ان کا کفارہ ہو جائے ابن سرح نے کہا کہ یہ اونٹ جو مال سے لدا ہے مجھ کو دیدو مین تمہارا سب گناہ اپنے ذمہ لیتا ہون چنانچہ حضرت عثمان نے دیدیا اور اس پر دو گواہ مقرر کئے اس کے بعد حضرت عثمان نے خدا کی راہ مین خرچ کرنا بند کر دیا اسوقت ان کی شان مین یہ آیت نازل ہوئی - افرئیت الذی تولی واعطی قلیلا واکدی اعندہ علم الغیب فھو یری ام لم ینبا بما فی صحف موسی وابراھیم الذی وفی الا تزر وازرۃ وزر اخری (پارہ ۲۷ سورہ نجم) اے رسول تم نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے رخ پھیر لیا اور تھوڑا سا (مال خدا کی راہ مین) خرچ کیا پھر بند کر دیا کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے کیا اس کو ان باتون کی خبر نہیں پہونچی جو موسی اور ابراہیم کے صحیفون مین ہے جنھون نے پورا حق ادا کیا کہ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا - (تفسیر کشاف جلد ۳ تفسیر سورہ نجم و روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۱۵۸ وغیرہ

آپ کو یہ کہہ کر [illegible] قتل میں انصار بھی شریک تھے-

مال بہت تھا لوگوں کی حالت بہت اچھی تھی
کوئی مسلمان کسی مسلمان سے ڈرتا نہ تھا
آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتے -
مدد کرتے اگر انصار آپ کے قریش کو
ترجیح دینے پر جبر کرتے تو بھی جو ان کے
لیئے عطیے اور روزینے تھے ان کو بخوبی
کافی ووافی تھے لیکن انہوں نے صبر نہ کیا
اور تلوار نکالنے والوں کے ساتھ تلوار نکال
لی- نیز بیان کیا کہ میں نے آپ کے
(عثمان کے) منادی کرنے والوں کو منادی
کرتے سنا کہ اے لوگو اپنا روزینہ لینے جاؤ
لوگ جاتے اور بڑے بڑے عطیے لیکر آتے
وہ کہتے اے لوگو اپنا روزینہ لینے جاؤ لوگ
جاتے اور کافی ووافی روزینہ لیکر آتے
بخدا میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ وہ
پکارتا تھا کہ اپنے کپڑے لینے جاؤ لوگ
جاکر حلے لاتے اسی طرح گھی اور شہد
کی منادی ہوتی اور لوگ جاکر لاتے
(ترجمہ ازالۃ الخفا حصہ سوم ص ۲۳۲)

وفساق و فجار بنی امیہ کا گھر دولت سے بھر دیا
اور صاحبان حق کو ان کے حق سے محروم کر دیا
جس کی بنا پر انصار و مہاجرین آپ کے مخالف
ہو گئے اور انہوں نے آپ پر لوریش کی اور
آپ کے مظالم کی شکایت کی اور قتل کی دھمکی
دی چنانچہ طبری نے عبداللہ زبیر سے روایت
کی ہے اور انہوں نے اپنے باپ زبیر سے روایت
کی ہے کہ کتب اهل المدينة الى عثمان
يدعونه الى التوبة ويحتجون ويقسمون
له بالله لايمسكون عنه ابدا حتى يقتلوه
او يعطيهم ما يلزمه من حق الله (طبری
جلد ۳ ص ۳۵ چھاپہ مصر) یعنی اهل مدینہ
نے عثمان کو لکھا کہ وہ خدا سے اپنے گناہوں
کی توبہ کریں اور احتجاج کیا اور خدا کی قسم
کھائی کہ ان کو بغیر قتل کیئے نہ رہیں گے ورنہ
وہ ان کے حقوق جو خدا نے مقرر فرمائے
ہیں دیدیں- جب اس کے بعد بھی حضرت عثمان
نے ان کے حقوق نہ دیئے تو ان لوگوں نے
مصر والوں کو لکھا اور ان کو اپنی نصرت و مدد

کے لئے دعوت دی چنانچہ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ مہاجرین اولین اور بقیہ اہل شوریٰ نے
مصر میں مقیم صحابہ و تابعین کو لکھا کہ اما بعد ان تعالوا الینا وتدارکوا خلافۃ رسول
اللہ قبل ان یسلبھا اھلھا فان کتاب اللہ قد بدل و سنۃ رسول اللہ قد غیرت
واحکام الخلیفتین قد بدلت فننشد اللہ من قرء کتابنا من بقیۃ اصحاب رسول
اللہ والتابعین باحسان الا اقبل الینا واخذ الحق لنا واعطاناہ فاقبلوا الینا ان کنتم
تومنون باللہ والیوم الاخر واقیموا الحق علی المنھاج الواضح الذی فارقتم علیہ نبیکم
دفارقکم علیہ الخلفاء غلبنا علی حقنا واستولی علی فیئنا وحیل بیننا وبین امرنا
(امامت وسیاست ابن قتیبہ جلد ا ص ۳۳) یعنی آپ لوگ مدینہ آئیے اور قبل اس کے
کہ خلافت رسول اللہؐ حقداروں کے ہاتھ سے نکل جائے اس کا تدارک کیجئے کیونکہ
کتاب خدا بدل دی گئی اور سنت رسول اللہ پلٹ کردی گئی اور دونوں خلفاء کے احکام
بدل دئے گئے پس ہم خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ اصحاب رسول اور تابعین میں سے جو شخص بھی
ہمارا خط پڑھے جلد ہم تک پہونچے اور ہمارا حق ہم کو دلائے اگر آپ لوگ خدا اور روز
قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تو آئیے اور حق کو صاف اور سیدھی راہ پر لگائیے جس راہ
پر اس کو حضرت رسول اللہ اور ان کے خلفاء چھوڑ کر جدا ہوئے۔ ہمارا حق چھین لیا گیا
اور ہمارے فئے پر قبضہ کر لیا گیا ہے اور ہمارے اور ہمارے حق کے درمیان دوسرے لوگ
(عثمان اور ان کے خاندان والے) حائل ہو گئے ہیں۔
اس خط سے چند باتیں معلوم ہوئیں ۱ یہ کہ مصر والے اگرچہ خود بھی حضرت عثمان
کے مظالم سے تنگ آچکے تھے لیکن قتل عثمان کے لئے ان کو خود مدینہ کے مہاجرین
و انصار نے خدا و رسول کا واسطہ دیکر بلایا۔

ع۲ یہ کہ حضرت عثمان نے نہ یہ کہ صرف انصار و مہاجرین کے وظائف بند کر دیے تھے اور ان کو
ان کے حقوق سے محروم کر دیا تھا بلکہ دین پروردگار میں بہت سی بدعتیں قائم
کی تھیں اور کتاب خدا اور سنت رسول کو الٹ پلٹ کر دیا تھا اور سیرت شیخین
کو بھی بالکل ترک کر دیا تھا جس پر عمل کرنے کی شرط پر آپ خلیفہ بنائے گئے تھے
لیکن خلافت ملنے کے بعد آپ سب وعدے بھول گئے۔

ع۳ یہ کہ حضرت عثمان کے قتل میں سارے مہاجرین و انصار شریک تھے اور سب نے اجماع کرکے
صرف خدا کے دین کو تباہی سے بچانے کے لئے اور صاحبان حق کو ان کا حق دلانے کے
لئے ان کو قتل کیا۔

جب مصر والے مدینہ پہنچ گئے اور انہوں نے حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو
مغیرہ ابن شعبہ وغیرہ نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن ان لوگوں نے کسی کی ایک نہ سنی
تب حضرت عثمان نے حضرت علیؑ کو بلایا اور عرض کیا کہ آپ ان لوگوں کو سمجھائیے حضرت
نے فرمایا کہ آپ وعدہ کیجئے کہ ان لوگوں کی شکایتیں دور کر دیں گے تب میں سمجھاؤں گا
چنانچہ حضرت عثمان نے وعدہ کیا تب حضرت علیؑ نے جا کر مصر والوں کو سمجھایا مصر
والوں نے کہا کہ اگر آپ ضمانت لیں تو ہم لوگوں کو منظور ہے اس کے بعد مصر
کے معزز لوگ حضرت علیؑ کے ساتھ حضرت عثمان کے پاس گئے اور اپنی شکایتیں
پیش کیں حضرت عثمان نے وعدہ کیا کہ سب کی شکایتیں دور کر دی جائیں گی ان لوگوں
نے کہا کہ ایک عہد نامہ لکھ دیجئے حضرت عثمان نے لکھا کہ ہذا کتاب من عبد اللہ
عثمان امیر المومنین لمن نقم من المومنین والمسلمین ان لکم ان اعمل بکتاب اللہ و
سنۃ نبیہ - یعطی المحروم و یومن الخائف و یرد المنفی ولا تجمر البعوث

دیوفر الفئ - وعلی بن ابیطالب ضمین المومنین والمسلمین علی عثمان بالوفاء فی ھذا الکتاب - یعنی یہ نوشتہ ہے خدا کے بندہ امیرالمومنین عثمان کی طرف سے ان مسلمانوں اور مومنین کیلیے جو ان سے ناراض ہیں ہم تمہلوگوں کے درمیان کتاب خدا اور سنت رسول کے مطابق عمل کرینگے جنلوگوں کے وظائف روک دیئے گئے ہیں پھر جاری کردیے جائینگے جولوگ خائف ہیں ان کو اطمینان دلایا جائیگا جولوگ جلا وطن کر دیے گئے ہیں واپس بلالئے جائینگے سپاہیوں کو محاذ جنگ پر روکا نہ جائیگا اور خراج میں زیادتی نہ کی جائیگی عثمان کی طرف سے اس عہدنامہ پر عمل کرنے کے ضامن علی بن ابیطالب ہیں (کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ ص۶۲)

اس عہدنامہ میں حضرت عثمان نے اقرار کیا ہے کہ انہوں نے مومنین ومسلمین کے درمیان کتاب خدا و سنت رسول کے مطابق عمل نہیں کیا اور مومنین کے روزینے بند کئے اوران کو ڈرایا اور شہر بدر کیا چنانچہ ان کے انہیں مظالم کی بنا پر مہاجرین وانصار اور عام مسلمانوں نے ان کے قتل پر اجماع کیا لیکن افسوس کہ حضرت عثمان نے اس عہدنامہ میں مسلمانوں سے جو عہد کیا ان میں سے ایک کو بھی پورا نہیں کیا اسی بنا پر قتل کردیئے گئے اور کوئی ان کو بچا نہ سکا -

**حضرت عثمان مظلوم تھے اور ان کے قاتل منافق تھے**

ترمذی والحاکم عن عائشہ ان النبی صلعم قال یا عثمان انہ لعل اللہ یقمصک قمیصا فان ارادک المنافقون علی خلعہ فلا تخلعہ حتی تلقانی (تاریخ الخلفاء ص۱۱۰)

**حضرت عثمان ظالم تھے اور ان کے قاتل جلیل القدر صحابی تھے**

سب سے پہلے جس نے حضرت عثمان کے قتل اور کفر کا فتوی دیا وہ جناب عائشہ تھیں چنانچہ صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے کہ جب جناب عائشہ نے انتقام خون عثمان کے بہانے سے

یعنی ترمذی اور حاکم نے جناب عائشہ سے روایت
کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے عثمانؓ سے فرمایا
کہ اللہ تعالیٰ تمکو شاید ایک قمیص پہنائے (یعنی
خلافت عطا کرے) تو اگر منافقین اُس کو اتروانے
کا ارادہ کریں تو نہ اتارنا یہاں تک کہ مجھ سے
ملو - (یعنی جان دیدینا لیکن خلافت نہ چھوڑنا)
نیز ترمذی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ
حضرت رسول اللہ صلعم نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور
فرمایا کہ اس میں یہ (عثمانؓ) مظلوم قتل ہونگے
(تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۳ و ترجمہ ازالۃ الخفا حصہ ۳
صفحہ ۲۲۴)

ریاض میں ابو حبیبہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ
ابو ہریرہ نے بات کرنے کی اجازت لیکر کہا کہ میں نے
رسول صلعم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ عنقریب
فتنہ و اختلاف پیدا ہوگا ہم نے کہا کہ اب ہمکو
کیا حکم دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ امین یعنی عثمانؓ
اور ان کے اصحاب کا ساتھ اختیار کرو. ترجمہ
(ازالۃ الخفا حصہ ۲ صفحہ ۲۳۸)

حضرت علیؓ سے لڑنے کی تیاری شروع کردی
تو عبید بن سلمہ نے جو جناب عائشہ کے
قرابتداروں میں تھا کہا کہ تعجب می کنم
از تو کہ اول کسے کہ زبان بطعن عثمان کشود
تو بودی و اورا بوصف نعثل میستودی
و می گفتی اقتلوا نعثلا فانہ قد کفر -
یعنی میں تعجب کرتا ہوں آپ سے کیونکہ
سب سے پہلے جس نے عثمان پر طعن
کی زبان کھولی وہ آپ تھیں اور آپ
ان کو نعثل کہتی تھیں اور کہتی تھیں کہ
تملوگ اس نعثل (یہودی) کو قتل کردو
اس نے کفر کیا ہے - جناب عائشہ نے
کہا کہ جبوقت میں نے وہ بات کہی تھی
اور ان کے قتل کا فتویٰ دیا ان سے
اس قسم کے گناہ رونما ہوتے تھے تو لوگوں
نے ان کو اسوقت قتل نہیں کیا لیکن
جب انہوں نے توبہ کرلی تو قتل کردیا۔
ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ عبید بن سلمہ
قیس نے روایت کی ہے کہ میں نے سعید بن زید نے کہا کہ عثٰ و اللہ ضعیف یا ام المومنین

وہ کہتے تھے کہ حضرت عمر اسلام لانے سے پہلے
مجھ کو اسلام پر سرزنش کرتے تھے اور تمہارا
اس معاملہ سے جو تم نے عثمان کے ساتھ کیا
اگر احد اپنی جگہ سے ہل جاتا تو بعید نہ تھا
(ترجمہ ازالۃ الخفا حصہ سوم ص ۲۴۲)
ابن عساکر نے ابن مسیب سے روایت کی ہے
کہ انہوں نے کہا کہ قتل عثمان مظلوما و من
قتلہ کان ظالما و من خذلہ کان معذورا
تاریخ الخلفاء ص ۱۰۶) یعنی عثمان مظلوم
قتل ہوئے اور ان کے قاتل ظالم تھے اور
جس نے ان کی نصرت ترک کی وہ معذور
تھا۔

یعنی خدا کی قسم یہ عذر آپ کا کمزور ہے اے ام المومنین
پھر یہ شعر پڑھے
ومنک البداء ومنک الغیر ومنک الریاح ومنک المطر
وانت امرت بقتل الامام وقلت لنا انہ قد کفر
فہبنا) اطعناک فی قتلہ وقاتلہ عندنا من امر
یعنی تمہیں سے ابتداء ہے اور تمہیں سے بدل جانا
اور تمہیں نے امام کے قتل کا حکم دیا اور کہا کہ وہ کافر
ہوگئے ہیں اور جبکہ ہم لوگوں نے تمہاری اطاعت
کی اور ان کو قتل کر دیا تو ہمارے نزدیک ان کا قاتل
وہی ہے جس نے ان کے قتل کا حکم دیا۔
(روضۃ الاحباب جلد ۳ ص ۱۲ و امامت و سیاست
ابن قتیبہ جلد ۱ ص ۴۸ چھاپہ مصر و تاریخ طبری
جلد ۳ ص ۴۷۷ چھاپہ مصر - وغیرہ -

علامہ طبری نے اس واقعہ میں بجائے عبید بن سلمہ کے ابن ام کلاب کا نام لکھا ہے اور
تین شعر اور زیادہ کئے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ عثمان کے قتل پر نہ تو آسمان پھٹ
پڑا نہ چاند سورج گہن میں آئے اب لوگوں نے اس زرہ پوش کی بیعت کر لی ہے جو
جو شعلوں کو بجھا دے گا اور ہر کجی کو سیدھا کر دے گا وہ جنگ کے لباس پہنے رہتا ہے
اور وفا کرنے والا بد عہدوں جیسا نہیں ہوتا۔
دوسرا وہ شخص جس نے حضرت عثمان کے قتل میں شریک تھا جس نے ان کے خلاف

کے لئے فوج جمع کی اور ان پر پانی بند کرایا وہ طلحہ بن عبید اللہ تھے جو عشرہ مبشرہ میں
یعنی ان صحابہ میں سے تھے جنکے جنتی ہونے کی بشارت حضرت رسول اللہؐ نے دی تھی
چنانچہ اہلسنت کا بہت جلیل القدر مؤرخ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں لکھا ہے
کہ ان عثمان لما منع الماء صعد علی القصر واستوی فی اعلاہ ثم نادی این طلحہ
فاتاہ فقال یا طلحہ اما تعلم ان بئر رومہ کانت لفلان الیہودی لا یسقی احدا من
الناس منھا قطرۃ الا بثمن فاشتریتھا باربعین الف فجعلت رشائی فیھا کرشاء رجل
من المسلمین لم استاثر علیھم - قال نعم قال ھل تعلم ان احدا یمنع ان یشرب منھا
الیوم غیری لم ذلک قال لانک بدلت وغیرت - قال ھل تعلم ان رسول اللہ
قال من اشتری ھذا البیت وزادہ فی المسجد فلہ بہ الجنۃ فاشتریتہ بعشرین
الفا وادخلتہ فی المسجد قال طلحہ نعم قال ھل تعلم الیوم احدا یمنع فیہ
من الصلاۃ غیری قال لا قال لم قال لانک بدلت وغیرت ثم انصرف
عثمان وبعث الی علیؑ یخبرہ انہ منع من الماء ویستغیث بہ فبعث الیہ
علیؑ ثلاث قرب مملوۃ ماء فما کادت تصل الیہ فقال طلحہ ما انت
وھذا وکان بینھما فی ذالک کلام شدید (امامت وسیاست جلد ا ص ۳۵)
یعنی جب عثمان پر پانی بند کیا گیا تو وہ قصر کی چھت پر چڑھے اور پکارا کہ
طلحہ کہاں ہیں جب طلحہ آئے تو جناب عثمان نے کہا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ چاہ
رومہ فلاں یہودی کا تھا جس میں وہ بغیر قیمت لئے پانی قطرہ پانی نہیں دیتا تھا
تو میں نے اس کو چالیس ہزار میں خرید کیا اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ آج اس پانی
سے سوا میرے کوئی دوسرا بھی روکا گیا ہے طلحہ نے کہا کہ نہیں جناب عثمان نے پوچھا کہ

[illegible] - عثمان [illegible]

ایسا کیوں ہے طلحہ نے کہا کہ یہ اسلئے ہے کہ تم نے (دین خوامین) تغیر و تبدل کر دیا
حضرت عثمان نے کہا تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا کہ جو شخص
اس گھر کو خرید کر مسجد میں ملا دے اسکے لئے جنت ہے تو میں نے اس کو بیس ہزار
میں خرید کر مسجد میں شامل کر دیا طلحہ نے کہا ہاں سب جانتا ہوں عثمان نے کہا
پھر کیا سبب ہے کہ آج میں اس مسجد میں نماز پڑھنے سے روکا گیا ہوں طلحہ نے کہا
کہ اسلئے کہ تم نے تغیر و تبدل کر دیا پھر سن کر حضرت عثمان چلے گئے اور انہوں
نے پانی بند کئے جانے کی خبر حضرت علی ع کے پاس بھیجی اور فریاد کی تو حضرت نے
تین مشک پانی سے بھرے ہوئے بھیجے لیکن اس کا جناب عثمان تک پہونچنا مشکل
ہو گیا اور طلحہ نے کہا کہ تم کو اس کا کیا حق ہے چنانچہ اندونوں میں اس بارے میں
سخت باتیں ہوئیں۔
نیز ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ مدینہ کے مہاجرین اولین اور بقیہ اہل شوریٰ نے مصر والوں
کو خط لکھا [illegible] اور ان کو خدا اور رسول کا واسطہ دیکر بلایا (جس کا حوالہ
پہلے گذر چکا) جب مصر اور عراق والوں نے آکر حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ
کر لیا اور روز وشب پہرہ لگا دیا و طلحہ یحرض الفریقین جمیعا علی عثمان ثم
ان طلحہ قال لھم ان عثمان لا یبالی ما حصرتموہ وھو یدخل الیہ الطعام
والشراب فامنعوہ الماء ان یدخل الیہ (امامت وسیاست جلد اص ۳۵)
یعنی طلحہ مصر اور عراق والوں کو حضرت عثمان کے خلاف ابھار رہے تھے پھر
طلحہ نے کہا کہ عثمان کو تم لوگوں کے محاصرہ کی کیا پروا ہے جبتک ان کے پاس
پانی اور کھانا پہونچ رہا ہے تم لوگ ان پر پانی بند کر دو۔

اور صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا اللہ بن عباس ابن ابی ربیعہ سے روایت کی ہے انہوں نے
کہا کہ میں محاصرہ عثمان کے زمانے میں ان کے ساتھ تھا ایک روز انہوں نے کہا کہ
آؤ چھپ کر سنا جائے کہ یہ قوم دغا دروازہ پر کیا باتیں کر رہی ہے تو میں نے
سنا کہ ایک گروہ کہہ رہا تھا کہ ان کو مہلت دینی چاہئے کہ شاید اپنے تشدد
اور نقصان رسانی سے توبہ کر لیں اتنے میں طلحہ آگئے اور انہوں نے پوچھا کہ
ابن عدیس کہاں ہیں جب ابن عدیس آیا تو وہ اس کو لیکر ایک کنارہ چلے گئے
اور باتیں کیں اس کے بعد ابن عدیس نے اعلان کیا کہ اب اس کے بعد میں
نہ کسی کو عثمان کے پاس جانے دوں گا نہ کسی کو ان کے پاس سے باہر آنے
دوں گا یہ سن جناب عثمان نے کہا کہ این صنیع نتیجہ ارشاد طلحہ است
خدایا شر طلحہ را از من کفایت کن کہ این گروہ را او برسن دلیر گردانیدہ
واز روئے خلافت کہ در دل او رسوخ یافتہ امید دارم بکرم تو کہ وے را بآن
نرسانی و خون او را در طلب این امر بخواری بریزانی (روضۃ الاحباب جلد ۳
صفحہ ۲۰۷) یعنی یہ ہلاکت طلحہ کی لائی ہوئی ہے خدایا طلحہ کے شر کو مجھ
سے دور کر کہ اس گروہ کو اسی نے مجھ پر دلیر بنایا ہے اس خلافت
کے حرص میں جو اس کے دل میں جمی ہوئی ہے خدایا میں تیرے کرم سے
امید رکھتا ہوں کہ اس کو اس کی مراد تک نہ پہونچانا اور اس کا خون
ذلت کے ساتھ بہانا۔

حضرت عثمان کی طرح طلحہ بھی عشرہ مبشرہ میں تھے جن کے جنتی ہونے کی بشارت حضرت
رسول اللہ نے دی تھی اور مجتہد اور عادل بھی تھے جیسا کہ کل اہلسنت کا عقیدہ ہے

آپ نے حضرت عثمان کے قتل میں شریک تھے آپ ہی نے لوگوں کو بھڑکا کر حضرت عثمان کا محاصرہ کرایا اور ان پر پانی بند کرایا اور جب حضرت عثمان نے فریاد کی کہ مجھ پر بئر رومہ کا پانی کیوں بند کیا گیا ہے تو طلحہ نے کہا کہ اسلئے کہ آپ نے تغیر و تبدل کر دیا ہے یعنی دین خدا کو الٹ پلٹ کر دیا ہے جب جناب عثمان نے کہا کہ مجھ کو مسجد میں نماز کے لئے جانے سے کیوں روکا گیا ہے تو کہا کہ اسلئے کہ آپ نے تغیر و تبدل کر دیا ہے حالانکہ کسی مسلمان پر پانی بند کرنا یا اس کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکنا حرام ہے حضرت طلحہ جیسا جلیل القدر صحابی ہرگز ایسا کام نہیں کر سکتا جس سے ثابت ہوتا ہے حضرت طلحہ اور نزدیک حضرت عثمان اسلام سے خارج ہو چکے تھے پس اگر کچھ انہوں نے کچھ نیک کام کئے بھی تھے اور خدا کی راہ میں خرچ کیا تھا تو وہ سب ضائع اور برباد ہو چکا تھا اسلئے کہ اسلام کے لئے استقامت شرط ہے یعنی وہی شخص مسلمان ہے اور خدا کے نزدیک نجات آخرت کا حقدار ہے جو سچے دل سے اسلام لایا اور عمل صالح کیا اور موت کے وقت تک اس پر قائم بھی رہا جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون ٥ (سورہ حم سجدہ پارہ ۲۴) یعنی وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ میرا رب اللہ ہے پھر اس پر (موت کے وقت تک) قائم بھی رہے ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خوف و حزن نہ کرو اور تم کو اس جنت کی بشارت ہو جس کا وعدہ کئے گئے ہو۔ اسی بنا پر جناب عثمان کے جواب میں طلحہ نے ہر مرتبہ یہی کہا کہ تم نے تغیر و تبدل کر دیا ہے جس کا جواب حضرت عثمان نہ دے سکے اور خاموش واپس چلے گئے

اسی طرح کل اصحاب رسول اور اہل مدینہ حضرت عثمان کے خلاف تھے اسلئے کے جب حضرت عثمان نے خلاف حکم خدا و رسول عمل شروع کیا تو مہاجرین و انصار نے ان کو ٹوکا اور امر بالمعروف کیا لیکن جب عثمان نے بجائے اس کے کہ ان کی نصیحت قبول کرتے ان کو ملک بدر کیا انکے وظائف بند کئے اور فساق و فجار یعنی امیہ کو سر چڑھا ان کو حکومتیں عطا کیں یہانتک کہ انہوں نے دین خدا کا مذاق اڑانا شروع کیا اور خدا کے نیک بندوں پر ظلم کے پہاڑ ڈھانے لگے

عمار بن یاسر۔ حضرت رسول اللہؐ کے جلیل القدر صحابی جن کے متعلق حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ من عاداہ عاداہ اللہ و من ابغضہ ابغضہ اللہ (مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۹۱ و مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۸۹) یعنی جو شخص عمار کو دشمن رکھے گا اس کو خدا دشمن رکھے گا اور جو عمار سے بغض رکھے گا اس سے خدا بغض رکھے گا

نیز فرمایا کہ علیکم بابن سمیہ فانہ لا یفارق الحق حتی یموت او قال فانہ یدور مع الحق حیث دار (استیعاب جلد ۲ ص ۴۳۲) یعنی تم لوگ عمار یاسر کی طرف رہنا کیونکہ وہ ہرگز حق سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ ان کو موت آئے یا فرمایا کہ وہ ادھر ہی مڑتے رہیں گے جدھر حق مڑے گا۔

نیز فرمایا کہ ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغیہ یدعوھم الی الجنہ و یدعونہ الی النار (بخاری جلد ۲ ص ۹۲ چھاپہ مصر) یعنی افسوس عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا عمار اس کو جنت کی طرف بلاتے ہوں گے اور وہ عمار کو جہنم کی طرف بلاتا ہوگا۔

خلاصہ ان احادیث کا یہ ہوا کہ حضرت عمار یاسر اہل جنت سے تھے اور جنت کی طرف

بلاتے والے تھے اور ان کا قتل کرنے والا اور ان سے بغض اور دشمنی رکھنے والا شخص
خدا کا دشمن اور حبشی تھا اور جس دن مسلمانوں میں تلوار کھینچی اور وہ لیکر دوسرے
کا سر کاٹنے لگے اس دن عمار اور ان کا گروہ حق پر تھا اور مسلمانوں کو ان کا ساتھ
دینے کا حکم تھا۔

اس تمہید کے بعد اب یہ دیکھنا ہے کہ جس دن قتل عثمان کا ہنگامہ کھڑا ہوا عمار یاسر
کدھر تھے عمار جدھر تھے حق بھی اسی طرف تھا۔

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ ابو العامریہ نے کہا کہ میں عمار کو مسجد میں بیٹھ کر عثمان کی
عیب جوئی کرتے سنا کرتا تھا وہ کہتے تھے کہ یہ داڑھی (عثمان) یہ یہ کام خلاف
شریعت) کرتا ہے اگر میرے ساتھ تین آدمی اور ہوجائیں تو میں اس کو دھکے دے
کر قتل کر ڈالوں (معارف ابن قتیبہ حالات عمار رضؓ) اس سے معلوم ہوا کہ
حضرت عثمان ایسے ایسے کام کرتے تھے جن کی سزا حضرت عمار کے نزدیک سوا
قتل کے کچھ نہ تھی۔

اور ابن قتیبہ نے اپنی کتاب الامامہ والسیاسہ جلد اصفحہ ۳ مطبوعہ ۳ میں لکھا ہے کہ
انہ اجتمع ناس من اصحاب رسول اللہ وکتبوا ما ذکرو فیہ ما خالف فیہ عثمان
من سنہ رسول اللہ و سنۃ صاحبیہ – بعض صحابہ کی ایک جماعت نے جمع ہو کر
حضرت عثمان کو ایک خط لکھا جس میں کہ وہ باتیں لکھیں جو عثمان نے سنت
رسول اللہ اور سنت شیخین کے خلاف کی تھیں۔

ان لوگوں نے وہ خط دیکر حضرت عمار کو حضرت عثمان کے پاس بھیجا جب حضرت
حضرت عثمان نے اس خط کو پڑھا تو پوچھا کہ تم یہ خط لیکر میرے پاس کیوں آئے

اتنے میں مروان بول اٹھا کہ یا امیر المومنین اسی حبشی غلام (عمار یاسر رض) نے لوگوں کو یہ خط لکھنے کی جرأت دلائی ہے اگر آپ اس کو قتل کر دیں تو وہ سب انکار کر دیں گے۔

فقال عثمان اضربوہ فضربوہ وضربہ عثمان معھم حتی فتقوا بطنہ فغشی علیہ فجروہ حتی طرحوہ علی باب الدار فامرت بہ ام سلمہ رض زوج النبی ص فادخل منزلھا فغضب فیہ بنو مغیرہ۔ یعنی عثمان نے کہا کہ تم لوگ اس کو مارو پس لوگوں نے ان کو مارا اور عثمان نے بھی ان کے ساتھ مل کر مارا یہاں تک کہ ان کو مرض فتق عارض ہو گیا اور بیہوش ہو گئے پھر لوگوں نے ان کو کھینچ کر دروازہ کے باہر ڈال دیا تو حضرت ام المومنین ام سلمہ ؑ نے ان کو اپنے گھر میں منگا لیا پس ان کی وجہ سے بنو مغیرہ عثمان پر غضبناک ہو گئے

حضرت عثمان جو کچھ سفید و سیاہ کر رہے تھے اس کے خلاف کسی کی کوئی شکایت سننا نہیں چاہتے تھے یہاں تک حضرت عمار یاسر رض کو صرف اس جرم میں مارا کہ انہوں نے اہل مدینہ کا شکایت نامہ کیوں پہونچایا حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ ایلچی کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔

## حضرت عبداللہ بن مسعود رض

حضرت عثمان کو جب اپنے نام سے قرآن جمع کرانے کا شوق پیدا ہوا تو آپ نے اصحاب رسول کے پاس قرآن مجید کے جتنے نسخے تھے سب منگا لئے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رض کا قرآن بھی مانگ بھیجا انہوں نے دینے سے انکار کیا تو حضرت عثمان خود ان کے پاس گئے اور قرآن مانگا لیکن انہوں نے نہ دیا تو ان کو اتنا مارا کہ ان کی پنسلی کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور زبردستی قرآن وصول کر لائے۔ (استیعاب) علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے لکھا ہے کہ:۔ جب حضرت عثمان

نے قرآن جلوائے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کو معلوم ہوا کہ ان کا قرآن بھی
جلا دیا گیا تو ان کو بڑا صدمہ ہوا چنانچہ انہوں نے لوگوں سے عثمان کی شکایت
کی اس پر حضرت عثمان نے ان کو پھر اتنا مارا کہ ان کے دانت ٹوٹ گئے
اور وہ صاحب فراش ہوگئے اور تین دن کے اندر انتقال کیا ان کے آخر
وقت میں حضرت عثمان ان کے پاس معذرت کرنے گئے اور کہا کہ اے عبداللہ
میرے لئے خدا سے استغفار کیجئے تو انہوں نے کہا کہ اسئل اللہ ان یاخذ
لی منک حقی یعنی میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تم سے میرا انتقام لے
(شرح نہج البلاغہ جلد طعن ۲ ص ۶ ع ۶) چنانچہ ایک مظلوم صحابی رسول کی
دعا خدا نے قبول فرمائی اور چند دن نہ گذرے تھے کہ حضرت عثمان قتل
کر دئے گئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے جو حضرت عثمان کو قرآن دینے سے انکار کیا اس
کا سبب یہ تھا کہ وہ اپنے قرآن کو صحیح سمجھتے تھے وہ تمام صحابہ میں قرآن کے بہتر
عالم تھے اور انہوں نے قرآن مجید خود حضرت سے صحیح کیا تھا لہذا وہ خلفائے ثلثہ
اور زید بن ثابت کو نگاہ میں نہیں لاتے تھے اور ان کو علم قرآن سے بے بہرہ
سمجھتے تھے چنانچہ جب حضرت عثمان نے قرآن جمع کرایا اور حکم دیا کہ قرآن کو زید بن
ثابت کی قرائت کے مطابق پڑھا جائے تو عبداللہ بن مسعود نے صحابہ کے مجمع میں
ایک تقریر کی اور کہا کہ ہم کو حکم دیا جاتا ہے کہ زید بن ثابت کی قرائت کے مطابق
قرآن پڑھو قسم خدا کی میں نے ستر سورہ قرآن کے حضرت رسول اللہ کی خدمت
میں اس وقت پڑھے جبکہ زید بن ثابت سر میں دو گیسو لٹکائے بچوں میں

کھیلتے تھے - ابو وائل کہتے ہیں کہ میں صحابہ میں بیٹھا لیکن کسی کو اس کا جواب دیتے یا ان کی باتوں کو غلط کہتے نہیں سنا (استیعاب ابن عبدالبر جلد اول ص ۳۶۱ صحابہ دکن حالات ابن مسعود رض)

**حضرت ابوذر غفاری رض** حضرت عثمان نے حضرت ابوذر غفاری رض کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے جرم میں معاویہ کو خوش کرنے کیلئے جلا وطن کر دیا چنانچہ وہ ربذہ کے بیابان میں نہایت غربت و بیکسی کے عالم میں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھا کر انتقال کیا صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے کہ ابوذر غفاری رض طریق امر بالمعروف و نہی عن المنکر سلوک داشتہ بموجب قل الحق وان کان مرا عمل نمودہ معاویہ را از بعضے امور کہ لائق حکام نمی دانست منع مینمود و از راہ نبودن کلمہ حق ہیچ محابہ نمیکرد وی از ان معنی تنگ آمدہ از ابوذر غفاری شکایت بامیر مومنان عثمان نوشت (روضۃ الاحباب جلد ۲ ص ۱۸۴) یعنی ابوذر غفاری رض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے تھے اور وہ اس پر عامل تھے کہ حق بات کہو اگرچہ تلخ ہو اور معاویہ کو بعض ایسی باتوں سے جن کو وہ حکام کے لئے مناسب نہیں سمجھتے تھے منع کرتے تھے اور کلمہ حق کے پہونچانے میں کوئی رعایت و مروت نہیں کرتے تھے معاویہ نے ان کے امر بالمعروف سے تنگ آکر ان کی شکایت حضرت عثمان کے پاس لکھی -

معاویہ کی شکایت پر جناب عثمان نے معاویہ کو لکھا کہ اما بعد فاحمل جندبا الی علی اغلظ مرکب واوعرہ فوجہ بہ مع من سار بہ اللیل والنہار وحملہ علی شارف لیس علیہا الا قتب حتی قدم بہ المدینۃ وقد سقط لحم فخذیہ

من الجوهل (ابن ابی الحدید جلد ا صفحہ ۱۴۱) یعنی عثمان نے معاویہ کو لکھا کہ جندب (ابوذر رض) کو ایک بد رفتار اور بے کجاوہ اونٹ پر ایک ایسے شخص کے ساتھ جو روز و شب اس کو دوڑاتا ہوا چلے میرے پاس بھیجدو چنانچہ وہ اسی طرح بھیجدئے گئے جب وہ مدینہ پہونچے تو ان کی دونوں رانوں کا گوشت آبلے سے کٹ کٹ کر گر گیا تھا۔

جناب ابوذر رض جب عثمان کے پاس پہونچے تو انہوں نے کہا کہ اے ابوذر تمہیں دیکھ کر کوئی آنکھ ٹھنڈی نہ ہو پھر کچھ دیر تک سخت کلامی کی حضرت ابوذر نے کہا کہ امر بالمعروف تو کوئی بری بات نہیں ہے۔

صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے کہ امیر المومنین عثمان فرمود کہ در نواحی حجاز کدام موضع بتو ابغض است گفت ربذہ و آن موضعیست در بادیہ کہ از انجا تا مدینہ سہ مرحلہ راہ است عثمان گفت بان موضع میبا ید رفت ابوذر گفت خوش باش ما بدانکہ اگر شمشیر تیز بر رقبہ من نہند من از امر بالمعروف و نہی عن المنکر و رسانیدن انچہ از پیغمبر شنیدہ ام از خود ممتنع نخواہم کرد و کلمہ حق را ہر جا کہ باشم خواہم رسانید (روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۱۸۲) یعنی حضرت عثمان نے کہا کہ اے ابوذر نواحی حجاز میں کون سی جگہ تم کو سب سے زیادہ ناپسند ہے حضرت ابوذر نے فرمایا کہ ربذہ اور وہ مدینہ سے تین منزل پر صحرا میں ایک گاؤں ہے عثمان نے کہا کہ تم کو وہاں جانا ہوگا حضرت ابوذر نے کہا کہ بہت اچھا لیکن سمجھ لو کہ اگر تم میری گردن پر تیز تلوار کی دھار بھی رکھ دوگے تب بھی میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور جو میں نے حضرت رسول اللہ صلعم سے

سنتا ہے اس کے پہونچانے میں کوتاہی نہ کروں گا اور جہاں بھی رہوں گا کلمہ حق پہونچاتا رہوں گا۔

پھر حضرت عثمان نے مروان کو حکم دیا کہ ابوذر کو ایک اونٹ پر بٹھا کر مدینہ سے نکال دو اور کسی کو ان کے رخصت کرنے کیلئے نہ جانے دو۔ غرض بڑی تکلیف اور ذلت کے ساتھ حضرت ابوذر غفاری اخر مدینہ رسول سے نکال دئے گئے۔ اسی طرح بہت سے جلیل القدر اصحاب رسول کو جناب عثمان نے بے خطا صرف بنی امیہ کے خوش کرنے کیلئے اذیتیں پہونچائیں ذلیل کیا۔ مارا شہر بدر کیا ان کے وظائف بند کئے اور یہی باتیں سبب ہوئیں کہ کل مہاجرین وانصار اور مسلمانوں نے اجماع کر کے ان کو قتل کر دیا

## صحابہ کی عدالت میں اہلسنت کا اختلاف

### صحابہ سب کے سب عادل تھے

ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر ص ۶۲۳ چھاپہ مصر میں لکھا ہے کہ ذہب جمہور العلماء الی ان الصحابۃ رضی اللہ عنہم کلھم عدول قبل فتنۃ عثمان وعلی وکذا بعدھا۔ یعنی جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ صحابہ سب کے سب عادل تھے فتنہ عثمان اور علیؑ کے قبل بھی اور اس کے بعد بھی۔

اور ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ ص ۱۲۴

### صحابہ سب کے سب عادل نہ تھے

علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ اما ما وقع بین الصحابۃ من المحاربۃ والمشاجرات علی الوجہ المسطور فی کتب التواریخ والمذکور علی السنۃ الثقاۃ یدل بظاہرہ علی ان بعضھم قد حاد عن طریق الحق وبلغ حد الظلم والفسق وکان الباعث علیہ الحقد والعناد والحسد واللداد وطلب الملک والریاسۃ والمیل الی اللذات والشہوات اذ لیس

میں لکھا ہے کہ اعلم ان الذی اجمع علیہ
اہل السنۃ والجماعۃ انہ یجب علی کل مسلم
تزکیۃ جمیع الصحابۃ باثبات العدالۃ
فیھم یعنی اہلسنت والجماعت نے اس
امر پر اجماع کیا ہے کہ ہر مسلمان پر
صحابہ کی عدالت ثابت کرکے گناہوں
سے ان کا تزکیہ کرنا واجب ہے

کل صحابی معصوما ولا کل من لقی النبی
بالخیر موسوما - یعنی صحابہ کے درمیان میں
جو جھگڑے لڑائیاں ہوئیں جو تاریخ کی
کتابوں میں مذکور اور ثقات کی زبان پر مشہور
ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ کچھ صحابہ راہ
حق سے منحرف ہو گئے تھے اور ظلم اور فسق
کی حد تک پہونچ گئے تھے اور سبب اس کا
بغض وعناد اور حسد اور ملک وحکومت کا شوق اور لذات وخواہشات
دنیا کی طرف میلان تھا اسلئے کہ نہ تو ہر صحابی معصوم تھا نہ نیکیوں کے ساتھ
متصف تھا -

اور علامہ عقیل نے اپنی کتاب نصائح کافیہ میں لکھا ہے کہ قال المازری فی
شرح البرھان فی الصحابۃ عدول وغیر عدول ولا نقطع الا بعدالۃ الذین
لازموہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ
واما عداہ کل من راٰہ علیہ الصلوۃ والسلام یوما ما او زارہ لماما او
اجتمع بہ لغرض وانصرف ولا نقطع بعدالتہ بل ھی محتملۃ وجودا وعدما قال
السید الالوسی والی ھذا ذھب ابن العماد الحنبلی فی شذرات الذھب
(ص ۱۳۲) یعنی مازری نے شرح برھان میں کہا ہے کہ صحابہ میں کچھ عادل تھے
اور کچھ عادل نہ تھے اور ہم سوا ان صحابہ کے جو رسول اللہ صلعم کے ساتھ ہمیشہ
رہے اور حضرت کی مدد کی اور اس نور (قرآن) کی پیروی کی جو حضرت پر نازل

کیا گیا کسی کی عدالت کا یقین نہیں کرتے لیکن عدالت ہر اس صحابی کی جس نے حضرت کو کسی روز دیکھ لیا یا حضرت کی زیارت کی یا کسی غرض سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور چلا گیا اس کی عدالت کا یقین نہیں کرتے بلکہ ان میں عادل ہونے اور نہ ہونے دونوں کا احتمال ہے اور سید الوسی نے کہا کہ ابن عماد حنبلی نے شذرات الذہب میں ایسی قول اختیار کیا ہے

اور شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں کہ آنچہ در کتب اصولیہ مرقوم است کہ الصحابۃ کلہم عدول پس مراد آنست کہ صحابہ کلہم در روایت حدیث از آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مامون و معتبر اند ہرگز از ایشان کذب در روایت حدیث ثابت نہ شدہ چنانچہ بتجربہ و تحقیق نرسیدہ کہ در مقامات دیگر کسے از اینہا دروغ گفتہ باشد نہ آنکہ مصدر گناہے نشدہ چنانچہ عنقریب گذشت کہ بعضے از اینہا در حضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارتکاب کبائر محدود گشتہ (ص ۱۱۲)
یعنی کتب اصولیہ میں جو لکھا ہے کہ صحابہ سب کے سب عادل تھے اس کے معنی یہ ہیں کہ صحابہ سب کے سب حضرت رسول اللہ صلعم سے روایت احادیث میں مامون اور معتبر تھے کہ ہرگز ان سے روایت حدیث میں جھوٹ ثابت نہیں ہوا جیسا کہ تجربہ اور تحقیق سے معلوم ہوا نہ یہ کہ صحابہ سے کبھی گناہ صادر ہی نہیں ہوا جیسا کہ ابھی گذرا کہ گناہان کبائر کے ارتکاب پر بعض صحابہ پر حضرت رسول اللہ صلعم نے حد جاری فرمائی۔

اور شاہ صاحب نے چند سطر اوپر لکھا ہے کہ از بعضے صحابہ شرب خمر ثابت شدہ چنانچہ در مشکوٰۃ است و بارہا آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اقامت

حدود بر آنہا فرمودہ اند و از حسان بن ثابت و مسطح بن اثاثہ قذف
ثابت شدہ و بر آنہا نیز حد جاری گشت و از ماعز سلمی زنا صادر شدہ و
مرجوم گردیدہ (فتاویٰ شاہ عبدالعزیز ص ۱۰۲) یعنی بعض صحابہ سے شرابخواری
ثابت ہوئی جیسا کہ مشکوٰۃ میں ہے اور حضرت رسول اللہ صلعم نے انلوگوں پر
بارہا شرعی سزائیں جاری فرمائیں اور حسان بن ثابت اور مسطح ابن اثاثہ
سے قذف ثابت ہوا اور ان کو سزائیں دی گئیں اور ماعز سلمی سے زنا
ثابت ہوا اور وہ سنگسار کئے گئے۔

ان تحریروں سے ثابت ہوا کہ اصحاب رسول کچھ تو عادل و صالح اور بلند مرتبہ
اور قابل احترام تھے اور انہی کی مدح قرآن مجید اور احادیث رسول میں
وارد ہوئی ہے اور آج بھی اسلامی کتابوں میں سوائے مدح و ثنا کے ان کی کوئی
برائی موجود نہیں ہے رضوان اللہ علیہم اجمعین اور کچھ صحابہ فاسق و فاجر اور
منافق حکومت و دولت دنیا کے فریب خوردہ بغض و عناد و حسد اور ظلم
اور شرابخواری و زنا اور طرح طرح کے گناہوں میں آلودہ تھے پس الصحابہ
کلھم عدول والا قول صحابہ پرستوں نے صحابہ کے گناہوں پر پردہ ڈالنے
اور ان کے بلند اور اونچے دعووں کو صحیح ثابت کرنے کے لئے بنایا ہے باقی
باقی رہا شاہ صاحب کا دعویٰ کہ صحابہ روایت حدیث میں بالکل سچے تھے
اور ہرگز ان سے جھوٹ ثابت نہیں ہوا اس کی تکذیب خود صحابہ کی روایتیں
اور حضرت رسول اللہ کی حدیثیں اور علماء اہلسنت کے اقوال کر رہے ہیں
جس کی تفصیل "خدا اور اس کے رسول پر جھوٹ نہ باندھو" کے زیر عنوان اسی

کتاب کی ابتداء میں گذر چکی وہان ملاحظہ کیجئے -

## نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق اہلسنت کا اختلاف

### حضرت رسول اللہ ص ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے تھے

قتیبہ نے ابوالاحوص سے اس نے سماک بن حرب سے اس نے قبیصہ سے اس نے اپنے باپ ہلب سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ ص لوگون کی امامت کرتے تھے تو بائیں ہاتھ کو داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے تھے (ترمذی باب ماجاء فی وضع الیمین صفحہ ۹۴ چھاپہ اصح المطابع)

ابوتوبہ نے ہیثم (ابن حمید) سے اس نے الہیثم بن حمید سے اس نے ثور سے اس نے سلیمان بن موسیٰ سے اس نے طاوس سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ ص نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ پر رکھتے تھے (سنن ابوداؤد باب وضع الیمنیٰ صفحہ ۷۶ چھاپہ اصح المطابع)

حضرت رسول اللہ ص نے فرمایا کہ داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے -

### حضرت رسول اللہ ص اور صحابہ اور کل اہل مدینہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے

سنن ابوداؤد کے محشی نے لکھا ہے کہ قال ابن المنذر فی بعض تصانیفہ لم یثبت عن النبی ص فی ذالک شیٔ فہو مخیر (حاشیہ سنن ابوداؤد کتاب الصلوۃ صفحہ ۷۶ چھاپہ اصح المطابع لکھنو)

امام ابن منذر امام بخاری کے استاد اور بخاری کے راویوں میں سے ہیں (کتاب الجمع بین الصحیحین صفحہ ۲ چھاپہ دکن) یعنی امام ابن منذر نے کہا ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق حضرت رسول اللہ ص سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے -

امام شعرانی نے میزان الکبریٰ باب صفۃ الصلوۃ صفحہ ۱۳۸ جلد ا میں لکھا ہے کہ مالکی سب کے سب ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں - یہی مضمون شرح کنز الدقائق باب صفۃ الصلوۃ صفحہ ۳۱ جلد ا و رحمۃ الامہ بر حاشیہ میزان کبری جلد ا صفحہ ۔ میں ہے و شاہ ولی اللہ صاحب کے شاگرد علامہ معین لاہوری

شرح ہدایہ باب صفۃ الصلوۃ ص ۹۶
(چھاپہ یوسفیہ جلد ۱)

نے اپنی کتاب دراسات اللبیب ص ۳۱۲ میں لکھا ہے کہ
اہل مدینہ سب کے سب ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے
تھے اور اجماع اہل مدینہ حق ہے اور امام مالک
نے جو نماز میں ہاتھ کھولنے کی اجازت دی ہے
ان کی دلیل یہی اجماع اہل مدینہ ہے –

امام شافعی نے بھی اپنی کتاب الام میں ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کو جائز لکھا ہے
(میزان الکبریٰ جلد ۱ ص ۱۳۸)